# سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: یوسف صالح محمد خان

Marfat.com

# سِیرتُ الرَّسُوْل صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف۔۔۔۔یوسف صالح محمد خان

CITY BOOK POINT
Naveed Square.Urdu Bazzar, Karachi
Ph # 021-32762483
E-Mail: citybookurdubazaar@gmail.com

Marfat.com

297.9921
776
۱۴۲۹۷۸

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: یوسف صالح محمد خان

ناشر: سٹی بک پوائنٹ

تعداد: 500

اشاعت سن: 2016ء

قیمت: =/800روپے

Marfat.com

# فہرست مضامین


| نمبر شمار | | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱ | فہرست مضامین | |
| ۲ | افتتاح | 11 |
| ۳ | انتساب | 16 |
| ۴ | تعارف | 17 |
| ۵ | تقریظ | 19 |
| ۶ | عرض مؤلف | 22 |
| ۷ | ولادت مبارکہ | 24 |
| ۸ | خانہ کعبہ کی عظمت اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا اکرام | 25 |
| ۹ | عبداللہ بن عبدالمطلب بشارت لائے | 26 |
| ۱۰ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا خاندان | 26 |
| ۱۱ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تمام انسانوں میں اشرف و اعلیٰ | 26 |
| ۱۲ | ابراہیم علیہ السلام | 27 |
| ۱۳ | سیدہ ہاجرہ علیہا السلام | 34 |
| ۱۴ | اسمٰعیل علیہ السلام | 37 |
| ۱۵ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا شجرہ نسب | 38 |
| ۱۶ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اجداد | 40 |
| ۱۷ | ہاشم (سید مکرم عبداللہ کے دادا) | 46 |
| ۱۸ | عبدالمطلب | 48 |


Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | عبدالمطلب ۔ چشمہ زم زم کی کھدائی | 51 |
| ۲۰ | سید مکرم عبداللہ | 52 |
| ۲۱ | سیدہ آمنہ | 55 |
| ۲۲ | ولادت مبارک (چند کتابوں سے اقتباسات) | 57 |
| ۲۳ | عقیقہ | 58 |
| ۲۴ | رضاعت | 60 |
| ۲۵ | سیدہ آمنہ کی رحلت | 63 |
| ۲۶ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا کی شفقت | 64 |
| ۲۷ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ابو طالب کے ساتھ | 65 |
| ۲۸ | سفر شام اوّل | 67 |
| ۲۹ | جنگ فجار | 68 |
| ۳۰ | حلف الفضول | 70 |
| ۳۱ | امین کا خطاب | 71 |
| ۳۲ | تجارت اور شام کا سفر | 73 |
| ۳۳ | محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سیدہ خدیجہؓ سے شادی | 75 |
| ۳۴ | محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد | 76 |
| ۳۵ | خوش حالی کا دور | 78 |
| ۳۶ | زیدؓ بن حارث | 80 |
| ۳۷ | علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرپرستی میں | 82 |
| ۳۸ | خانہ کعبہ کی تعمیر نو | 83 |
| ۳۹ | نبوت سے پہلے کی اجمالی سیرت | 86 |
| ۴۰ | بعثت سے پہلے عالم کی حالت | 88 |
| ۴۱ | دورِ تحنث اور سچے خواب | 97 |

Marfat.com

۴۲ -------- آغاز نزولِ قرآن 99
۴۳ ------- تعلیم الصلوٰۃ 101
۴۴ -------- سورۃ الفاتحہ 103
۴۵ -------- تبلیغ اسلام 106
۴۶ -------- سابقین اولین 111
۴۷ -------- اسلام کا پہلا کلمہ 117
۴۸ -------- دعوت عام کی ابتداء 121
۴۹ -------- سورۃ المدثر 121
۵۰ -------- سورۃ الضُحیٰ ایک نظر میں 123
۵۱ -------- قرابت داروں کو خبردار کرنے کا حکم 124
۵۲ -------- دعوت طعام 124
۵۳ ------- کوہ صفاء پر تقریر 125
۵۴ ------- مسجد حرام میں اسلام کا اعلان 126
۵۵ -------- مسلمان اور کافر کا فرق 128
۵۶ -------- تبلیغ عام اور مشرکین کی عداوت 130
۵۷ -------- دار ارقم 131
۵۸ -------- حج ۴ بعثت نبوی 132
۵۹ -------- مشرکین کی محاذ آرائی 133
۶۰ -------- مشرکین کا وفد 139
۶۱ -------- سردار قریش ابو طالب سے پہلی گفتگو 139
۶۲ -------- دوسری گفتگو 140
۶۳ -------- تیسری گفتگو 140
۶۴ -------- چوتھی گفتگو 141

Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۶۵ -------- مسلمانوں پر ظلم ستم | 142 |
| ۶۶ -------- کمزور مسلمانوں پر شدید ترین مظالم | 142 |
| ۶۷ -------- ابوبکر صدیقؓ کا مظلوم غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا | 146 |
| ۶۸ -------- طاقت ور خاندانوں کے مسلمانوں پر مظالم | 146 |
| ۶۹ -------- پہلی ہجرت حبشہ | 147 |
| ۷۰ -------- دوسری ہجرت حبشہ | 149 |
| ۷۱ -------- محسنِ انسانیت کے ساتھ تمام انسانوں کا اللہ تعالیٰ کو سجدہ | 151 |
| ۷۲ ------- حمزہؓ کا قبول اسلام | 152 |
| ۷۳ ------- عمرؓ کا قبول اسلام | 153 |
| ۷۴ ------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کی سفارت | 156 |
| ۷۵ ------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش | 158 |
| ۷۶ -------- شعبِ ابی طالب میں محصوری | 160 |
| ۷۷ ------- محاصرے کا خاتمہ | 161 |
| ۷۸ ------- مشرکین کے وفد کی سید قریش سے آخری گفتگو | 163 |
| ۷۹ -------- عام الحزن یعنی غم کا سال | 164 |
| ۸۰ -------- سردار قریش ابو طالب کی وفات | 165 |
| ۸۱ -------- سیّدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات | 166 |
| ۸۲ -------- سودہ رضی اللہ عنہا سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح | 167 |
| ۸۳ ------- سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح | 167 |
| ۸۴ ------- سفر طائف | 170 |
| ۸۵ ------- مشرکین کی طرف سے اوچھی حرکتیں | 174 |
| ۸۶ -------- مشرکین کے عجیب مطالبات | 175 |
| ۸۷ ------- اسلام کی آواز دور دور تک کے ملکوں میں | 176 |

Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۸۸ ------- مختلف مقامات پر تبلیغ | 177 |
| ۸۹ -------- قبائل میں تبلیغ کی روداد | 179 |
| ۹۰ -------- یثرب (مدینہ) میں اسلام | 181 |
| ۹۱ -------- دوسری بیعت عقبہ | 182 |
| ۹۲ -------- اسراء ومعراج | 185 |
| ۹۳ -------- تیسری بیعت عقبہ | 190 |
| ۹۴ -------- ہجرت کی اجازت | 194 |
| ۹۵ -------- مشرکین کی دشمنی کے اسباب اوران کا دارالندوہ میں اجلاس | 197 |
| ۹۶ -------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ | 197 |
| ۹۷ -------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت | 201 |
| ۹۸ -------- ہجرت کے وقت کا مدینہ | 211 |
| ۹۹ -------- مدینہ میں ورود مسعود | 212 |
| ۱۰۰ ------- پہلے جمعہ کا خطبہ | 213 |
| ۱۰۱ ------- مسجد نبوی کی تعمیر | 216 |
| ۱۰۲ ------- ازواج مطہرات کے مکانات | 218 |
| ۱۰۳ ------- دارالاقامہ اور دارالعلوم | 220 |
| ۱۰۴ ------- آب رسانی کا انتظام | 221 |
| ۱۰۵ ------- شجرکاری | 222 |
| ۱۰۶ ------- ازان کی ابتداء | 223 |
| ۱۰۷ ------- مواخات (بھائی چارہ) | 224 |
| ۱۰۸ ------- میثاق مدینہ | 225 |
| ۱۰۹ ------- میثاق مدینہ کے متن کا مفہوم | 226 |
| ۱۱۰ ------- منافقت کی ابتداء | 232 |


Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۱۱۱---------- مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ کے منصوبے | 234 |
| ۱۱۲-------- ایک ہجری کے کچھ اور واقعات | 237 |
| ۱۱۳-------- فوجی مشقیں | 238 |
| ۱۱۴-------- فوجی مشقوں کے مقاصد | 238 |
| ۱۱۵-------- فوجی مشقیں سنہ ۱ ھ | 242 |
| ۱۱۶-------- فوجی مشقیں سنہ ۲ ھ | 244 |
| ۱۱۷-------- تحویل قبلہ | 249 |
| ۱۱۸-------- ماہِ رمضان کے روزوں کا حکم | 253 |
| ۱۱۹-------- غزوۂ بدر | 254 |
| ۱۲۰-------- سیّدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات | 271 |
| ۱۲۱-------- سیّدہ اُم کلثومؓ سے عثمانؓ کا نکاح | 271 |
| ۱۲۲-------- غزوۂ بدر کے بعد کے کچھ واقعات | 271 |
| ۱۲۳-------- غزوۂ بنو قینقاع | 273 |
| ۱۲۴-------- غزوۂ سویق یا قرقرۃ الکدر | 273 |
| ۱۲۵-------- سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی عنہا کی شادی | 274 |
| ۱۲۶-------- غزوہ اُحد | 275 |
| ۱۲۷-------- مسلمان خواتین میدانِ جنگ میں | 284 |
| ۱۲۸-------- سنہ ۳ ھ کے بعض واقعات | 289 |
| ۱۲۹-------- رجیع کا حادثہ | 289 |
| ۱۳۰-------- بئر معونہ کا المیہ | 291 |
| ۱۳۱-------- غزوۂ بنی نضیر | 292 |
| ۱۳۲-------- غزوۂ بدر دوم | 294 |
| ۱۳۳-------- غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق | 294 |

Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۱۳۴------ غزوۂ بنی قریظہ | 298 |
| ۱۳۵------ غزوۂ بنی المصطلق | 298 |
| ۱۳۶------ صلح حدیبیہ | 299 |
| ۱۳۷------ شراب کی حرمت | 304 |
| ۱۳۸------ بادشاہوں اور نوابوں کے نام خطوط | 307 |
| ۱۳۹------ غزوہ خیبر | 309 |
| ۱۴۰------ حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین | 310 |
| ۱۴۱------ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کا واقعہ | 312 |
| ۱۴۲------ غزوۂ خیبر اور مسلمان خواتین | 312 |
| ۱۴۳------ حرام مال کا آگ بن جانا | 313 |
| ۱۴۴------ یاد آنے پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم | 313 |
| ۱۴۵------ مسلمانوں کے عدل پر یہود کو بھی حیرت | 313 |
| ۱۴۶------ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی عظمت | 314 |
| ۱۴۷------ ہجرت کے بعد پہلا عمرہ | 314 |
| ۱۴۸------ مکہ کے تین سپہ سالار اسلام کے سائے میں | 316 |
| ۱۴۹------ جنگ موتہ | 317 |
| ۱۵۰------ فتح مکہ | 320 |
| ۱۵۱------ غزوۂ حنین وطائف | 329 |
| ۱۵۲------ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی | 333 |
| ۱۵۳------ ابراہیم بن (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت | 333 |
| ۱۵۴------ غزوۂ تبوک | 335 |
| ۱۵۵------ ۹ ھ کے بعض اہم واقعات | 339 |
| ۱۵۶------ حجۃ الوداع | 341 |


Marfat.com

| | |
|---|---|
| ۱۵۷------- خطبہ حجۃ الوداع | 341 |
| ۱۵۸------- سریہ اسامہ بن زیدؓ | 344 |
| ۱۵۹ ------- محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات | 349 |
| ۱۶۰--------- کتب حوالہ | 359 |


☆☆☆

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# اِفتتاح

مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ؟ (سورۃ الفتح۔۲۹)

''محمد اللہ کے رسول ہیں''

☆☆☆

یٰسٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۙ○ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۙ○ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۙ○ (یٰس: ا۔۴)

''یٰس ہ، قرآن حکیم شاہد ہے کہ تم (محمدؐ) یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے پر ہو۔''

☆☆☆

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعَا ۨ الَّذِیۡ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ
(الاعراف:۱۵۸)

''(اے محمدؐ) کہہ دو کہ اے انسانو، میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے۔''

☆☆☆

وَاُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ؕ (الانعام: ۱۹)

''اور یہ قرآن میری طرف اس لیے بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے کہ تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے اُسے خبردار کردوں۔''

☆☆☆

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ (النساء:۶۴)

''ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

☆☆☆

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ (الحدید: ۲۵)

Marfat.com

''ہم نے اپنے رسُولوں کو بیّنات کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان (معیارِحق و باطل) نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔''

☆☆☆

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء:۸۰)

''جو رسُول کی اطاعت کرے اُس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔''

☆☆☆

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۗ ○ (الاحزاب:۳۶)

''کسی ایمان لانے والے مرد اور کسی ایمان لانے والی عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُس کا رسُول کسی معاملہ کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسُول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

☆☆☆

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۗ (النساء: آیت ۱۰۵)

''(اے نبیؐ) ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ جو (راہ راست) اللہ نے تم کو دکھائی ہے اُس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔''

☆☆☆

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (القصص:۸۶)

''اور (اے نبیؐ) تم اس بات کے ہرگز اُمیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائیگی یہ تو محض تمہارے رب کی مہربانی ہے۔ (کہ یہ تم پر نازل ہوئی ہے)۔''

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ (انبیاء:۷۔۸)

''ہم نے تم سے پہلے جن رسولوں کو بھیجا تھا وہ بھی آدمی ہی تھے جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لو ہم نے اُن انبیاء کو ایسے جسم نہیں دیئے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر فانی تھے۔''

☆☆☆

Marfat.com

قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَٰٓئِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُولًا ۝

(بنی اسرائیل:۹۵)

''کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو البتہ ہم بھی اُن پر آسمان کے کسی فرشتے کو رسُول بنا کر اُتارتے۔''

☆☆☆

وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (اعراف:۱۸۸)

''اور اگر میں غیب جاننے والا ہوتا تو اپنے لیے بہت کچھ فائدے سمیٹ لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا میں تو محض ایک مُتنبہ کرنے والا ہوں، اور جو میری بات مان لیں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں''

☆☆☆

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ۝ (آل عمران:۱۶۴)

''درحقیقت ایمان لانے والوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اُس نے اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسُول اٹھایا جو اُنہیں اُس کی آیات سُناتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اس سے پہلے تو وہ صریح گمراہی میں پڑے ہوتے تھے۔''

☆☆☆

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝

(الاحزاب:۴۵۔۴۶)

''اے نبیؐ ہم نے تم کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور ایک روشن گر آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔''

☆☆☆

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِۦ ۚ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ۚ ۝ (الزمر:۴۱)

''(اے نبیؐ) ہم نے لوگوں (کی ہدایت) کے لیے تم پر یہ کتاب حق کے ساتھ اُتاری ہے۔ اب جو کوئی

Marfat.com

ہدایت قبول کرتا ہے اپنے لیے اچھا کرتا ہے۔ اور جو گمراہی میں پڑتا ہے اپنے ہی حق میں بُرا کرتا ہے۔ اور تم ان پر کوئی حوالدار نہیں ہو۔''

☆☆☆

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ (التکویر:۲۷۔۲۸)

''یہ (قرآن) تو ایک نصیحت ہے تمام دُنیا والوں کے لیے، ہر اُس شخص کے لیے جو تم میں سے راست رَو بننا چاہے۔''

☆☆☆

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (الاحزاب:۴۰)

''محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسُول ہیں اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔''

☆☆☆

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ (الفتح: ۲۸)

''وہ اللہ ہی ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے پوری جنس دین پر غالب کردے۔''

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۷)

''اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

☆☆☆

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (النمل:۹۲)

''پھر جو ہدایت اختیار کرے وہ اپنے ہی بھلے کے لیے ہدایت اختیار کرے گا اور جو گمراہ ہو اُس سے کہہ دو کہ میں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں۔''

☆☆☆

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ (ن:۴)

''اور (اے محمدؐ) یقیناً تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو۔''

☆☆☆

Marfat.com

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (الاحزاب:۲۱)

"تمہارے لیے رسول اللہؐ کی ذات میں ایک اچھا نمونہ ہے۔"

☆☆☆

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ط O (الم نشرح:۴)

"اور (اے محمدؐ) ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔"

☆☆☆

Marfat.com

# انتساب

سلامن بنت حسن محمد خان
وہ میری ماں تھیں بالکل اُمّی
انہیں الف اور ب بھی نہ آتا تھا
پھر بھی حکمت بھری باتیں تھیں اُنکی
ایمان لائیں تھیں اور عمل صالح تھے ان کے
حق کی تلقین وہ کرتی تھیں
صابر وہ بہت تھیں
صوم وصلوٰۃ کی وہ پابند تھیں
ان کے ہاتھ لمبے تھے اور کھلے تھے
اس لئے وہ کمزوروں کو محبوب تھیں
وہ میری ماں تھیں
میں چاہوں یا نہ چاہوں
انشاءاللہ یہ کتاب خودبخود ان سے منسوب ہے۔
والدہ محترمہ کے نام
**اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا وَارْحَمْھَا۔**

یوسف

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# تعارف

محترم صالح محمد خان، (اللہ ان کی مغفرت کرے) اسمِ بامسمّٰی تھے، یعنی نیک اور صالح مرد۔ اللہ عزوجل نے مرحوم کو چھ بیٹوں عالم علی خان، تاج محمد خان، خان محمد خان، یوسف صالح محمد خان، پروفیسر (ر) عباس علی خان، ڈاکٹر عبدالرشید خان اور چار بیٹیوں کی نعمت سے نوازا۔ راجپوتانہ کے علاقے الماس فتح پور میں اس متمول گھرانے کی معاشی، سماجی، سیاسی حیثیت مستحکم رہی اور دین اسلام سے لگاؤ تو جیسے ان کے خون میں رچا بسا تھا اور جب قیامِ پاکستان کے ابتدائی عشرے میں اس گھرانے نے ڈگری (ضلع میرپور خاص) کو اپنی مستقل سکونت کی جگہ بنایا تب سے آج تک زیست کے یہی متذکرہ عناصر رختِ سفر رہے ہیں۔

ان کے چوتھے بیٹے یوسف صالح محمد خان کو دریائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواصی کا شوق عرصہ دراز سے تھا۔ پاکیزہ مطہر پانی کے اس رواں دواں دریا میں اترتے ہی منکشف ہوا کہ دُنیا کے دریاؤں کی طرح کوئی کنارا نہیں۔ اس عظیم بے کنار دریا کی گہرائی و گیرائی جاننا، ان کے کیا کسی کے بس کی بات نہیں۔ مؤلف نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے دفتر سے نیک عمل پیش کرنے کی ٹھانی، گر قبول افتد زہے بخت ونصیب پانے کے لئے انہوں نے قدیم وجدید قرآنی تفاسیر، احادیث مبارکہ کی مسلمہ کتابیں چھان ڈالیں اور قرآن مجید سے بھی خوب استفادہ کیا اور بظاہر ”سیرت النبی ﷺ پر ۴۷۰ صفحات کی ایک مختصر کتاب سامنے لائے۔ تاہم پڑھنے کے بعد آشکار ہوا کہ یہ آبدار موتیوں کے حقائق سے پردہ اٹھاتی ایک لازوال کتاب ہے اور سیرت کی کتابوں میں ایک گراں قدر اضافہ مؤلف کے علم و عرفان، ذوق وشوق، نیاز وگداز اور عرق ریزی کے سبب ہی ممکن ہوا۔ اسلوب نگارش فصاحت و بلاغت سے زیادہ سلیس اور عام فہم ہے۔ سیرت کے اس چمن میں جہاں گریۂ چشم کا سامان ہے وہیں پر

Marfat.com

سیرت طیبہ کے واقعات کی کڑی سے کڑی باہم مربوط ہے۔ موضوعات کی ترتیب میں سلیقہ حکمت اور دانائی کی چمک ہے۔ دولت سے سب کچھ نہیں خریدا جاسکتا۔ البتہ علم نافع عمل میں ڈھل کر دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں دلوا دیتا ہے۔ یہی اس کتاب کا بانکپن اور حاصل ہے۔

خود کو نبی اکرم ﷺ کی سیرت و کردار کے رنگ میں رنگ لو کہ اس کامل پیروی کا نام دین ہے بہ صورت دیگر ساری کوششیں گمراہی اور بے دینی کے سوا کچھ نہیں۔ کتاب دیدہ زیب تو ہے ہی، اور اک معنیٰ سے دقائق سے استفادہ بھی میسر کراتی ہے۔ مثلاً ایک خدائے بزرگ و برتر کی توحید و حدانیت پر زور دیتی یہ کتاب انفرادیت کی حامل اس وجہ سے بھی ہے کہ آج کا مسلمان لاعلمی میں کئی خداؤں کو پوج رہا ہے، سیرت النبی ﷺ پر تالیف سازی دراصل ازلی و ابدی دانش سے رشتہ استوار رکھتا ہے۔ زیر نظر کتاب ابدی حقیقتوں سے جوڑے رکھنے کی جمالیاتی خواہش کی کافی حد تک تکمیل کرتی ہے۔ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا یہ ایک ازلی و ابدی حقیقت ہے اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول اور بندے ہیں یہ دوسری ازلی اُبدی حقیقت ہے۔ ابتدائی طور پر یہی گواہی اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ سے رشتہ استوار کراتی ہے۔ باقی حقیقتیں اتباع رسولؐ میں پنہاں ہیں رفعتوں کو چھوتی حقیقتوں کے عرفان کا زینہ اتباع رسولؐ میں ہی مستور ہے، اللہ عزّ وجل ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ایک ہے اور ایک ہی رہے گا۔ اللہ عزّ وجل مؤلف کو جزائے خیر سے نوازے۔ آخری بات یہ ہے عبادہ بن الصامتؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس امر کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول اور بندے ہیں، اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ (مسلم)

محمد حسین ناز
ڈگری

Marfat.com

# تقریظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلمان کے ایمان کی تکمیل وکمال یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تمام اشیاء اور اشخاص سے زیادہ محبت رکھے۔ اس کی محبت کا پیمانہ کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴ میں واضح فرمایا'' کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہو اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا (توبہ ۹ آیت ۲۴)

اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ پیارے ہوں اور موقعہ بھی آجائے کہ اولاد، بیوی اور ماں باپ کی محبت کا تقاضا اور طرف کھینچے اور اللہ اور رسول کے احکام دوسری بات اختیار کرنے کا تقاضا کرتے ہیں تو اس تقابل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہماری محبت کس سے زیادہ ہے؟ کیا نفس، اولاد اور بیوی کی بات مانتے ہیں یا اللہ اور رسول کا کہا مانتے ہیں اور ان کے حکم پر چلتے ہیں؟

اس طرح برادری کے رسوم ورواجات ہیں، تقریبات میں اٹھنا بیٹھنا ہے، اس میں ایک طرف اللہ کے احکام اور رسول اللہ کے احکام ہیں اور دوسری طرف برادری کے احکام ہیں تو جسے اللہ اور رسول کے احکام کی اہمیت ہوگی تو انہیں ترجیح دے گا اور جسے برداری کے احکام کو اچھا سمجھ کر ان کو اختیار کرے گا تو اس کا خود بخود یہ نتیجہ نکلے گا کہ اس نے برادری کے احکام کو ترجیح دے دی۔ بلکہ نبی اکرمؐ کے احکام پر عمل کرنا ہی اللہ کی رضا اور خوشنودی کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے'' قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران ۳۱۔۳) آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا'' گفتہ او گفتہ اللہ بودے گرچہ از حلقوم عبداللہ بودے'' یعنی رسول

Marfat.com

اللہ کے احکام وارشادات کی پیروی کرنا اللہ کے احکام کی پیروی کرنا ہے۔''

پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اسوہ، طریقہ اور عمل ہمارے لیے نمونہ ہے۔ صحابہ کرام، نبی اکرم ﷺ کے ارشادات واحکام اور فرمودات پر یقین کرتے تھے، سیکڑوں واقعات اور ہزاروں نمونے اس امت میں موجود ہیں، خود ہند و پاکستان میں ہر ایک دو سال بعد ایسی مثالیں ظاہر ہوتی ہیں۔

ایک واقعہ ہے کہ صحابہ کو نبی اکرم ﷺ سے کتنی محبت تھی، تین ہجری کو عضل اور القارہ کے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا! ہمارے پاس کچھ لوگوں کو بھیجیں جو ہمیں اسلام کی تعلیم دیں۔ تو آپ ﷺ نے چھ صحابی ان کے ساتھ روانہ کیے۔ ان میں زید بن الدسنہ، خبیبؓ بن عدی تھے، ان قبیلہ والوں نے ان سے دھوکہ کیا اور ان میں سے اکثر کو شہید کر دیا۔ ان میں سے دو زید اور خبیبؓ کو گرفتار کر کے مکے لے گئے۔ جب ان کی شہادت کا دن مقرر ہوا تو انہیں حرم سے باہر لے گئے، ان لوگوں میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے۔

ابوسفیان نے زیدؓ سے کہا! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم اپنی جگہ اپنے گھر میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بیٹھے ہو، اور تمہاری جگہ پر محمد ﷺ ہو۔ انہوں نے جواب دیا! کہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو ایک کانٹا چبھے جس سے آپ کو تکلیف ہو میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ لوگوں میں سے کسی کو ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد ﷺ سے آپ کے اصحاب کرتے ہیں۔ (یہ اغیار کی شہادت ہے جو ابوسفیان نے کفر کی حالت میں دی ہے) اس کے بعد زیدؓ شہید کر دیے گئے۔

دوسرے صحابی خبیبؓ کا واقعہ بھی اسی طرح ہے اسے بھی جب شہید کرنے کے لئے لایا گیا تو اس نے دو رکعت نفل پڑھنے کی اجازت مانگی۔ جو انہیں دے دی گئی۔ انہوں نے کہا میں اور زیادہ طویل پڑھتا، پھر انہوں نے اشعار پڑھے۔ ان میں ایک یہ ہے۔

''فلست ابالی حین اقتل مسلما، علیٰ ای شق کان للہ مصرعی''

یوسف صالح محمد خان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے سیرت کی کتاب صرف سنی سنائی اور وعظی حضرات کے وعظ سے نہیں لکھی بلکہ برسوں کی تحقیق اور درجنوں کتابیں اور ان کے ترجمے پڑھ کر لکھی ہے، بعض وقت ایسی کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں جو عام آدمی کی پہنچ میں نہیں ہوتی۔ میں نے

Marfat.com

جب یہ کتاب دیکھی تو دلچسپ اور رواں ہونے کی وجہ سے خود پڑھی۔ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت بخشے اور ان کے لئے سیرت کی مستند کتاب لکھنے پر دنیا وآخرت کا توشہ بنائے۔ آمین

جزیٰ اللہ عنا وعن سائر المسلمین الصالحین

امیر الدین مہر (ریٹائرڈ پروفیسر دعوۃ اکیڈمی)

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

موجودہ پتہ: مسجد ھدیٰ، سٹیلائٹ ٹاؤن میرپور خاص

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# عرضِ مُؤلّف

اللہ تعالیٰ نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حیات مبارکہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے اُسوہ حسنہ ہے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر نازل ہونے والا اللہ کا کلام محفوظ ہے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا اُسوہ حسنہ بھی محفوظ ہے۔

لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنۡ کَانَ یَرۡجُوا اللّٰہَ وَ الۡیَوۡمَ الۡاٰخِرَ وَ ذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیۡرًا ؕ○ (الاحزاب۔۲۱)

''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔''

میں سوچتا تھا کہ سیرت رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ایک مختصر کتاب تالیف کروں جس میں ایسی معلومات جمع ہوں جو ثابت اور مُسلّم ہوں۔ میں نے غور کرتے ہوئے اللہ سے توفیق و اعانت طلب کی اور قرآن کریم، کتب تفاسیر اور کتب حدیث و سیرت کی مدد سے یہ کام انجام دیا ہے۔

میں نے یہ کتاب ان لوگوں کے لئے لکھی ہے جو نبی آخر الزّماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ کے بارے میں کم جانتے ہیں اور وہ جاننا چاہتے ہیں۔

عموماً اس موضوع پر لکھتے ہوئے اکثر مولفین نے تحقیق کا اہتمام نہیں کیا بلکہ ان کے جذبات واحسات کی نظر میں جو چیز جچ گئی اُسے داخل کتاب کر لیا گیا خواہ صحت وثبوت کے لحاظ سے وہ صفر ہی کیوں نہ ہو۔ تعلیم یافتہ لوگ ان کی تضاد اور اختلاف سے بھرپور کتابیں پڑھتے ہیں تو ان کے دماغ میں اٹھنے والے سوالات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کوئی ناقابل اعتبار بات شامل نہ ہونے پائے۔

میں جانتا ہوں کہ میں بہت کمزور آدمی ہوں تاہم میں اس کتاب کو پیش کرنے کی جُرأت اس لئے

۱۳۲۹۷۸

Marfat.com

کرر ہا ہوں کہ مجھے اور شاید اور کسی ایک ہی انسان کو اس کے مضامین سے فائدہ پہنچ سکے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ میری اس اپنی سی کوشش وعمل کو قبول فرمائے اور ہم سب پر رحم فرمائے اور ہماری مغفرت فرمائے۔ (آمین)

یوسف صالح محمد خان

الماس ہاؤس ڈگری،

ضلع میر پور خاص

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# ولادت مبارکہ

مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو، کی آوازیں مکّہ میں سنائی دے رہی ہیں۔ بروز پیر ربیع الاوّل عام الفیل کا پہلا سال ۵۳ ق ھ۔ صبح صادق کے وقت مکّہ میں انسانیت کی سب سے بڑی بڑائی ظاہر ہوئی "سِراجاً مُنیراً" نے چہروں کو روشن کیا۔ عبداللہ کے بیٹے کی ولادت ہوئی۔

عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں خوشی آئی تو مکّہ کے لوگ سردار مکّہ عبدالمطلب کو پوتے کی ولادت پر مبارک باد دینے ان کی قیام گاہ کی طرف دوڑ پڑے۔

آمنہ اور عبداللہ کا تقویٰ ہی تھا کہ پورا مکّہ روشن ہو گیا۔ ''اللہ کا تقویٰ ہی چہروں کو روشن کرتا ہے''۔

مکّہ میں اتنی خوشی ہے کہ یوں لگتا ہے کہ چرند و پرند بھی ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے ہیں۔ عبداللہ کے بیٹے کے پیدا ہونے کی خوش خبری اہل مکّہ نے سنی اور تقریباً ہر شخص کی زبان پر یہ ترانہ تھا۔

''تو نہایت ہی مبارک لڑکا ہے اے اس شخص کے بیٹے، جو موت کے منہ سے اللہ تعالیٰ کی اعانت سے بچ گیا۔ اس کے فدیہ میں ایک سو اونٹ قربان کئے گئے''۔

سردار مکّہ جناب عبدالمطلب کا خانہ کعبہ کا طواف پورا ہوا ہی ہے کہ وہ گھر کی طرف دوڑ پڑے، انہیں پتہ چلا ہے کہ ان کو پوتا ہُوا ہے۔ وہ سیدہ آمنہ کے کمرے میں داخلے کی اجازت کے بعد تیزی سے داخل ہوئے ہیں۔ پوتے کو گود میں لیا ہے اور پکار اٹھے ہیں، یہ تو ''محمد'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے۔ اور پھر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دُعا مانگی ''یا اللہ میں اس بچے کو تیری پناہ میں دیتا ہوں''۔

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دایہ شفاء (عبدالرّحمٰن بن عوف کی والدہ) بہت ہی خوش ہیں۔ اُنہیں سیدہ آمنہ سے محبت بھی تو بہت ہے۔

Marfat.com

دادا نے بچے کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر احمدؐ رکھا۔ (رحمتہ للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

مکہ میں لوگ اتنے خوش اس لئے بھی ہوئے ہیں کہ سید مکرم عبداللہ بہت ہی خوش مزاج انسان ہیں۔ مکہ کے لوگوں کے کام آتے ہیں۔ کسی کو جب بھی کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ عبداللہ ہی سے ملتی ہے۔ عبداللہ نے دینے کے بعد واپس مانگنا تو سیکھا ہی نہیں۔ کوئی واپس کر دے تب بھی ٹھیک نہ کرے تب بھی ٹھیک۔ عبداللہ دوسروں کی عزت کا بہت خیال کرتے ہیں اسی لئے لوگ ان کی بھی بہت عزت کرتے ہیں۔ عبداللہ کے اونٹ تو مکہ کا ہر ضرورت مند بے روک ٹوک استعمال کرتا ہے، اس معاملے میں عبداللہ اتنے فیاض ہیں کہ بہت سے لوگ تو ان سے اجازت بھی نہیں لیتے ہیں اور ان کی سواری استعمال کرتے ہیں۔

سیدہ آمنہ بھی بہت سخی ہیں، اکثر ضرورت مند ان سے کھجور اور جو مانگ کر لے جاتے دیکھے جاتے ہیں، وہ خیرات اور صدقات بھی بہت کرتی ہیں۔ غریبوں اور مسکینوں کو جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ سیدہ آمنہ ہی کے گھر سے ملتی ہے۔ سیدہ آمنہ اس کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کرتیں، اس لئے غریب ان کی بہت عزت کرتے ہیں۔

یہ سال کامرانی اور خوشحالی کا سال ہے۔ اس سال مکہ کی زمین سرسبز اور شاداب ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے کئی سالوں تک قحط پڑتے رہے ہیں۔ یہ سال کامرانی اور خوش حالی کا سال اس لئے بھی ہے، کہ یہ سال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت مبارکہ کا سال ہے۔

خانہ کعبہ کی عظمت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اکرام:

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت مبارکہ سے پچاس دن پہلے ابرہہ نے ساٹھ ہزار فوج لے کر مکہ پر خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لئے حملہ کر دیا اور اس فوج سے مکہ کے ایک بھی آدمی کو لڑنا نہیں پڑا، اور اللہ تعالیٰ نے ابرہہ اور اس کی فوج (اصحاب فیل) کے ٹکڑے ٹکڑے پرندوں کے غول کے بھیج کر کروا دئے، یہ سب کچھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اکرام اور خانہ کعبہ کی عظمت بڑھانے کے لئے ظہور پذیر ہوا۔ (مختصر سیرت الرسولؐ۔ از الشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوب)

Marfat.com

فصل: عبداللہ بن عبدالمطلّب بشارت لائے

اللہ نے اصحاب فیل کے ساتھ جو کیا اس کی بشارت عبداللہ بن عبدالمطلّب لائے۔ سردار مکّہ عبدالمطلّب دیکھتے ہی بول اٹھے ''عبداللہ تمہارے لئے خوش خبری لا رہا ہے''۔ اصحاب فیل پر جو کچھ گزری اس کی خبر عبداللہ بن عبدالمطلّب نے دی تو لوگوں نے کہا تم پہلے ہی سے بڑی برکت والے رہتے آئے ہو۔ (تاریخ طبری)

فصل: مکّہ کے لوگ ایک اللہ کی ذات کے آگے جھک گئے:

اصحاب فیل کا حملہ اتنا بڑا واقع تھا کہ مکّہ کے تمام لوگ صرف اور صرف ایک اللہ کی ذات کے آگے جھک گئے۔ اور دس برس تک قریش نے اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی۔ (تفسیر سورۃ الفیل۔ تفہیم القرآن۔ از سید مودودی)

## محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا خاندان

فصل: محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تمام انسانوں میں اشرف واعلیٰ:

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خاندان کا تعلق ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کی نسل سے ہے۔ علمائے انساب اور اہل علم کو معلوم ہے کہ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کے بڑے بیٹے اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلامَ کی اولاد میں عدنان تھے۔ عدنان کی اولاد میں کنانہ تھے اور کنانہ کی اولاد میں قریش تھے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو مخلوق میں افضل ترین بنایا۔ محمدؐ کا نسب بھی اور اخلاق بھی اللہ نے تمام انسانوں میں اشرف واعلیٰ بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کی اولاد میں سے اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلامَ کو برگزیدہ فرمایا پھر ان کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو پھر قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو منتخب فرمایا۔ (جامع ترمذی۔ ابوابُ المناقب)

Marfat.com

# فصل: ابراہیم علَیہِ السّلام

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ولادت مبارکہ سے تقریباً دو ہزار سات سو سال قبل عراق کے شہر اُر میں ابراہیم عَلَیْہِ السَّلاَم پیدا ہوئے۔ آنکھیں کھولتے ہی لوگوں کو طاغوت کی پوجا کرتے دیکھا۔ علماء نے اپنے مفاد میں قانون بنا رکھے تھے۔ اور ان قوانین کو وہ اللہ کے قوانین سے تعبیر کرتے تھے۔ اور ان کا بادشاہ بھی ان کا اِلٰہ بنا بیٹھا تھا۔ پھر بڑے بڑے مندروں میں سیکڑوں مورتیاں (بت) دیوتاؤں کا روپ دھارے ہوئے تھیں۔ اور دیوتا بھی ان کے اپنے خیال کی اُپج تھے اختراع تھے۔ جس کے دماغ میں جو بات شیطان نے بیٹھا دی اُسی کے وہ پجاری بن گئے۔

اس وقت کے عراق نے بہت سے اِلٰہ بنائے ہوئے تھے۔ ملک کے دیہاتوں اور شہروں میں اِلٰہ بھی مختلف ہوتے تھے۔ اور ہر شہر کا ایک بڑا اِلٰہ بھی ہوتا تھا۔ اُر کا بڑا اِلٰہ چاند تھا۔ دوسرا بڑا شہر لرسا تھا۔ اس کا بڑا اِلٰہ سورج تھا اس کی آبادی دو لاکھ سے زیادہ تھی۔ اُر عراق کا دارالحکومت اور بڑا تجارتی مرکز تھا۔ (سیرتِ سرورِ عالم جلد دوم، از سید مودودی)

عراق کی آبادی تین طبقوں پر مشتمل تھی:

(۱) عمیلو:۔ یہ اونچے طبقے کے لوگ گنے جاتے تھے جس میں جاگیردار، زمیندار، فوجی اور پجاری شامل تھے۔ اس طبقے کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان کے تمام حقوق دوسروں سے مختلف تھے۔

(۲) مِشکینو:۔ یہ تاجر، صنعت کار اور کاشت کار تھے۔

(۳) اَردو:۔ یعنی غلام۔

نمرود عراق کا بادشاہ تھا۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلاَم کے والد بہت بڑے پنڈت اور نمرود کے مشیر خاص اور طبقہ عمیلو کے فرد تھے۔ ابرہیم عَلَیْہِ السَّلاَم بچپن سے ہی بہت ذہین، بہادر اور باوقار تھے۔ تفکر اُن کے مزاج میں رچا بسا تھا۔

وہ دیکھتے تھے کہ غلام اُداس رہتے ہیں۔ پنڈت سازشوں میں ڈوبے رہتے ہیں اور اشاروں میں باتیں کرتے ہیں۔ جاگیرداروں کے ظلم کے قصے عام ہیں اور ان کے خوفناک قہقہے ہر وقت سنائی دیتے ہیں۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلاَم سوچتے تھے یہ مورتیوں کو پوجنا کس لئے

Marfat.com

ہے؟ جاگیرداروں، پیروں، پنڈتوں اور بادشاہوں کے آگے جھکنا کیسا گند ہے؟ یہ رسمیں اور چڑھاوے کیوں ہیں۔

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام بالغ ہونے کے قریب پہنچے تو وہ اپنے والد کے بت تراشنے کے کارخانے پر غور کر کے حیران رہ گئے۔ اور جب لوگوں کو دیکھا کہ وہ کارخانے میں تراشے ہوئے بتوں کی پوجا میں مگن ہیں تو ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام سوچنے لگے کہ یہ سلسلہ ہے کیا چیز؟ پہلے تو انہوں نے اپنے والد ہی سے دریافت کیا، یہ بت جو آپ تراش کر فروخت کرتے ہیں معبودیت کے قابل کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ ان کے والد انہیں مطمئن نہ کر سکے۔ اب ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام نے ان لوگوں سے گفتگو کی جو بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ وہ لوگ کہتے کہ ان کے باپ دادا ان کی پوجا کرتے آئے ہیں اس لئے وہ انہی کی تقلید کرتے ہیں، غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام غور کرتے رہے۔

گاؤں میں لوگ ستارے کو پوجتے تھے۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام نے ستارے کو دیکھا غور کیا لیکن ستارا ڈوب گیا۔ اُر میں لوگ چاند کو بڑا الٰہ بنائے ہوئے تھے۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام نے چاند پر غور کیا اور دیکھا کہ وہ بھی ڈوب گیا۔ لرسا میں سورج کو سب سے بڑا الٰہ بنا رکھا تھا وہ بھی ڈوب گیا۔ ڈوبنے والا کبھی الٰہ نہیں ہو سکتا ہے۔

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام نے کائنات کا مشاہدہ اور غور و فکر، تفکر و تدبر کیا تو اللہ نے ان کی مدد کی اور انہوں نے دینِ فطرت کو پا لیا۔ اور وہ اللہ کے مسلم بن گئے۔ حق کو معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ اس کائنات کا خالق ایک اللہ ہے۔ وہی مالک ہے۔ وہی ربّ ہے۔ وہی حاکم ہے۔ تمام تعریف اُسی کے لئے ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اُسی کی عبدیت میں جکڑا ہوا ہے۔

علم کی اس روشنی کا ملنا تھا کہ نوجوان ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام توحید کا پیغام لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ تو پنڈتوں اور پجاریوں میں کھلبلی مچ گئی۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام نے توحید کا پرچار تیز سے تیز کر دیا تو ان کے رشتے دار بھی بپھر گئے۔ ساری قوم اور حکومت ان کی دشمن ہو گئی۔ اور نوجوان رسول ڈٹا رہا۔ اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ ان مورتیوں کی خبر ضرور لے گا۔ اور اُر کے ایک سب سے بڑے مندر میں اس نے جراُت کی انتہا کر دی۔ جب تمام مورتیوں کو توڑ پھوڑ دیا اور ایک سب سے بڑی

Marfat.com

مورتی کو چھوڑا۔

پنڈت سمجھ گئے، یہ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کا ہی کام ہے۔فوراً ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کو گرفتار کرلیا گیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح اُرمیں پھیل گئی۔عوام اِکٹھا ہوگئے۔ ہزاروں کے مجمع میں ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ سے سوال کیا''یہ تم نے کیا کیا؟''جرأت مند ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ نے جواب دیا اس بڑی مورتی سے پوچھ لو۔لوگوں میں سناٹا چھا گیا۔پیروں، پنڈتوں اور پجاریوں کے منہ لٹک گئے۔ مورتی پوجا کا نظام دھڑام سے زمین بوس ہوگیا۔ان کے پاس ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کی اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔وہ جان گئے تھے کہ یہ مورتی کوئی جواب نہیں دے سکتی۔لیکن پھر بھی وہ ڈھیٹ بنے ہوئے تھے۔آخر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔جرأت مند ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ نے بے باکی کے ساتھ بادشاہ کے بھرے دربار میں اعلان کیا کہ میرا ربّ وہ ہے، جس کے اختیار میں زندگی اور موت ہے۔بادشاہ نے جواب دیا، یہ اختیار تو مجھے بھی ہے۔ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ نے کہا اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے،تو اُسے مغرب سے نکال لا۔یہ سن کر وہ منکرِحق ہکا بکا رہ گیا۔لیکن بادشاہ اور درباری پھر بھی ایمان نہیں لائے۔انہیں معلوم تھا اس حقیقت کو تسلیم کرنے کا مطلب حکومت سے دستبردار ہوجانا ہے۔جس کے لئے وہ تیار نہیں تھے۔ان کا نفس طاغوت کا پجاری بنا ہوا تھا۔آخر پنڈتوں، پیروں اور مشیروں سے سرگوشیوں کے بعد بادشاہ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کو زندہ جلادینے کا فیصلہ کیا۔

ایک بہت بڑا الاؤ روشن کیا گیا۔بہت ساری لکڑیاں ڈال کر آگ خوب دہکائی گئی۔عراق کے لوگ اس جرأت مند نوجوان رسول کو جو ایک اللہ پر کامل ایمان رکھتا تھا، کا انجام دیکھنے اکٹھے ہوگئے۔ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کو لایا گیا۔وہ پوری طرح پُرسکون مطمئن اور حوصلہ مند تھے۔کیوں کہ اُنہیں اکیلے اللہ پر بھروسہ تھا، وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی مُشکل کُشا نہیں ہے۔ آخر اُنہیں دھکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا گیا۔

عراق کے لوگ حیران رہ گئے، اُن کی آنکھیں جھپک نہیں رہی تھیں، جب اُنہوں نے دیکھا کہ دہکتی ہوئی آگ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ کے لئے اچانک ٹھنڈی ہوگئی اور سلامتی والی بن گئی۔

اس کے بعد ابراہیم عَلَیْہِ السَّلامَ ہجرت کر گئے۔کہنے کو تو بہت آسانی سے کہا جاسکتا ہے کہ

Marfat.com

ہجرت کر گئے، لکھنے کو بھی بہت آسانی سے لکھا جا سکتا ہے کہ ہجرت کر گئے۔لیکن کاش کوئی زبان بتا سکتی کوئی قلم لکھ سکتا کہ ہجرت کرنا کتنا مشکل ہے۔عظیم انسانوں کی عظیم آزمائش ہجرت۔عظیم عبادت ہجرت۔ہجرت کی روشنی قیامت تک قائم رہے گی۔اسی روشنی سے انسانیت قائم ہے۔اِسی روشنی سے حق پرستی زندہ ہے۔اس کی خوشبو دنیا کی تمام خوشبوؤں سے خوبصورت ہے۔کیوں کہ اس میں اسلام کی خوشبو ہے۔اللہ کی خوشنودی ہے۔یہ ایمان کا نچوڑ ہے۔

اور اللہ کے حکم سے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ مہاجر بن گئے۔اُنہیں ہجرت کی خوشبو نے اور بزرگ بنا دیا۔ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کے بھتیجے لوط عَلَیْہِ السَّلَامَ ہجرت کے وقت ساتھ تھے۔اور اس عظیم آزمائش میں ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کی بیوی سیدہ سارہ عَلَیْہَا السَّلَامَ بھی ان کے ساتھ تھیں۔پہاڑوں سے بڑا عزم رکھنے والے اللہ کے رسول ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ توحید کی مشعل روشن کیے عراق سے شام، فلسطین مصر اور عرب کے ریگستانوں میں حق کا پیغام پھیلاتے رہے، مصر میں انہوں نے ایک اور پرعزم خاتون سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَامَ سے شادی کی۔

حق کا پرچار جاری رہا۔آزمائشیں آتی رہیں۔ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کامیاب ہوتے رہے۔اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے وقت کی گئی ان کی دُعا قبول فرمائی اور ایک بردبار لڑکے کی نعمت سے نوازا۔لڑکے کا نام اسمٰعیل رکھا۔لیکن نعمت کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کے لئے ایک اور کڑی آزمائش تیار تھی۔آزمائشوں پر صبر کا پہاڑ بنے رہنے والے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ ہر آزمائش کے لئے ہر وقت تیار تھے۔

اللہ کے حکم اور ہدایت کے مطابق اللہ کے بندے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ نے اپنے چھوٹے سے اور اکلوتے بیٹے اسمٰعیل کو جس نے ابھی دودھ پینا چھوڑا ہی تھا اور بچے کی حیرت انگیز صبر اور اللہ پر توکل رکھنے والی ماں سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَامَ کو اس مقام پر لے جا کر چھوڑ دیا جہاں اُن کو خانہ کعبہ کی بنیادوں کو تعمیر کرنا تھا۔سُنسان وادی میں جہاں کوئی نہیں تھا۔ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ وہاں سے روانہ ہوئے۔سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَامَ ان کے پیچھے دوڑیں اور پوچھا اے ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَامَ) آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ یہ بات سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَامَ نے کئی بار پوچھی، پر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ صبر کا پہاڑ بنے رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔تب سیدہ

Marfat.com

ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ نے پوچھا کہ اے ابراہیم (عَلَیْہِ السَّلَامَ) کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ نے ہاں میں جواب دیا اور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ تب سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ نے کہا ''اللہ ولی کافی ہے۔ اللہ ہمیں ضائع نہیں کریگا''۔ اور بچے کی طرف تیزی سے پلٹ آئیں۔

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ پہاڑ کی اوٹ سے کچھ دیر اپنے بیٹے اور بیوی کو دیکھتے رہے۔ پھر فلسطین جانے سے پہلے بیت اللہ کی جگہ کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ ''ان لوگوں کو کھانے کے لئے پھل دینا، اور اس جگہ کو پرامن بنانا''۔

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ نے سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ کے پاس چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں اور پانی کا ایک مشکیزہ چھوڑا تھا۔ جب پانی ختم ہو گیا تو بچہ پیاس سے تڑپنے لگا۔ بچے کا تڑپنا ماں سے دیکھا نہ گیا۔ وہ پریشان ہو اُٹھیں اور صفا پر کھڑی ہو گئیں۔ بچے کو دیکھا اور ہاتھ اُٹھا دئے، اللہ کو پکارا اور مروہ کی پہاڑی کی طرف دوڑ پڑیں۔ یہ عمل سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ نے صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ کیا۔ آخری مرتبہ مروہ کی پہاڑی پر اُنہوں نے ایک آواز سنی وہ دوڑتی ہوئی اسمٰعیل (عَلَیْہِ السَّلَامَ) کے پاس آئیں۔ اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ کے پاس زمین سے پانی کا چشمہ اُبل رہا تھا۔ سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ جلدی جلدی لپ بھر بھر کر پانی مشکیزے میں بھرنے لگیں، لیکن جب پانی تیزی سے آنے لگا تو سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ نے چاروں طرف مٹی ڈال کر کہا زم زم یعنی ٹھہر جا، پانی ٹھہر گیا۔

سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ نے بچے کو پانی پلایا، خود بھی پیا۔ فرشتے نے کہا ڈرومت، یہاں اللہ کا گھر ہے۔ جس کو یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کریں گے۔ اور یہاں کے رہنے والوں کو اللہ امن میں رکھے گا۔ (دیکھئے مضمون سیدہ ہاجرہ علیھا اسلام)

سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ زم زم کے پانی پر کچھ مدت سے گزارہ کر رہی تھیں کہ قبیلہ جُرہم کے کچھ خاندان کِدا کی طرف سے آئے، اور مکّہ کے نشیبی حصے کی طرف ٹھہر گئے۔ وہاں اُنہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ ایک مقام کے گرد اُڑ رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا یہ پرندہ تو پانی پر چکر لگا رہا ہے۔ پھر وہ وہاں آئے اور سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ سے اجازت چاہی کہ وہ یہاں آباد ہو جائیں، سیدہ ہاجرہ

Marfat.com

عَلَیْھَا السَّلَامَ نے کہا ''ہاں'' مگر پانی پر تمہارا قبضہ نہیں ہوگا۔ اُنہوں نے کہا ''بہت اچھا'' اور وہ لوگ وہاں پر آباد ہو گئے۔ سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ خود بھی چاہتی تھیں کہ کچھ خاندان یہاں آباد ہوں۔

جرہموں نے سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ کو بہت ملنسار پایا۔ وہ لوگ سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ کے پاس اپنے بچوں اور عورتوں کو آداب سیکھنے کے لئے بھیجتے تھے، سیدہ ہاجرہ عَلَیْھَا السَّلَامَ حکمت بھری باتیں کرتیں تھیں، وہ بہت باوقار اور حوصلہ مند خاتون تھیں۔

اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ جُرہموں میں پلے بڑھے اور اُنہیں سے عربی زبان سیکھی۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ اپنے بیوی اور بیٹے سے ملنے اور ان کی خبر گیری کے لئے کبھی کبھی مکہ آتے رہتے تھے اور کچھ مدت تک مکہ ہی میں قیام کرتے اور جُرہموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے۔

اب تک ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ ہر آزمائش میں پورے اُترے تھے لیکن اس بار مکّہ میں قیام کے دوران شدید آزمائش ان کا انتظار کر رہی تھی۔ اس وقت ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کی عمر تقریباً ایک سو سال کی تھی، وہ خواب میں دیکھتے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔ صرف اور صرف ایک اللہ پر ایمان رکھنے والے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ جب اپنے خواب کا ذکر اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ سے کرتے ہیں تو موحدِ باپ کے موحدِ بیٹے نے فوراً جواب دیا، ابا جان آپ اپنے ربّ کی مرضی پوری کر دیجئے، اِن شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ چودہ سال کے اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ کا جواب دیکھئے ''اِن شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ نے ہجرت کے وقت جو دُعا کی تھی وہ مکمل طور پر قبول ہوئی تھی۔ اللہ نے اُنہیں صالح بیٹا اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ دیا جو اللہ کی خوشنودی کے خاطر جان دینے کے لئے تیار ہے۔

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ نے اپنے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا اور نیچے سے ہاتھ ڈال کر گلے پر چھری رکھی ہی تھی کہ اللہ نے فرمایا، اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ اور جبرائیلؑ نے چھری چلانے سے روک دیا اور کہا کہ آپ کے رب نے اسمٰعیلؑ کے بجائے اس مینڈھے کی قربانی کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس بڑی آزمائش میں پورے اُترنے کے بعد اللہ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کو انسانوں کا امام بنایا۔ (معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا، اس کے سینگ خانہ کعبہ میں عبداللہؓ بن زبیرؓ کے زمانے تک

Marfat.com

محفوظ تھے )۔(سیرت سرورِ عالم از ۔سید مودودی)

قربانی کے واقعے کے کچھ عرصہ بعد اللہ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامْ کو دوسرا بیٹا اسحاق عَلَیْہِ السَّلَامْ دیا۔ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامْ زیادہ عرصہ فلسطین ہی میں رہے،اور اُنہوں نے ۱۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

Marfat.com

# سیدہ ہاجرہ عَلَیُہا السَّلاَم

سیدہ ہاجرہ عَلَیُہا السَّلاَم کا درجہ بہت بلند ہے

(۱) کبیرہ مصر

(۲) زوج ابراہیم عَلَیُہِ السَّلاَم

(۳) محدثہ ملئک (جن سے فرشتوں نے باتیں کی)

(۴) والدہ اسمٰعیل عَلَیُہِ السَّلاَم

(۵) مالکہ زم زم

(۶) بانیہ بلدۃ الامین مکّہ معظّمہ

(۷) امّ لعرب المستعربہ

(۸) جدۃ النبی محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

اُن کے والدین نے ان کا نام ہاغار رکھا۔ وہ مصر میں ایک قریہ کی رہنے والی تھیں۔ جس کو اُم العریک کہتے ہیں۔ شرقی مصر میں بحر روم کے ساحل کے ساتھ واقع ہے۔ آج کل اُسے الخلیل کہا جاتا ہے۔ جب سیدہ ہاغار اور ان کا خاندان ابراہیم عَلَیُہِ السَّلاَم کی تبلیغ سے مسلمان ہو گیا تو سیدہ ہاغار نے بھی توحید کا پرچم تھام لیا اور توحید کی منادی میں ابراہیم عَلَیُہِ السَّلاَم کے ساتھ ہو گئیں تو اُنہیں بھی ہجرت الی اللہ کرنا پڑی۔ تب ان کا نام ہاجرہ ٹھہرا۔ ہجرت کے بعد سیدہ ہاجرہ کی شادی سیدہ سارہ نے خود ابراہیم عَلَیُہِ السَّلاَم سے کروائی اس لئے سیدہ ہاجرہ زندگی بھر سیدہ سارہ عَلَیُہا السَّلاَم کی ممنون و مشکور رہیں اور اس احسان مندی کے اظہار میں اپنے آپ کو سیدہ سارہ عَلَیُہا السَّلاَم کی خدمت گار کہلواتی رہیں۔ نکاح کے پہلے ہی سال اسمٰعیل کی پیدائش سے کچھ دن پہلے اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے سیدہ ہاجرہ عَلَیُہا السَّلاَم کے سامنے آ کر بشارت دی کہ ان کے ہاں بیٹا ہو گا اور اس کا نام اسمٰعیل رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کو بنو اسمٰعیل سے اپنے گھر کی خدمت لینا منظور تھا۔ اللہ ہی کے حکم سے ابراہیم

Marfat.com

عَلَیْہِ السَّلَام نے اپنے لاڈلے بیٹے اور پیاری بیوی کو اس سُنسان بیابان میں چھوڑ دیا جسے لوگ فاران کے نام سے جانتے تھے اور جہاں اب مکہ آباد ہے۔ اُس وقت وہاں نہ پانی تھا اور نہ ہی کوئی انسان۔

جب سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام کے پاس پانی ختم ہو گیا، اور اسمٰعیل (عَلَیْہِ السَّلَام ) پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے اور سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام دوڑتی ہوئی مروہ کی پہاڑی پر ساتویں چکر میں پہنچیں تو انہوں نے ایک آواز سنی، سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام نے کہا، اگر تجھ سے کچھ فائدہ ہوسکتا ہے تو سامنے آ۔ اور فوراً ہی اپنی آواز کی گونج کے ساتھ ہی مروہ سے دوڑتی ہوئی بیٹے کے پاس پہنچیں۔ درخت کے سائے میں اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَام کے پاس زمین سے پانی کا چشمہ اُبل رہا تھا۔ سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام نے چوطرف مٹی ڈال کر کہا زم زم۔ سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام کے زم زم کہنے کے ساتھ ہی پانی ٹھہر گیا۔ اور جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام بھی سامنے آ گئے اور سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام کو سلام کیا اور کہا ''یہاں اللہ کا گھر ہے، جس کو یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کریں گے''۔ اور اللہ اس گھر کے لوگوں کو امن میں رکھے گا۔ (دیکھئے مضمون: ابراہیم علیہ اسلام)

تورات (باب ۲۱ درس ۱۵ تا ۱۹ کتاب پیدائش) میں ہے کہ جب ہاجرہ کے پاس پانی ختم ہو گیا اور اسمٰعیل پیاس سے مرنے کے قریب ہو گئے تب اللہ کا فرشتہ ہاجرہ خاتون سے ہم کلام ہوا اور ان کو اسمٰعیل اور ان کی نسل کی کثرت اور ان کی عظمت کی بشارت سنائی اور ان کے لئے ایک چشمہ بھی ظاہر ہو گیا۔ (رحمتہ للعالمین از قاضی سلیمان سلمان منصور پوری)

صحیح بخاری اور تورات کی روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ سیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَام کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر بلند تھا کہ فرشتہ کبھی سامنے آ کر ان سے بات کرتا اور کبھی آسمان سے پکار کر خطاب کرتا اور اللہ کے حکم سے جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے لئے زم زم کا چشمہ کھود کر دیا۔ (رحمتہ للعالمین از قاضی سلیمان سلمان منصور پوری)

ابن اسحاق سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا جب تم ملک مصر فتح کرو تو وہاں کے لوگوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آنا کیوں کہ وہ

Marfat.com

لوگ ہمارے ذی رحم ہیں۔ ابن اسحاق کہتے ہیں، میں نے محمد بن مسلم سے جس نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تھی، دریافت کیا کہ اہل مصر کو ذی رحم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس رشتہ سے فرمایا؟ محمد بن مسلم نے کہا، اس رشتہ سے کہ اسمٰعیل عَلَیْهِ السَّلَامْ کی والدہ سیدہ ہاجرہ (عَلَیْهَا السَّلَامْ) اہل مصر سے تھیں۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

☆☆☆

Marfat.com

# اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کے پہلے بیٹے اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ ہیں۔ ماں باپ نے ان کا نام اسمٰعیل رکھا جو سمع اللہ کا ہم معنی ہے۔ ''یعنی اللہ کا سننا'' گویا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السَّلام کی دُعا سن کر فرزند عطا کیا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا) یہ معنی توراۃ کی کتاب پیدائش میں بھی اسی طرح بیان کئے گئے ہیں، اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے، اللہ نے سنی۔ (رحمتہ للعالمین از قاضی سلیمان سلمان منصور پوری)

ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ مکّہ آتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ مکّہ آئے تو اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ گھر پر نہ تھے۔ آپ بہو سے ملے۔ بہو کا رویہ انہیں پسند نہیں آیا۔ پھر اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ نے قبیلہ جرہم کے سردار کی بیٹی سے شادی کی۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ نے اُسے پسند فرمایا۔

اس کے بعد ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ مکّہ آئے اور انہوں نے اپنے بیٹے اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر شروع کی۔ اس وقت اُنہوں نے یہ دعا مانگی۔

''ہمارے رب ہماری یہ خدمت قبول فرما تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے''۔ (ترجمہ سورت البقرہ آیت ۔۱۲۷)

''ہمارے رب ہم کو اپنا مسلم بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی امت اُٹھا جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری توبہ قبول فرما، تو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے'' (ترجمہ سورت البقرہ آیت ۔۱۲۸)

اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ نے تمام عمر اللہ کا پیغام اہل عرب تک پہنچایا اور انہیں بیت اللہ کے حج کے لئے دعوت دیتے رہے۔

اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ اپنے والد کے پاس فلسطین جاتے رہتے تھے، چنانچہ جب ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کی وفات ہوئی اس وقت وہ اپنے والد کے پاس موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جُرہم کے سردار کی صاحبزادی سے اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامَ کو بارہ بیٹے عطا فرمائے۔ جن کی اولاد عرب میں پھیلی اور مستعربہ کہلائی۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا)

Marfat.com

توراۃ سے ثابت ہے، اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم کے بارہ فرزند ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) نبیت (۲) قدار (۳) اوبئیل (۴) بسام (۵) دومہ

(۶) سمعا (۷) مشا (۸) حدر (۹) تیمہ (۱۰) وطور

(۱۱) نفیس (۱۲) قدمہ۔ (رحمتہ للعالمین از قاضی محمد سُلیمان سلمان منصور پوری)

اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم کے یہ بارہ لڑکے رئیس تھے۔ ان لڑکوں کے نام پر عرب میں بارہ قبیلے وجود میں آئے۔ ان کی بستیوں اور قلعوں کے نام بھی ان ہی کے نام پر تھے۔

اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم تا حیات مکّہ کے سربراہ اور بیت اللہ کے متولی رہے۔ ۱۳۷ (ایک سو سینتیس) سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے بعد ان کے دو صاحبزادے نبیت اور قدار یکے بعد دیگرے مکّہ کے والی ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد جُرہم مکّہ کے سربراہ بن گئے۔ اس طرح مکّہ کی سربراہی بنو جُرہم میں منتقل ہوگئی اور تقریباً کوئی دو ہزار برس تک قبیلہ جرُہم مکّہ پر حکمرانی کرتا رہا۔

## محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا شجرہ نسب

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمُطلب (شَیبَہ) بن ہاشم بن عبدمُناف (مغیرہ) بن قُصّی بن کِلاب بن مُرہ بن کَعب بن لُوَیّ بن غالِب بن فہر بن مالک بن نضر بن کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرِکہ بن الیاس بن مُضر بن نزار بن مَعَدّ بن عدنان۔ (بحوالہ ابن ہشام، رحمتہ للعالمین جلد۲، الرّحیق المختوم)

محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نسب نامہ عدنان تک محفوظ اور معتبر ہے۔ اور جس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عدنان اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم کی اولاد میں سے تھے۔ چونکہ عدنان کا اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم کے خاندان سے ہونا قطعی اور یقینی ہے اس لئے اہل عرب عدنان سے اوپر زیادہ تر مشہور آدمیوں کے نام لے کر بیچ کی پیڑھیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تاہم عرب میں ایسے عالم تھے، جو معد بن عدنان سے لے کر اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم تک مشہور پشتوں کے نام لیتے تھے اور ان مشہور آدمیوں کے نام کے قبیلے اور خاندانوں کی شہادت میں عرب کے

Marfat.com

اشعار آج بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

عدنان تک محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا سلسلہ محفوظ ہے اور اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلاَم تک کا درمیانی سلسلہ چونکہ غیر منضبط اور تعداد میں اختلاف ہے اس لئے ہم نے عدنان کے اوپر کا سلسلۂ نسب نہیں لکھا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

# محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اجداد

فصل: عدنان: ۲۱ ویں پیڑھی

محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اجداد میں عدنان اکیسویں پیڑھی پر ہیں۔ عدنان کے دو بیٹے تھے۔
(۱) معد اور (۲) عک

عک حجاز سے اُٹھ کر یمن چلے گئے۔ معد اپنے والد کے ساتھ مکہ میں ہی رہے۔ عدنان اپنے قبیلے کے سردار تھے۔ وہ اپنے قبیلے کے فیصلے خود کرتے اور دوسرے قبائل کے افراد بھی فیصلے کروانے ان کے پاس آتے تھے۔

عدنان کچھ حد تک دین پر عمل کرتے تھے۔ (واللہ اعلم) فلسطین کے مقابلہ میں عرب میں دین حنیف بیت اللہ کی وجہ سے زیادہ عرصہ تک قائم رہا۔ دوسری بڑی وجہ اسمٰعیل عَلَیۡہِ السَّلَامَ کی قربانی کی سُنت پر عرب قائم تھے۔ باقی حج کے طریقوں میں انہوں نے بہت ساری بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔

حکمران خاندان جرہم میں ضعف آ گیا تھا۔ وہ بدعمل ہو گئے تھے۔ اللہ کے سوا دوسرے اولیاء کے چکروں میں پھنس گئے تھے۔ کام چور بن گئے تھے۔ فال نکالنا شروع کر دیا تھا۔ ستارہ پرستی شروع کر دی تھی۔ ان کی تلواروں میں زنگ لگ گیا تھا۔ ان کے نیزے ٹوٹ گئے تھے۔ تیر گھڑنے والے معدوم ہو رہے تھے۔ وہ اپنا نام ''مسلم'' تک بھول گئے تھے اور دین کے بجائے رواجوں نے اُنہیں جکڑ لیا تھا۔ ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَامَ کی اُمت، اللہ کے سوا ہر چیز سے ڈرنے لگ گئی تھی۔ وہ اوہام اور خدشات میں گھر گئے تھے اور توہمات کے شکار ہو گئے تھے۔ قبروں کو آستانوں کا نام دیکر ان کے مجاور بن گئے تھے۔ سادھو خانقاہوں کے راہب بن گئے۔ گمان اور قیاس کے گھوڑے دوڑانے والے گرو ان کے پنڈت بن گئے اور پنڈتوں کے قیاس نے ان کو فرقوں میں بانٹ دیا۔ وہ منتشر ہو گئے اور اندھیری غار میں لڑھکتے چلے گئے۔

Marfat.com

فصل: معد: ۲۰ بیسویں پیڑھی

معد نے بنو جرہم میں شادی کی۔ معد کے چار بیٹے ہوئے۔

(۱) نزار (۲) قضاعہ (۳) ایاد (۴) قنص

فصل: نزار: ۱۹ اُنیسویں پیڑھی

ابن اسحاق کے قول کے مطابق نیزار کے تین بیٹے۔

(۱) مضر (۲) ربعیہ اور (۳) انمار تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ایک اورلڑکا بھی تھا جس کا نام ایاد تھا۔ (نیزار کے ایک بھائی کا نام بھی ایاد تھا)۔ قاضی محمد سُلمان سُلمان منصور پوری نے بھی نزار کے ایک بیٹے کا نام ایاد لکھا ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ نیزار کی کنیت ابوایاد تھی۔

نزار نے اپنی وفات سے پہلے ہی جائداد تقسیم کردی۔

(۱) مضر کو اونٹ، خیمہ اور دینار (۲) ربعیہ کو گھوڑے اور ہتھیار

(۳) انمار کو گدھے (۴) ایاد کو بھیڑ بکریاں دیں۔

(مضر سب سے بڑے بیٹے نہیں ہیں۔ لیکن عمود نسب محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں جو نام آتا ہے اُسے ہم نے سب سے پہلے لکھا ہے، اس سلسلہ میں یہی طریقہ سید مکرّم عبداللہ تک ملے گا)۔

فصل: مُضر: ۱۸ اٹھارویں پیڑھی

مُضر بنو عدنان میں سب سے بڑھ کر دولت مند تھے۔ ان کے والد نے ان کو تقسیم میں تمام سرخ رنگ کی چیزیں دی تھی۔ اس لئے تاریخ میں ان کا نام مضر الحمراء مشہور ہوا۔ کہتے ہیں مضر دین حنیف پر تھے۔ (واللہ اعلم) ان کے ایک بیٹے الیاس بہت مشہور ہوئے۔

فصل: الیاس: ۱۷ سترہویں پیڑھی

الیاس کی کنیت ابوعمرو تھی۔ ان کا لقب کبیر قوم تھا۔ ان کے تین بیٹے مشہور ہوئے۔

(۱) مدرکہ (۲) طانجہ اور (۳) قیس عیلان۔

Marfat.com

فصل: مدرکہ: ۱۶ سولھویں پیڑھی

مدرکہ کا نام عامر تھا اور کنیت ابو ہذیل۔ ان کے دو بیٹے خزیمہ اور ہذیل مشہور ہیں۔

فصل: خزیمہ: ۱۵ پندرھویں پیڑھی

خزیمہ کے تین بیٹے مشہور ہوئے۔

(۱) کنانہ (۲) ہون اور (۳) اسد

فصل: کنانہ: ۱۴ چودھویں پیڑھی

کنانہ کی کنیت ابوالنضر تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑے موحد تھے اور اللہ کے سوائے دوسرے اولیاء بنانے والوں کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ دین حنیف پر تھے اس لئے انہوں نے کسی بت، کسی پیر، یا کسی بھی شکل میں کسی کو بھی الٰہ نہیں بنایا سوائے اللہ کے۔ کنانہ کا اسلحہ شاندار تھا۔ تیز دھار تلواریں، مضبوط نیزے اور نوکیلے تیروں کے وہ شوقین تھے۔ دشمن ان سے کانپتا تھا۔ حکمران خاندان کے سرداران سے مل کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ ان کے چھ بیٹے تھے۔ ان سب میں نضر بہت مشہور تھے۔ کنانہ کی اولاد بنو کنانہ کہلاتی ہے۔

کنانہ کے دور میں حکمران خاندان بنو جُرہم کی حالت خراب سے خراب تر ہوگئی۔ اُنہیں تنگ دستی نے آگھیرا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے زائرین بیت اللہ پر زیادتیاں شروع کر دیں اور خانہ کعبہ کا مال تک کھانے لگ گئے۔ بنو عدنان اندر ہی اندر ان کی حرکتوں پر کڑھتے اور بھڑکتے رہے۔ بنو خزاعہ نے دیکھا کہ بنو عدنان بنو جرہم سے نفرت کرنے لگے ہیں تو اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایک عدنانی قبیلے بنو کنانہ کو ساتھ ملا کر بنو جُرہم کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور اُنہیں مکّہ سے نکال کر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔

فصل: نضر: ۱۳ تیرھویں پیڑھی

نضر کا نام قیس تھا، وہ بہت خوبصورت تھے اس لئے اُنہیں نضر کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو یخلد تھی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ نضر ہی قریشی ہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ نضر کے پوتے فہر کا لقب قریش ہے۔ جو فہر کی اولاد میں ہیں وہ قریش کہلاتے، جو ان کی اولاد سے نہیں ہیں وہ قریش نہیں کہلاتے۔ نضر اور ان کے بھائی بنو کنانہ کہلاتے ہیں۔ نضر میں حلم، بردباری، سخاوت، خودداری، سنجیدگی اور وفائے عہد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کہتے ہیں وہ دین ابراہیم عَلَیْہِ

Marfat.com

السَّلامَ پر تھے۔ان کے ایک بیٹے مالک بہت مشہور ہوئے۔

فصل: مالک: ۱۲ بارھویں پیڑھی۔

ان کی کنیت ابوالحارث تھی۔ان کے بیٹے فہر بہت مشہور ہیں۔

فصل: فہر: ۱۱ گیارھویں پیڑھی

فہر کا لقب قریش ہے۔حجاز کی لغت میں ویل مچھلی کو قریش کہتے ہیں۔جو سمندر میں سب سے بڑا اور طاقت ور جانور ہے۔فہر اور اولادِ فہر کو اس لئے قریش کہنے لگے کہ وہ بھی عرب میں تمام قبائل سے طاقت ور تھے۔(رحمتہ للعالمین جلد۔۲،از قاضی سلیمان سلمان منصور پوری)

فہر ایک طاقت ور سردار تھے۔اُنہیں دنوں میں یمن کے حاکم حسان نے ایک بڑی فوج کے ساتھ مکّہ پر حملہ کیا تو فہر کے لشکر نے حسان کو شکست دی،اس سے فہر کی شوکت کا سکہ عرب میں قائم ہو گیا۔فہر بہت ہی فیاض تھے۔وہ ضرورت مندوں کی خبر گیری کرتے اور اپنے مال سے ان کی حاجت روائی کرتے۔

فہر کے چار بیٹے تھے۔ (۱) غالب (۲) محارب (۳) حارث اور (۴) اسد تھے۔

فصل: غالب: ۱۰ دسویں پیڑھی

غالب کی کنیت تیم تھی۔انکے بیٹے لُوئی اور تیم بہت مشہور ہوئے۔

فصل: لُوئی: ۹ نویں پیڑھی

ان کی کنیت ابوکعب تھی۔ان کے چار بیٹے تھے۔

(۱) کعب (۲) عوف (۳) عامر (۴) حرث چاروں ہی تاریخ میں مشہور ہوئے۔

فصل: کعب: ۸ آٹھویں پیڑھی

کعب عرب میں بڑے درجے کے سردار تھے۔عرب میں ان کا سن پیدائش جاری ہوا۔یہ سنہ واقعہ فیل سے تقریباً تین صدیوں تک جاری رہا۔ان کی کنیت ابوہصیص تھی۔ان کی اولاد میں مرّہ،سہم ،جمع اور عدی بہت مشہور ہوئے۔

فصل: مرّہ: ۷ ساتویں پیڑھی

مرّہ کی کنیت ابو یقیظ ہے۔ان کی اولاد میں کلاب (حکیم)، تیم، مخزوم، یہ بہت مشہور

Marfat.com

ہوئے۔اوران سب کے نام پر بڑے قبیلے ہوئے۔مرّہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھٹی پشت میں دادا لگتے ہیں۔

## فصل: کلاب: ۶ چھٹی پیڑھی

ان کا نام حکیم اور لقب کلاب ہے۔بعض نے ان کا نام عروہ بھی لکھا ہے۔ان کی کنیت ابوزہرہ تھی۔انہوں نے بہت ساری شکاری کتے پال رکھے تھے اس لئے کلاب لقب ہوگیا۔انکی اولاد میں قُصَی اور زہرہ بہت مشہور ہوئے۔کلاب سیدہ آمنہ کے چوتھی پشت میں دادا لگتے ہیں اور سید مکرّم عبداللہ کے پانچویں پشت میں دادا لگتے ہیں۔ان کی اولاد کا شجرہ یہ ہے۔

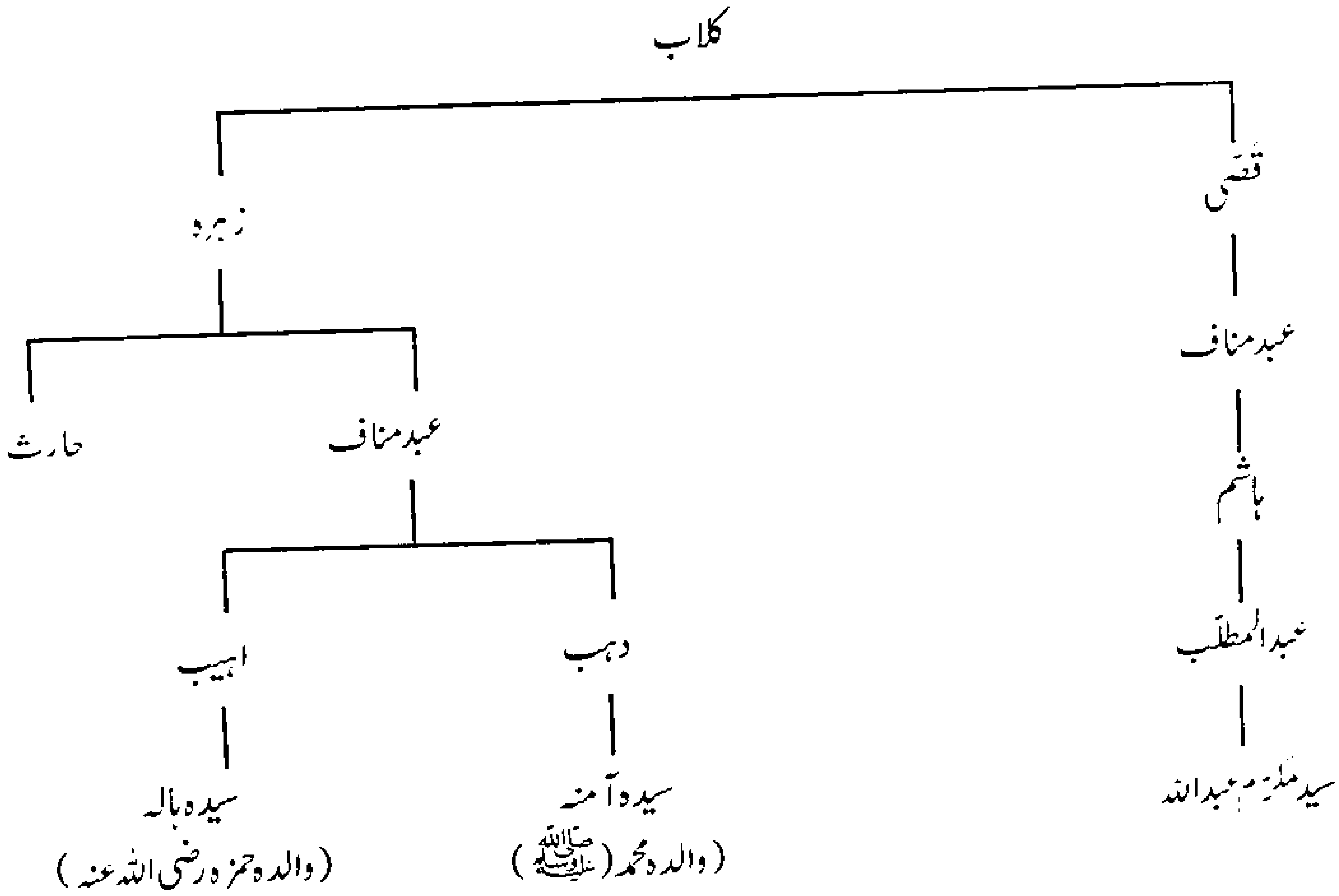


## فصل: قُصَی: ۵ پانچویں پیڑھی

قصی تقریباً ۴۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ان کا اصل نام زید ہے۔مکّہ پر بنوخزاعہ کی حکومت تھی۔مکّہ کے سربراہ حلیل نے اپنی بیٹی حُبّی کو قصّی سے بیاہ دیا۔اور تولیت بیت اللہ کا حق حُبّی کو عطا کیا اس طرح کعبہ کی نگہداشت کی ذمہ داری اور کلید برداری قصّی کو مل گئی۔حلیل نے وصیت کی تھی کہ اس کی وفات کے بعد مکّہ کی باگ ڈور بھی قصّی سنبھالے گا۔حلیل کے مرنے کے بعد مکّہ کی حکومت کے سربراہ قصّی بن گئے لیکن بنوخزاعہ نے اُنہیں تسلیم نہیں کیا اور قصّی سے جنگ چھیڑ دی۔دونوں طرف سے لوگ مارے گئے۔آخر یعمر بن عوف بن کعب کو فریقین نے اپنا منصف مان لیا۔یعمر نے فیصلہ

Marfat.com

کیا کہ:

(۱) کعبہ کی تولیت کے حقدار قصّی بن کلاب ہیں۔

(۲) مکّہ پر حکومت قصّی کرے گا۔

(۳) بنوخزاعہ مکّہ چھوڑ کر شہر کی حدود سے باہر چلے جائیں گے۔

(۴) قصّی بن کلاب اوران کے لشکر نے بنی خزاعہ اور اس کے لشکر کے جس قدر لوگ قتل کئے ہیں ان کا خون بہا (دیت) قصّی اور ان کا قبیلہ دیگا۔ دیت دینے کے بعد قتل کی ان سے باز پُرس نہیں ہوگی۔

(۵) جس قدر لوگ قریش اور بنی کنانہ اور اس کے لشکر میں سے بنی خزاعہ اور ان کے لشکر نے قتل کئے ہیں ان کا خون بہا ان کے ذمہ واجب الادا ہے۔ خون بہا (دیت) دینے کے بعد ان کے قتل کی بنوخزاعہ اور ان کے لوگوں سے باز پرس نہیں ہوگی۔

بنوخزاعہ کے آدمی زیادہ قتل ہوئے اس لئے جتنے زائد قتل ہوئے ان کا خون بہا قصّی نے ادا کر دیا اور پھر فیصلے پر عمل ہوا۔ بنوخزاعہ نے مکّہ چھوڑ دیا وہ شہر سے باہر چلے گئے۔ اس طرح قصّی کی حکومت مکّہ پر قائم ہوگئی۔ اور تقریباً سارے ہی قریش (اولاد فہر) مکّہ میں آکر آباد ہو گئے اور قریش کی عزت سارے ملک میں مُسلم ہوگئی۔ قصّی کی مکّہ پر حکومت تقریباً ۴۴۰ء میں قائم ہوئی۔

قصّی قریش میں پہلے شخص تھے، جنہوں نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلاَم کے بعد خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ قصّی نے دار لندوہ (پنچائت گھر) کی تعمیر کی جس کا دروازہ مسجد الحرام میں کھلتا تھا۔ اس پنچائت گھر میں مشترکہ کام اتفاق رائے سے طے ہوتے تھے۔ انفرادی امور شادی بیاہ بھی اسی میں طے پاتے۔ قصّی نے مکّہ کے لوگوں پر محصول لگایا جس کی آمدنی سے وہ غریبوں، مسکینوں اور حاجیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

قصّی کے تین بیٹے تھے۔ تینوں ہی بڑے سردار ہوئے اور عرب میں مشہور ہوئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبدمناف (۲) عبدالدار (۳) عبدالعزّے

قصّی کے بیٹوں میں عبدالدار سب سے بڑے تھے۔ قصّی نے وفات کے وقت اپنے سارے

Marfat.com

مناصب اور اعزازات کی وصیت عبدالدار کے لئے کر دی۔ عبدمناف اور عبدالعزے بڑے ہونہار اور لائق بیٹے تھے اس لئے قصّی کی وفات کے بعد اپنے باپ کی ناجائز وصیت کو کسی نزاع کے بغیر قائم رکھا۔ (عمودِ نسب نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں جو نام آتا ہے، اُسے ہم نے سب سے پہلے لکھا ہے، اس سلسلہ میں یہی طریقہ سید مکرّم عبداللہ تک ملے گا۔)

## فصل: عبد مناف: ۴ چوتھی پیڑھی۔

عبدمناف کا اصل نام مغیرہ ہے۔ وہ بہت خوبصورت تھے اس لئے اُنہیں قمر بھی کہتے ہیں۔ وہ غریبوں، ناداروں اور تنگ دستوں کی مدد کرتے تھے۔ وہ سخی انسان تھے۔ ان کے پاس پھُرتیلے گھوڑے اور تیز گام اونٹ تھے۔ عرب پر ان کا دبدبہ تھا۔

ان کے بڑے بھائی عبدالدار کی وفات کے بعد مناصب کو تقسیم کر لیا گیا۔ چنانچہ سقایہ اور رفادہ کے محکمے (مناصب) بنو عبدمناف کو دیئے گئے اور دارالندوہ کی سربراہی، لواء اور حجابت بنو عبدالدار کے ہاتھ میں رہی۔

مکّہ کی حکومت کے محکمے (مناصب) حسب ذیل تھے۔

(۱) دارالندوہ کی صدارت۔

(۲) لِواء۔ فوج کا سپاہ سالار اور جنگ میں پرچم باندھنا۔

(۳) حجابت۔ خانہ کعبہ کی خدمت اور کلید برداری۔

(۴) سِقایہ۔ پانی پلانا (پانی، شربت، دودھ، لسی وغیرہ)۔

(۵) رفادہ۔ حاجیوں اور تمام زائرین کعبہ کی میزبانی۔

عبدمناف کے چھ بیٹے تھے۔ لیکن چار بہت مشہور ہوئے، ان کے نام یہ ہیں

(۱) ہاشم (۲) مطلب (۳) عبدالشمس (۴) نوفل

## فصل: ہاشم: (سید مکرّم عبداللہ کے دادا)

ہاشم کا اصل نام عمرو تھا۔ ہاشم لقب پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک بار مکّہ میں اناج ملنا مشکل ہو گیا۔ یہ شام گئے ہوئے تھے۔ شام سے لوٹتے ہوئے اپنے اونٹوں پر اناج لاد کر لے آئے اور مکّہ پہنچ

Marfat.com

کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ توڑ کر ڈال دی۔ ہاشم ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اس سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔ اس کے بعد یہ ہر سال موسم حج میں دعوت عام کیا کرتے تھے اور یہی کھانا جسے ثرید بھی کہتے ہیں کھلایا کرتے تھے۔

ہاشم کے والد عبد مناف کی وفات کے بعد اُنہیں والد کے مناصب، اختیارات اور اعزازات ملے۔ اس لئے وہ اپنے قبیلے کے سردار بنے۔ وہ خانہ کعبہ کے زائرین کے کھانے پینے کے انتظامات کرتے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ حاجی بیت اللہ کے زائرین ہونے کی وجہ سے اللہ کے مہمان ہیں اور اللہ کے مہمانوں کی ضیافت کرنا سب سے بڑا اشرف ہے۔

ہاشم پہلے شخص تھے جنہوں نے قریش کے لئے تجارتی سفر کا طریقہ رائج کیا۔ ایک موسم سرما میں اور دوسرا موسم گرما میں۔ چنانچہ قریش موسم سرما میں یمن اور حبشہ اور گرمیوں میں شام کا سفر کرتے۔ ہاشم نے قیصر سے فرمان حاصل کر لیا تھا کہ قریش کا مال تجارت ملک شام میں بغیر کسی محصول کے داخل ہوتا رہے۔ عرب میں راستے غیر محفوظ تھے۔ ہاشم نے مختلف قبائل میں دورے کر کے ان سے معاہدے کئے جس سے راستے محفوظ ہو گئے۔ جب راستے محفوظ اور پُر امن ہو گئے تو مکّہ میں تجارت کو تہایت ترقی ملنے لگی اور اہل مکّہ کی تجارت میں مہارت بڑھنے لگی۔ باہر کے ممالک سے سوداگر مکہ میں اپنا مال لانے لگے۔ شہر مکّہ کے باہر میلے لگنے لگے اور تجارتی منڈیاں قائم ہو گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اہل مکّہ تجارت میں تمام نواحی ممالک کے سوداگروں پر بازی لے گئے۔ وہ تجارت کے اصولوں میں اُدھار، بٹہ اور سود (ظلم) کی صورتوں سے واقف ہو گئے اور ان تمام معاملات کو جان گئے، جن کا تجارت سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے۔

ہاشم نے ایک شادی یثرب کے مشہور قبیلہ نجار کے سردار عمرو بن زید کی بیٹی سلمٰی سے کی۔ ان سے ایک لڑکا ۴۹۷ء کے لگ بھگ پیدا ہوا۔ بچے کے سر کے بالوں میں سفید بالوں کا ایک گچھا تھا، اس لئے ان کا لقب شیبہ پڑ گیا۔ شیبہ نے عبد المطلّب کے نام سے شہرت پائی۔

ہاشم کے چار بیٹے تھے۔ لیکن تاریخ میں عبد المطلّب بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ ہاشم نے دورانِ سفر فلسطین کے شہر غزہ میں وفات پائی۔ ہاشم کے تمام مناصب اور اعزازات ان کے بھائی مطلّب کو تفویض ہوئے۔ مطلّب کی فضیلت و سخاوت کی وجہ سے قریش اُنہیں فیض کہا کرتے تھے۔

Marfat.com

مطلّب کی وفات کے بعد ان کے تمام مناصب و اعزازات ہاشم کے بیٹے شیبہ (عبد المطلّب) کو تفویض ہوئے۔

## فصل: عبدالمطلّب

عبدالمطلّب تقریباً ۴۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام عامر، کنیت ابوحارث، لقب شیبہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب یہ پیدا ہوئے، تو ان کے سر کے بالوں میں سفید بالوں کا ایک گچھا تھا اس لئے ان کو شیبہ کہتے ہیں۔ شیبہ کے معنی ہیں ''بوڑھا'' ایک قول یہ بھی ہے، کہ ''شیبہ'' لقب شگون کے طور پر تھا۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ عمر دراز ہوگی۔

ہاشم بن عبد مناف اپنی بیوی سلمٰی بنت عمرو بن زید کو شادی کے بعد مکّہ لے آئے تھے۔ اس قبیلے کے دستور کے مطابق بچے کی پیدائش سے پہلے ہاشم اپنی بیوی سلمٰی کو لے کر یثرب گئے اور بیوی کو ان کے والد عمرو کے گھر چھوڑا اور خود تجارت کے لئے شام روانہ ہوئے اور فلسطین کے شہر غزہ میں وفات پا گئے۔

اُدھر یثرب میں سلمٰی کے بطن سے بچہ پیدا ہوا۔ سلمٰی نے میکے میں اس کی پرورش کی۔ جب شیبہ دس بارہ برس کے ہوئے تو مطلّب ان کو لینے کے لئے یثرب گئے۔ سلمٰی نے اپنے بیٹے کو بھیجنے سے انکار کیا۔ مطلّب نے کہا جب تک تم میرے بھتیجے کو میرے ساتھ روانہ نہ کرو گی میں ہرگز یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ہم لوگ اپنی قوم میں نہایت عزت دار ہیں اور اپنی قوم اور شہر کے انتظامات ہم ہی کو کرنے پڑتے ہیں، یہ ہمارا بیٹا یہاں غیر قوم میں مسافرانہ رہتا ہے۔ اس کا اپنی قوم میں رہنا اس کے واسطے بہتر ہے اور مناسب ہے اور اس کے علاوہ بہت سی باتیں کیں۔ پھر شیبہ سے کہا کہ تجھ کو میرے ساتھ چلنے میں کیا انکار ہے؟ شیبہ نے عرض کیا میں آپ کا ہر طرح سے مطیع فرمان ہوں مگر والدہ صاحبہ کی اجازت بھی ہر امر میں مقدم سمجھتا ہوں۔ آخر مطلّب نے کہا کہ یہ اپنے والد کی حکومت اور اللہ کے حرم کی طرف جا رہے ہیں۔ اس پر ماں نے اجازت دے دی۔ اور مطلّب اُنہیں اپنے اُونٹ پر بیٹھا کر مکّہ لے آئے۔ اور اپنے بیٹوں سے بڑھ کر ناز ونعم سے ان کی پرورش اور تربیت کی۔ اس احسان مندی کے اظہار میں یہ تمام عمر اپنے آپ کو ''عبدالمطلّب'' (مطلّب کا غلام) کہلواتے رہے۔ ان کے اصل نام

Marfat.com

اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا کہ عبدالمطلب ہی ان کا نام سمجھا جاتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک ''محمدؐ'' عبدالمطلب ہی نے رکھا تھا، عبدالمطلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی قدر منزلت بڑھاتے تھے۔ وہ فرماتے میرا یہ فرزند بڑی شان والا ہے اور مجھے اُمید ہے تمام اہل زمین اس کی مدح وثنا کیا کریں گے۔ وہ کہتے میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ ایسے بلند مرتبے پر پہنچے گا جس پر اس سے پہلے کوئی عرب نہیں پہنچا۔ عبدالمطلب کہتے اس کا مزاج شاہانہ ہے۔ عبدالمطلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بیٹھا کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ اور سر پر ہاتھ پھیرتے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منہ چومتے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حرکات وسکنات دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

پاؤں کے نشان جاننے والے مشہور کھوجیوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اس بچے کی خاص حفاظت کرنا، کیوں کہ ہم نے کوئی نشان قدم (Foot Print) ایسا نہیں دیکھا جو مقام ابراہیم پر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامَ کے نشان قدم سے اس قدر مشابہت رکھتا ہو جیسے اس بچے کا نشان قدم رکھتا ہے۔ اس موقعہ پر ابوطالب موجود تھے، عبدالمطلب نے ان سے کہا غور سے سنو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرو۔ (مختصر سیرت رسولؐ: از شیخ محمد بن عبدالوہاب)

عبدالمطلب عوام وخواص میں بہت مقبول اور ہر دل عزیز تھے۔ یہ شیبۃ العرب مطعم الطیر، فیاض، سید قریش، شریف قریش، سردار قریش، سردار مکہ وغیرہ کے ناموں سے جانے جاتے ہیں۔

قحط پڑ جاتا تو عبدالمطلب اتنا کھلاتے کہ انسان، چوپائے اور پرندے تو کھاتے ہی تھے بلکہ پہاڑوں کے وحشی جانور بھی محروم نہیں رہتے تھے اور دعوت عام اس حالت میں ہوتی کے فیاضوں کے ہاتھ کانپتے رہتے تھے۔ (تاریخ طبری) عبدالمطلب نے اپنی قوم میں اس قدر شرف واعزاز حاصل کیا کہ ان کے آباؤ اجداد میں سے بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔ قوم نے ان کو دل سے چاہا اور ان کی بڑی عزت وقدر کی۔

عبدالمطلب بڑے انصاف پسند آدمی تھے۔ مکہ میں ایک دولت مند یہودی رہتا تھا۔ اس کی دولت کے لالچ میں چند لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کی اطلاع عبدالمطلب کو ہوئی تو اُنہوں نے قاتلوں کو ڈھونڈ نکالا۔ لیکن حرب بن اُمیہ نے ان قاتلوں کو پناہ دے دی۔ اُسی کے اکسانے پر یہ قتل ہوا

Marfat.com

تھا۔حرب بن اُمیہ اور عبدالمطلب میں تلخ کلامی ہوئی، عبدالمطلب چاہتے تھے کہ انصاف کے مطابق قاتلوں کو سزا دی جائے۔ یہ جھگڑا کافی بڑھا۔ باہمی خون ریزی سے بچنے کے لئے عمرؓ بن خطاب کے دادا کو فیصلے کے لئے حکم مقرر کیا گیا۔ عمرؓ بن خطاب کے دادا نفیل بن عبدالعزا نے فیصلہ دیتے ہوئے عبدالمطلب کی شخصیت کے بارے میں جو باتیں کہی وہ تاریخ میں محفوظ ہیں۔

اُنہوں نے حرب بن اُمیہ سے کہا تو ایسے شخص کا حریف بنا ہے جو تجھ سے زیادہ خوش رو ہے۔ جو قد میں تجھ سے لمبا ہے۔ اس کا سر تیرے سر سے بڑا ہے۔ اس کی برائیاں تجھ سے کم ہیں۔ وہ اولاد میں تجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کی سخاوت تجھ سے زیادہ ہے۔ مدد کرنے میں وہ تجھ سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ وہ غصے اور غضب سے دور رہتا ہے۔ اس کی بلند آواز قوم میں سنی جاتی ہے۔ وہ قبیلے کے اتحاد کے لئے طاقت ور ارادے رکھتا ہے۔ اس طرح فیصلہ عبدالمطلب کے حق میں ہوا۔ اور یہودی کے قاتلوں کو مقتول کے ورثا کو رضا مند کر کے دیت میں ایک سو اونٹ دینے پڑے۔ اس کی لوٹی ہوئی دولت یہودی کے ورثا کو واپس دلائی گئی۔ اس واقعہ سے عدل وانصاف کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کی تڑپ اور محبت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ عبدالمطلب کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی کہ ظلم و بغاوت نہ کرو اور اچھے اخلاق حاصل کرو۔ عبدالمطلب دین فطرت پر تھے۔ ان کے عہد میں واقعہ فیل ہوا، اور اس واقعہ سے دس برس تک تمام قریش نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی۔

عبدالمطلب کے ۱۲ بیٹے اور ۶ بیٹیاں تھیں، جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عبداللہ (یہ دسویں بیٹے ہیں) (۲) حارث (۳) زبیر

(۴) ابوطالب (عبدمناف) (۵) عبدالکعبہ (مقوم)

(۶) ابولہب (عبدالعزیٰ) (۷) غیداق (حجل)

(۸) مصعب (۹) ضرار (قثم) (۱۰) مغیرہ۔

مندرجہ بالا دس لڑکوں کی پیدائش کے بعد سید مکرم عبداللہ کی قربانی کا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت عبداللہ کی عمر ۱۸ برس کی تھی اور وہ سب سے چھوٹے تھے۔

قربانی کے واقعے کے بعد عبداللہ کی دو بھائی عباسؓ اور حمزہؓ پیدا ہوئے، حمزہؓ عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے چھوٹے بیٹے ہیں۔

Marfat.com

عبدالمطلب کے بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) امّ حکیم (بیضاء) (۲) امیمہ (۳) اروٰی (۴) برّہ

(۵) عاتکہ (۶) صفیہؓ

## فصل: عبدالمطلب چشمہ زم زم کی کھدائی

بنو جُرہم کے دور میں خانہ کعبہ میں شرک شروع ہوا تو چشمہ زم زم کا پانی بھی کم ہونا شروع ہو گیا۔ جیسے جیسے شرک بڑھتا گیا چشمہ کا پانی بھی کم ہوتا گیا۔ آخر بنو جرہم کا شرک اتنا بڑھا کہ اس میں بنو خزاعہ اور بنو عدنان بھی ڈوبتے چلے گئے۔ اور بنو خزاعہ کے ایک سردار عمرو بن لحی نے خانہ کعبہ میں بت نصب کر دیا۔ انہیں دنوں میں چشمہ زم زم مکمل خشک ہو گیا، اس کا نشان تک مٹ گیا اور صدیاں گزرنے کے بعد لوگ بھول ہی گئے کہ زم زم کا چشمہ کہاں تھا۔

مطلّب کی وفات کے بعد ان کے سارے اعزازات و مناصب عبدالمطلب کو ملے۔ لیکن رفادہ وسقایہ دونوں کا نباہ ان کے لئے بار ہوتا گیا۔ ان کے ساتھ تنہا ان کا ایک فرزند حارث ہی تو تھا۔ زم زم کے چشمہ کے خشک ہونے کے بعد سقایہ (حاجیوں کے لئے پانی کی فراہمی) بہت ہی مشکل کام تھا۔ انہوں نے اپنی مشکلات کم کرنے کی تدبیریں کی اور کعبہ سے ملا ہوا ایک وسیع حوض تعمیر کیا۔ جس میں اطراف مکہ کے کنوؤں سے پانی جمع کرنا بڑا کام تھا۔ عبدالمطلب کے بھائی بند اس کام میں ان کے معاون ہوئے۔ لیکن عبدالمطلب اتنے بڑے کام کا بوجھ اُٹھانے میں اپنے ساتھ حارث کو بھی پریشان دیکھ کر غور کرنے لگے کہ اُنہیں زم زم کا چشمہ کھودنا ہے۔ ان کا دل ودماغ کہتا زم زم کو کھودو یہ کعبہ کے پاس ہے اُسے کھودنے میں تم شرمندہ نہ ہو گے۔ وہ تمہارے باپ اسمٰعیل کی میراث ہے۔ اور تم وہ پانی حاجیوں کو پلاؤ گے۔

عبدالمطلب غور کرتے رہے اور اُنہوں نے زم زم کے گمشدہ چشمہ کی کھدائی کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت ان کے بیٹے حارث ہی تھے۔ حارث کو ساتھ لیا۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور زم زم کے چشمے کی تلاش میں کھدائی شروع کر دی۔ تین دن کی کھدائی کے بعد پانی نمودار ہوا تو قریش نے عبدالمطلب سے جھگڑا شروع کیا اور مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی کھدائی میں شریک کیا جائے۔ عبدالمطلب نے کہا وہ اُنہیں کسی بھی

Marfat.com

حالت میں شریک نہیں کر سکتے۔اور کھدائی کا کام پورا کیا۔اس موقعہ پر عبدالمطلب نذر مانتے ہیں کہ" یا اللہ اگر تو نے مجھے دس بیٹے دئے، اور وہ سب جوان ہو گئے، تو میں دسویں بیٹے کو تیرے لئے نذر کروں گا"۔(فی ظلال القرآن از سید قطب شہید)

سردار قریش عبدالمطلب کی دعا قبول ہوئی دسویں بیٹے عبداللہ بھی جوان ہو گئے ہیں۔ان کی عمر تقریباً ۱۸ برس کی ہے۔عبدالمطلب نذر پوری کرنا چاہتے ہیں۔مکّہ کے لوگ ان کے اردگرد جمع ہیں۔ پھر قریش کی مخالفت عبداللہ کی بہنوں اور ان کے ماموؤں کی شدید مزاحمت اور آخر میں بڑے بوڑھوں اور سیانوں کے فتویٰ پر عبدالمطلب کی نذر کو ایک سو اُونٹوں کی قربانی میں بدل دیا گیا۔

## فصل: سید مکرم عبداللہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد عبداللہ ہیں۔عبداللہ کے والد سردار مکّہ عبدالمطلب نے چشمہ زم زم کی کھدائی کے موقع پر نذر مانی کہ اگر اللہ نے انہیں دس بیٹے عطا فرمائے اور ان دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان دیکھ لیں گے تو دسویں بیٹے کو اللہ کے لئے نذر کریں گے۔(فی ظلال القرآن از قطب شہید)۔ عبدالمطلب کی یہ دعا قبول ہوئی اور تقریباً ۵۴۶ء میں ان کے دسویں بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے جو اس وقت ان میں سب سے چھوٹے تھے۔عبداللہ تقریباً ۱۸ برس کے ہو گئے تو عبدالمطلب نے اپنی نذر کا ماجرہ اپنے بیٹے سے بیان کیا۔ یہ سن کر عبداللہ نے عرض کیا کہ میری گردن آپ کی ایفائے نذر کے لئے حاضر ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کی بہنیں رونے لگیں اور عبداللہ سے لپٹ گئیں۔ عبداللہ کے بھائی صدمے سے نڈھال و گم سم ہو گئے اور اپنے باپ کے دبدبے اور وقار کے خاطر کچھ زیادہ نہ بول سکے۔عبداللہ کے ماموں دوڑے آئے اور عبداللہ کو گھیرے میں لے لیا اور مزاحمت پر اُتر آئے اور بولے آپ اللہ سے معذرت کر لیجئے یہی کافی ہے۔قریش بھی اکٹھا ہو گئے اور بولے "عبدالمطلب اگر آپ نے عبداللہ کو ذبح کیا تو آپ کی قربانی قریش میں فرض ہو جائے گی اور ہر باپ کو اس پر عمل کرنا پڑیگا۔آپ خانہ کعبہ کے متولی ہیں، آپ کا فعل سند ہوگا اور ہم اپنے بچوں میں ایک ایک کو چھوڑ کر مریں گے جو انتہائی ظلم ہوگا۔آپ اپنی نذر کو اُونٹوں کی قربانی میں بدل دیں"۔

قریش کے بڑے بوڑھے اور سیانے سر جوڑ کر بیٹھے اور فتویٰ دیا کہ قرعہ نکالو، قرعہ اس بات

Marfat.com

پر نکالو کہ عبداللہ کو قربان کیا جائے یا دس اونٹوں کو۔ اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھاؤ پھر قرعہ نکالو۔ اس طرح دس دس اونٹ بڑھا بڑھا کر قرعہ نکالتے چلے جاؤ۔ جب اونٹوں پر قرعہ نکل آئے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارا رب، عبداللہ کے بجائے اتنے اونٹوں کی قربانی پر راضی ہے۔ اس طرح نوّے اونٹوں تک قرعہ عبداللہ کے نام نکلتا رہا۔ آخر ایک سو اونٹوں پر پہنچ کر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلا۔ عبداللہ کی بہنیں خوشی سے اُچھل پڑیں مگر عبدالمطلب مطمئن نہیں ہوئے اور اُنہوں نے پھر قرعہ ڈلوایا۔ اس مرتبہ بھی اونٹوں پر قرعہ نکلا۔ لیکن سردار قریش عبدالمطلب نے تیسری مرتبہ قرعہ ڈلوایا پھر بھی اونٹوں پر قرعہ نکلا۔ اس پر سید مکرّم عبداللہ کی بہنیں پکار اُٹھیں ہمارے بھائی کو اللہ نے بچا لیا ہے۔ اور سردار قریش کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور وہ پکار اُٹھے ''واقعی اللہ نے عبداللہ کو بچا لیا ہے''۔ اور عبدالمطلب نے عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ایک سو اُونٹ ذبح کئے اور اذنِ عام دے دیا کہ جو بھی جتنا چاہے گوشت لے لے۔ حتیٰ کہ پہاڑوں پر گوشت ڈلوا دیا کہ جانور اور درندے بھی جتنا چاہیں کھا لیں۔

اللہ نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور عبداللہ کو بھی بچا لیا۔ اس واقعہ سے پہلے عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے لئے دس اونٹ مقرر تھے، لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار عام طور پر ایک سو اونٹ ہوگئی۔ گویا عبدالمطلب کے خلوص اور عبداللہ کی اطاعت پزیری کا نتیجہ یہ نکلا کہ سارے عرب میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور دیت کی مقدار بڑھ جانے سے وارداتِ قتل میں کمی واقعہ ہوئی۔ اس طرح یہ واقع امن، ترقی و برکت کا موجب بن گیا۔

عبداللہ کے بچ جانے کی خبر سے مکہ کی وادیوں میں، ہر گاؤں میں، ہر گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور تبصرے ہو رہے تھے کہ اللہ نے عبداللہ کو اسی طرح سے بچا لیا جس طرح اللہ نے اسمٰعیل علیہ السّلام کو بچا لیا تھا۔ عبداللہ کے بچ جانے کی خوشی پر دور دور سے لوگ عبدالمطلب کو مبارکباد دینے آتے تھے، اُنہیں مبارکباد دینے والوں میں بنی زہرہ کے سردار وہیب بھی تشریف لائے تھے۔ اور باتوں ہی باتوں میں سردار عبدالمطلب نے سردار وہیب سے ان کی بھتیجی آمنہ بنت وہب کا رشتہ عبداللہ کے لئے مانگ لیا۔ سردار وہیب نے کہا ہمارے نزدیک آمنہ کے لئے عبداللہ سے بہتر کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ عبدالمطلب نے وہیب کا شکریہ ادا کیا اور کہا ہم جلد ہی آپ کے ہاں آ رہے ہیں۔

Marfat.com

سیدہ آمنہ کی والدہ نے سیدہ آمنہ کو یہ خوش خبری سُنائی تھی اور سیدہ آمنہ کی ''ہاں'' کے بعد بات پکی ہوگئی۔اور بات پکی ہونے کے بعد سردار مکہ عبدالمطلب اپنے صاحبزادے عبداللہ کے ساتھ بنوزہرہ تشریف لے گئے۔نکاح سادگی سے انجام پایا۔عبداللہ تین روز سُسرال میں رہے اور پھر سیدہ آمنہ کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے آئے۔اس وقت ان کی عمر تقریباً ۲۰ (بیس) برس تھی۔

عبدالمطلب نے بھی اس موقعہ پر وہیب کی صاحبزادی سیدہ ہالہ سے شادی کی۔حمزہؓ ان ہی سیدہ ہالہ کے بطن سے ہیں۔سیدہ ہالہ رشتہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ ہوئیں اور اس بناپر سید حمزہؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔(سیرۃ النبیؐ۔از شبلی نعمانی) سید حمزہؓ کی عمر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً دو سال زیادہ تھی۔

عبداللہ کو عبدالمطلب نے کھجور لانے کے لئے یثرب (مدینہ) بھیجا۔وہاں پر وہ بیمار ہوگئے اور اپنی دادی کے خاندان عدی بن نجار میں ٹھہر گئے۔اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ مکہ جاؤ۔ اُنہوں نے عبدالمطلب کو بتایا کہ عبداللہ بیمار ہو گئے ہیں اور آپ کے ننھیال میں ٹھہرے ہیں۔ عبدالمطلب کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے بڑے بیٹے حارث کو یثرب بھیجا۔حارث وہاں پہنچے تو سید مکرم عبداللہ وفات پاچکے تھے اور بنی نجار والوں نے اُنہیں اپنے قبرستان میں دفن کر دیا تھا۔

وفات کے وقت عبداللہ کی عمر ۲۵ پچیس برس کی تھی۔(الرحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارک پوری)

عبداللہ نے ترکہ میں پانچ اونٹ،بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک کنیز چھوڑی جن کا نام برکہ تھا۔ (سیرت سرور عالم: از سید مودودی)

سیدہ آمنہ نے ان کی وفات پر کہا تھا اگرچہ موت نے اُنہیں ہم سے چھین لیا،لیکن ان کی یہ یادگار باقی رہے گی کہ وہ بے حد فیاض،بہت نرم دل اور غریبوں کے ہمدرد تھے۔(محمد رسول اللہ از شیخ محمد رضا)

جب عبداللہ کی وفات ہوئی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر دو مہینے،سات مہینے یا آٹھ مہینے کی تھی۔(سید مرسلین از شاہ ولی اللہ دہلوی)

Marfat.com

## فصل: سیدہ آمنہ

سیدہ آمنہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ تھیں۔ سیدہ آمنہ کے والد وہب بنو زہرہ کے سردار اور اپنے قبیلے قریش میں نہایت محترم تھے۔ ان کی وفات کے بعد سیدہ آمنہ نے اپنے چچا وہیب کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ وہیب اپنے بھائی کی طرح بنو زہرہ کے سید تھے۔

سیدہ آمنہ اپنی شادی کے وقت تقریباً عبداللہ کے ہم عمر ہی تھیں اور عبداللہ ہی کی طرح بڑی پرہیزگار تھیں۔ سیدہ آمنہ کو خواب میں بتایا گیا کہ آپ اپنے بچے کا نام احمد رکھنا چنانچہ ماں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''احمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا اور دادا نے ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس لئے احمدؐ و محمدؐ دونوں مبارک نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی نام ہیں۔ سیدہ آمنہ کو یقین ہو گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہایت ہی مبارک اور مسعود ہیں۔ اُنہیں یقین تھا کہ ان کے بیٹے کو اللہ کی طرف سے تحفظ حاصل ہے۔ حلیمہ سعدیہ کی گود میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیا تو سیدہ آمنہ نے فرمایا ''میں اپنے بچے کو اللہ ذوالجلال کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اونٹ سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور کمزوروں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے والا ہے''۔ ایک اور موقعہ پر حلیمہ سعدیہ سے کہا تھا ''میرے بیٹے پر شیطان کو ہرگز قدرت حاصل نہیں ہو سکتی، میرے بیٹے کی شان ہی نرالی ہے''۔

جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پانچ سال کے ہو گئے تو والدہ نے انہیں بنو سعد کے گاؤں شخطہ سے مکہ واپس بلوالیا، اور جب چھ سال کے ہو گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر بنی نجار یثرب (مدینہ) تشریف لے گئیں جہاں عبداللہ وفات پا گئے تھے۔ خاندان کے سرپرست عبدالمطلب بھی ساتھ گئے تھے۔ اُنہیں بھی اپنے بیٹے عبداللہ کی قبر کی زیارت کرنا تھی۔ اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی اپنے سے دور کرنا نہیں چاہتے تھے۔ یثرب میں ایک ماہ سے زیادہ قیام رہا۔ اس دوران محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو عدی بن نجار کے کنویں کے تالاب پر خوب تیرنا سیکھ لیا۔

سیدہ آمنہ یثرب سے واپس عبدالمطلب کی معیت میں مکہ آرہی تھیں کہ راستہ میں ابواء کے مقام پر بیمار ہو گئیں اور وہیں وفات پائی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ اس وقت سیدہ آمنہ کی عمر تیس برس کی

Marfat.com

تھی، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چھ سال کے تھے۔

عبدالمطلب اپنے پوتے کو لے کر مکہ پہنچے۔ سیدہ آمنہ کی وفات کی خبر سنتے ہی مکہ کی گلیوں میں کہرام مچ گیا۔ غم زدہ لوگ عبدالمطلب کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ سارا مکہ اُداس اور غم میں ڈوب گیا۔

Marfat.com

# ولادت مبارک: چند کتابوں سے اقتباسات

## (۱) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیدائش:

قیس بن مخرمہؓ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہاتھیوں والے سال میں پیدا ہوئے۔ عثمانؓ بن عفان نے قبیلہء بنویعمر بن لیث کے ایک شخص قباس بن اشیم سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، کہنے لگے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مجھ سے (رُتبہ میں) بڑے ہیں۔ لیکن میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے پہلے پیدا ہوا۔ میں نے ان سبز پرندوں کی بیٹ دیکھی ہے (جنہوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو مارا تھا) اس کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ (ترجمہ: جامع ترمذی: از تالیف محمد بن عیسیٰ ترمذی باب ۱۷۵۴، حدیث نمبر ۳۴۰۲)

(۲) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت اس سال ہوئی جس سال واقعہ فیل پیش آیا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ولادت اور واقعہء فیل کے درمیان پچاس شبیں گزر چکی تھیں۔ ایک روایت کے مطابق ولادت نبویؐ پیر کو ہوئی جبکہ ربیع الاول کی دو شبیں گزر چکی تھیں۔ (یعنی دو ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت) ایک قول ضعیف یہ بھی ہے کہ سہ شنبہ (منگل) کو ولادت ہوئی جبکہ ربیع الاول کی آٹھ شبیں گزر چکی تھیں۔ (یعنی آٹھ ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت) جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ بروز جمعہ طلوع فجر کے وقت بارہویں رمضان کو ولادت ہوئی۔ (تاریخ طبری)

(۳) ابن ہشام نے محمد بن اسحاق (م ۱۵۱ھ) کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پیر کے روز بارہویں ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے، جس سال اصحاب فیل نے مکّہ پر لشکر کشی کی تھی۔ (سیرۃ النبیؐ، تالیف ابو محمد عبد الملک بن ہشام ۲۱۳ھ)

(۴) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مکّہ میں پیدا ہوئے۔ یتیم ہونے کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے والد کی وفات ہوئی اس وقت آپ (ﷺ) کی عمر تین سال کی بھی نہیں تھی اور والدہ کی وفات کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پورے سات برس کے بھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی کفالت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا عبد المطلب

Marfat.com

نے کی ان کی وفات کے وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ (جوامع السیرۃ تالیف امام ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ)

(۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز سوموار دو ربیع الاوّل کو ہوئی۔ بعض علماء کے نزدیک آٹھ ربیع الاوّل یا دس ربیع الاوّل یا بارہ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ زبیر بن بکار نے لکھا ہے کہ آپؐ ماہ رمضان میں پیدا ہوئے۔ (الفصول فی سیرۃ الرسول تالیف اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ)

(۶) ہمارے پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاوّل ۱ عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء مطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیز عالم تاب پیدا ہوئے۔ (رحمۃ للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

## عقیقہ

سردار مکہ عبدالمطلب نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عقیقے کا اہتمام کیا۔ اتوار کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کا ساتواں دن، گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار قافلے، مکہ کے سردار کے پوتے کی دعوت عقیقہ میں شرکت کے لئے دور دور سے چلے آئے تھے۔ مکہ میں بہت رونق تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں لئے ہوئے ان کے چچا، مہمانوں میں گھوم پھر رہے تھے، ہر ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھتا۔ چند پڑھے لکھے لوگوں نے عبدالمطلب سے پوچھا آپ نے اس بچے کا نام "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں رکھا ہے، جب کہ آپ کے آباؤاجداد میں کسی کا یہ نام نہ تھا۔ پوچھنے والوں میں سے ایک نوجوان ورقہ بن نوفل بھی تھے۔ عبدالمطلب نے کہا "مجھے اُمید ہے کہ تمام اہل زمین ہمیشہ اس کی مدح وثناء کیا کریں گے"۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا اور ان کے غلام اور کنیزیں مہمانوں کے استقبال اور ان کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔ مہمانوں میں ہر عمر اور ہر طبقے کے افراد جن میں قبائل کے سردار اور نواب اور ان کے خاندانوں سے لے کر ادنیٰ حیثیت کے خانہ بدوش بدوّ تک اس میں شامل تھے۔ ان کی نیلی نیلی، سرخ و سفید قباؤں اور صدریوں نے عجیب رنگ آمیزی پیدا کر رکھی تھی۔ انہوں نے تہبندوں کو نرالے ڈھنگ سے باندھ کر جوتوں سے نیچے زمین تک لٹکا رکھا تھا۔ اور سر پر بھاری بھرکم صافے تھے

Marfat.com

جن سے سرداروں، نوابوں اور عام شہریوں کے مابین تمیز ہوتی تھی۔ مکہ میں اس سے بہتر اجتماع ناممکن تھا کیوں کہ میزبانی کے فرائض عبدالمطلب ادا کر رہے تھے۔

اس دن جناب عبدالمطلب بہت خوش تھے، بہت ہشاش بشاش تھے، ان کے بہت سے لڑکے لڑکیاں تھیں جن کی تعداد مورخین اٹھارہ تک بتاتے ہیں۔ لیکن ان سب میں انہیں عبداللہ سے خاص اُنسیت تھی، دراصل اُنہیں اپنے بیٹے عبداللہ سے اسی قسم کی محبت تھی جیسے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام کو اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلام سے تھی۔

اس زمانہ میں عربوں کے رواج کے مطابق آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا عبدالمطلب نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی رضاعت کا انتظام کیا اور اس کے لئے قبیلہ بنوسعد بن بکر کی ایک خاتون حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذوئیب کی خدمات حاصل کیں۔ (دُروسِ سیرت از ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی) اس لئے حلیمہ سعدیہ بھی عقیقہ کے دن مدعو تھیں، ان کے ساتھ بنوسعد سے بہت سی عورتیں اور مرد آئے تھے۔ کیوں کہ اُنہیں معلوم تھا کہ عرب میں قریش سے زیادہ کوئی سخی نہیں اور قریش میں عبدالمطلب سے زیادہ کوئی فیاض نہیں۔ عبدالمطلب کے گھر سے کبھی کوئی خالی ہاتھ نہیں گیا۔ اور بیٹوں اور پوتوں کی پیدائش پر تو عرب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

ابوطالب کہتے ہیں "ہم اتنا کھلاتے ہیں جو بچ رہتا ہے اُسے پرندے کھا جاتے ہیں۔ یہ دعوت عام اس حالت میں ہوتی ہے کہ فیاضوں کے ہاتھ کانپتے رہتے ہیں"۔ (تاریخ طبری)

مہمان جانا شروع ہو گئے تھے۔ وہ آپس میں باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے:-

☆ ہم نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے منہ سے روشنی نکلتے دیکھی ہے۔

☆ ایسا لگتا ہے گویا آفتاب چمک رہا ہے۔

☆ ہم نے ایسا خوب رو بچہ نہیں دیکھا۔

☆ اگر تم اسے دیکھتے تو سمجھتے، سورج طلوع ہو گیا ہے۔

☆ میں اس فیصلے پر پہنچا ہوں کہ یہ چاند سے زیادہ حسین ہے۔

☆ چہرہ پر چاند کی سی چمک ہے۔

☆ چہرہ چاند کی طرح گولائی لئے ہوئے ہے۔

Marfat.com

☆ پیشانی کشادہ ہے۔

☆ ابرو باریک اور گنجان دونوں جدا جدا۔

☆ مسرت پیشانی سے جھلکتی ہے۔

☆ سفید سرخی مائل رنگت۔

☆ آنکھیں سیاہ پلکیں دراز۔

☆ سفید حصے میں سرخ ڈورے۔

☆ ناک بلند مائل۔اس پر نورانی چمک۔

☆ گردن پتلی اور لمبی۔

☆ سر بڑا مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ۔

☆ پاکیزہ رو کشادہ چہرہ۔

## رضاعت

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ سیدہ آمنہ نے تین دن تک دودھ پلایا۔ تین دن کے بعد ثویبہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چند دنوں تک دودھ پلایا۔ اسی خدمت کے صلہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ ثویبہ کے ساتھ حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ثویبہ کے بعد حلیمہ سعدیہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو سال تک دودھ پلایا لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پانچ سال تک بنو سعد میں حلیمہ سعدیہ کے ہاں رہے۔ بنی سعد قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ کو کہتے ہیں۔

بنو سعد کا علاقہ طائف سے کوئی بیس کلومیٹر یمن کے راستے پر دائیں جانب اونچے پہاڑوں پر میل ہا میل پھیلا ہوا ہے۔ جہاں بہت سے چھوٹے چھوٹے گاؤں، انار کے باغات، سرو کے درخت، اناج کی فصلیں، اجوائن کے خوشبودار کھیت، سرسبز علاقہ قدرتی طور پر کھلے ہوئے رنگ برنگے پھول اور ان کے بیچ میں حلیمہ سعدیہ کا گاؤں اشحط ہے جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بچپن گزرا۔

Marfat.com

اس عہد میں اشراف عرب میں بچوں کو دیہات کی دایہ کی سُپردگی میں دینے کا شدت سے رواج تھا۔ ولادت کے سات روز بعد بچہ دایہ کے حوالے کر دیا جاتا اور چار سے لے کر دس سال کے سن سے قبل والدین کے پاس دیہات سے نہ لوٹتا۔ (حیات محمدؐ از محمد حسین ہیکل) تاکہ بچہ دیہات کی خالص عربی سیکھ لے اور صحت مند اور پاکیزہ آب وہوا میں پرورش پائے۔

دیہات میں انسان اناج کھاتا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے پودوں کو زمین سے نکلتے ہوئے بھی دیکھتا ہے۔ وہ ایک شاخ (Mono-Cotyledon) اناج والے اور دوشاخ (Di-Cotyledon) دال والے پودوں میں اس کے زمین سے نکلتے وقت سے ہی تمیز کر لیتا ہے۔ پھر وہ دیکھتا ہے کہ اس میں دانہ پڑ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایک دانے سے بہت سارے دانے پیدا کر دئیے ہیں۔ وہ مُردہ زمین کو برسات میں زندہ ہوتے ہوئے بھی دیکھتا ہے جب رنگ برنگ کے پودے نکلتے ہیں۔ دیہات میں انسان بہت بڑے نظام کے بہت قریب ہوتا ہے اس لئے صحت مند بھی ہوتا ہے۔

خاندان کے سربراہ عبدالمطلب نے رواج کے مطابق اپنے پوتے کے لئے دودھ پلانے والی دایہ کا بندوبست پہلے سے ہی کر لیا تھا، وہ تھیں بنی سعد کے ایک گاؤں اشحطہ کی حلیمہ سعدیہ بنت وئیب جن کا قبیلہ فصاحت وبلاغت میں مشہور تھا۔

شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے طبقات میں روایت کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ”میں تم سب میں فصیح تر ہوں، کیوں کہ میں قریش کے خاندان سے ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے“۔ (سیرۃ نبی از شبلی نعمانی)

حلیمہ سعدیہ اپنے شوہر حارث کے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیدائش کے ساتویں دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لینے آئیں۔ حلیمہ سعدیہ کو بڑی تحقیق کے بعد منتخب کیا گیا تھا۔ تحقیق کے بغیر تو قریش اونٹ کے بچے کو بھی کسی کے سپرد نہیں کرتے تھے۔ اولاد کے لئے تو قریش کے سردار پیدائش سے کئی مہینے پہلے ہی دائی کو منتخب کر لیتے تھے۔ قریش کہتے تھے ہماری اولاد ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔

خاندان بنوہاشم کی طائف میں رشتہ داریاں تھیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماموؤں کے خاندان

Marfat.com

کے کچھ لوگ بھی طائف میں رہتے تھے۔(شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا) بنوسعد کا علاقہ بھی طائف کے نزدیک ہی ہے۔اس لئے عبدالمطّلب کے لئے بنوسعد کی دایہ کومنتخب کرنا آسان تھا۔

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دایہ حلیمہ سعدیہ کو سیدہ آمنہ نے عزت اور آرام سے رکھا۔ اوران کو بہت سارا مال اورایک دودھ دینے والی اونٹنی بھی دی۔

حلیمہ سعدیہ کی گود میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو دیا تو سیدہ آمنہ نے فرمایا ''میں اپنے بچے کو اللّٰہ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام کی پناہ میں دیتی ہوں اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ غلاموں اور کمزوروں کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنے والا ہے۔

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے آنے کے بعد حلیمہ سعدیہ اور حارث اپنے گاؤں اور قبیلے میں بڑے عزت دار لوگوں میں شمار ہونے لگے۔ ان کے گھر کی حالت بھی بدل گئی۔ سلامتی، رحمت اور برکتوں نے ان کے گھر کوڈھانپ لیا۔حلیمہ سعدیہ بے حد مسرور تھیں اور ہر چھٹے مہینے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو مکّہ لاکراُن کی والدہ اور دیگر اقرباء کودکھا جاتی تھیں۔

دو برس بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا دودھ چھڑایا گیا۔حلیمہ سعدیہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو لے کر مکّہ آئیں۔ان دنوں مکّہ میں چیچک بہت پھیلی ہوئی تھی اور بچوں کی جانیں تلف ہورہی تھی۔ان حالات میں سیدہ آمنہ کے کہنے پرحلیمہ سعدیہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پھر اپنے ساتھ واپس لے گئیں۔، دوسری روایت کے مطابق سیدہ آمنہ کے بجائے حلیمہ سعدیہ نے اصرار کیا،مقصد یہ تھا کہ ذرا اور بڑے ہوجائیں اور شہر مکّہ کی وباء سے بھی محفوظ رہیں۔ جب مکّہ میں وباء کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا تو سیدہ آمنہ نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اپنے پاس واپس بلوالیا۔اس وقت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پانچ برس کے تھے۔

## فصل: محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے رضاعی بہن و بھائی

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے رضاعی بہن و بھائی یہ ہیں۔

(۱) عبداللہ بن حارث (۲) انیسہ بنت حارث (۳) خذامہ بنت حارث ان کا نام شیمہ

Marfat.com

بھی ہے۔اوراسی نام سے اپنی قوم میں پکاری جاتی تھیں۔

یہ سب اولادیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کی تھیں۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

## سیدہ آمنہ کی رحلت

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تقریباً چھ سال کے ہوگئے تو سیدہ آمنہ اور خاندان کے سرپرست عبدالمطلّب نے عبداللہ کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ساتھ لیا، سیدہ آمنہ کی کنیز برکہ بھی ساتھ تھیں اور سردار مکّہ عبدالمطلّب کے نوکر چاکروں کا ایک قافلہ بھی ساتھ ہی یثرب گیا اور عبدالمطلّب کے ننھیال بنونجار میں ٹھہرا۔ جہاں پر عبداللہ وفات پا گئے تھے اور دارِنابعہ میں مدفون تھے۔ بنونجار میں عدی بن نجار کے ہاں ایک مہینے سے زیادہ قیام رہا۔ واپسی میں سیدہ آمنہ اچانک بیمار ہوگئیں۔ اُن کی بیماری سے عبدالمطلّب اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بہت فکرمند ہوگئے۔ سیدہ آمنہ کی بیماری بڑھتی جارہی تھی اس لئے وہ راستے میں ابواء نام کے ایک گاؤں میں ٹھہر گئے۔ برکہ نے اُن کی بہت تیمارداری کی لیکن ایک رات بعد سیدہ آمنہ وفات پاگئیں۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بہت روئے سیدہ آمنہ کی کنیز برکہ کا بھی صدمے سے براحال تھا۔ وہ بہت روتی رہیں۔ سردار مکّہ عبدالمطلّب کو تو اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ وہ نڈھال اور کمزور ہوگئے۔ سیدہ آمنہ کی تدفین کے بعد باوقار سردار کی کمر جھک گئی۔ وہ بڑی مشکل سے کھڑے ہو پائے۔ اور ابواء میں سردار مکّہ ایک ہی دن میں بوڑھے ہوگئے۔ دادا نے پوتے کو سینہ سے چمٹالیا اور اُداس اور فکرمند حالت میں مکّہ آئے اور بڑی محبت وشفقت اور لاڈ پیار سے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تربیت شروع کی۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

Marfat.com

# محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا کی شفقت

سیدہ آمنہ کی وفات کے بعد عبدالمطلّب کے دل میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لئے شفقت اور بھی بڑھ گئی، مگر والد مکرم اور اس کے بعد والدہ مکرمہ دونوں کی وفات کا دُکھ ایسا نہ تھا کہ دل سے مٹ جائے۔ ان مصائب میں اللہ تعالیٰ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تشفی کے سامان فراہم کئے۔

**اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی** (سورۃ الضحیٰ آیت ۶)

ترجمہ ''کیا ہم نے تمہیں یتیم پا کر اپنی حمایت میں نہ لے لیا تھا''

عبدالمطلّب نے اپنے پوتے کی تربیت اپنے ہی ذمے رکھی اور اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ آنے دی وہ قریش کے سردار اور مکّہ کے فرماں روا تھے۔ کعبہ کے سامنے قریش کے لئے جو فرش بچھائے جاتے وسط میں عبدالمطلّب اور حاشیہ پر ان کے صاحبزادے بیٹھتے، مگر جب محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تشریف لاتے تو حلقہ سے گزر کر اپنے دادا کے پاس چلے جاتے، جو اُنہیں اپنے قریب اپنی مسند پر بٹھاتے جب کہ ان کی مسند پر اور کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ دادا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ وہ اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس میں شریک نہ ہوتے۔ عبدالمطلّب اکثر کہتے تھے ''میرے بیٹے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی شان ہی کچھ اور ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ ایسے بلند مرتبے پر پہنچے گا جس پر اس سے پہلے کوئی عرب نہیں پہنچا''۔

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آٹھ سال کے تھے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا عبدالمطلّب وفات پا گئے اس وقت ان کی عمر ۸۲ (بیاسی) سال تھی، بقول بعض اس سے بھی زیادہ تھی۔ برکہ کا بیان ہے، وہ وفات پا رہے تھے تو انہوں نے دیکھا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے سرہانے کھڑے رو رہے تھے۔

عبدالمطلّب کی وفات کے بعد بعض روایات کی رُو سے ان کی وصیت کے مطابق اور بعض دوسری روایات کے مطابق بطور خود ابوطالب نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو دادا کی بہت یاد آتی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی یادوں میں اپنے دادا کا ذکر خیر کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

## محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوطالب کے ساتھ:

سردار مکّہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے نامور چچا سید قریش ابوطالب کے ساتھ رہنے لگے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے والد سید مکرم عبداللہ نے وفات کے وقت پانچ اونٹنی اور بکریوں کا ایک ریوڑ چھوڑا تھا۔ بکریوں کا ریوڑ بہت جلدی ہی بہت بڑا ہو جاتا ہے اس لئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ریوڑ میں سے بکریاں حلال کرتے خود اور گھر والے کھاتے اور مہمانوں، پڑوسیوں، رشتہ داروں اور مسکینوں کو کھلاتے۔ اسی طرح اونٹنیوں اور بکریوں کا روزانہ کا دودھ ہوتا تھا۔ ''عرب دودھ بیچتے نہیں تھے۔ وہ خود پیتے اور لوگوں کو پلاتے تھے۔ دودھ ان کی غذا کا بڑا حصہ تھا''۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی از راغب الطباخ، ترجمہ افتخار احمد بلخی)

سردار مکّہ عبدالمطلب کی وفات سے بنو ہاشم کے وقار میں کاری ضرب لگی۔ لیکن سید قریش ابوطالب نے اس وقار کو برقرار رکھنے کے لئے بڑی جدّ وجہد کی۔ قریش میں ان کی بہت عزت تھی۔ ان میں عزم وقوت تھی۔ وہ اصابت رائے رکھتے تھے۔ وہ دولت مند نہیں تھے۔ لیکن مہمان نواز اور سخی تھے۔ وہ اپنے عہد کی پابندی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اچھی عادتوں کے خوگر تھے۔ مسکینوں سے محبت کرتے تھے۔ کریم نفس اور فراخ دل انسان تھے۔ اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔ ابوطالب نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خود اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھا۔ اپنے پاس سلاتے۔ جہاں جاتے ساتھ لے جاتے۔ کھانے کے وقت کوشش کرتے کہ پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آ کر شریک ہوں تب دوسرے کھانا شروع کریں۔ ابوطالب نے قاعدہ بنالیا تھا کہ جب سب کھانے کے لئے بیٹھتے تو وہ کہتے ٹھہر جاؤ جب تک میرا بیٹا نہ آ جائے۔ پھر جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) آ جاتے تو کھانا شروع کیا جاتا۔

ابوطالب اور مکّہ کے تمام لوگ کہتے کہ اُنہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کبھی بھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا اور نہ ہی کوئی جاہلانہ بات کرتے ہوئے دیکھا۔ مکّہ کے لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے اونٹوں پر سواری کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔ اور وہ یہ بھی

Marfat.com

دیکھتے تھے کہ جب کبھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بکریوں کو چرانے والا (گوالہ) چھٹی کر لیتا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) خود اپنی بکریوں کو قراریط کی جگہوں پر چرانے لے جاتے تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بچپن کے زمانے میں ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور سب بچے کھیل کے واسطے پتھر اٹھا رہے تھے جیسا کہ بچوں کا قاعدہ ہے اور انہوں نے اپنے تہبند کھول کر کندھوں پر رکھ لئے اور ان پر پتھر ڈھوڈھو کر لاتے رہے لیکن محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے تہبند کھولنے سے اپنے آپ کو روک لیا۔ اور ان سب میں فقط ایک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی تہبند باندھے ہوئے اپنے کندھوں پر پتھر اُٹھا رہے تھے۔ (تاریخ ابن کثیر)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی قوم بوانہ نامی ایک بُت کا سالانہ جشن منایا کرتی تھی۔ جس کی تقریب میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جانے سے صاف انکار فرما دیتے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کبھی کسی بُت یا غیر اللہ کے نام کا ذبیح نہیں چکھا اور نہ ہی کسی قسم کا چڑھاوا کھایا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کبھی بھی یہودیت یا نصرانیت کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ بتوں سے ہمیشہ بیزار رہے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرماتے۔ زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم ہولناک ترین جرم اور شدید بربریت تھی۔ اسلام نے آ کر اس قبیح رسم کو قطعاً ناجائز قرار دیا۔ اور اس کی پوری طرح بیخ کنی کر دی اور عرب اس خبیث رسم سے بالکل پاک و مبرا ہو گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

# سفر شام اوّل

ایک مرتبہ سید قریش ابوطالب ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام گئے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے ساتھ تھے، اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر مبارک تقریباً بارہ برس کی تھی۔ قافلہ کے امیر ابوطالب تھے۔ قافلہ مختلف جگہوں پر پڑاؤ ڈالتا ہوا جب شام کے نزدیک ایک قصبے بصرا کی طرف بڑھ رہا تھا تو ایک عیسائی عالم بحیرا راہب (اصل نام جرجیس) اپنے گرجے کی چھت سے اس قافلے کو دیکھ رہے تھے۔ قافلے نے بحیرا کے گرجے کے ساتھ ہی ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا۔ بحیرا نے سنا کہ کچھ لوگ ایک لڑکے کو "محمدؐ" کہہ کر پکار رہے ہیں۔ اسم "محمدؐ" سنتے ہی بحیرا گرجے سے باہر آ گئے۔ حالانکہ بحیرا اس سے پہلے کبھی بھی کسی بھی تجارتی قافلے سے ملنے نہیں آئے تھے۔ بحیرا نے قافلے کے تمام افراد کی دعوت کی۔ سب لوگ دعوت میں آئے۔ بحیرا ہر ایک سے ملے۔ اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے باتیں کرتے رہے اور ان علامات پر غور کرتے رہے جو ان کے علم میں تھی۔ پھر وہ سید قریش ابوطالب سے ملے اور کئی سوالات کئے اور پھر ابوطالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو فوراً اپنے وطن واپس لے جائیں اور ان کے متعلق یہودیوں سے ہوشیار رہیں۔ ابوطالب نے کہا میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حفاظت کا بہت خیال کرتا ہوں۔ اور پھر ابوطالب تجارت سے فارغ ہوتے ہی فوراً ہی شام سے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ساتھ لے کر مکّہ واپس آ گئے۔

اس مرتبہ سید قریش ابوطالب کو تجارت میں کوئی خاص نفع نہیں ہوا، اس لئے اس کے بعد ابوطالب کبھی تجارتی سفر کا ارادہ نہ کر سکے۔ مکّہ میں ہی رہ کر اپنی تھوڑی سی پونجی اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بکریوں اور اونٹوں کے سہارے اپنے کنبے کی سرپرستی فرماتے رہے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بھی اسی حالت میں اپنے چچا کے ساتھ قناعت اور تنگی کی زندگی کا یہ زمانہ بسر کیا۔

Marfat.com

# جنگ فجار

عربوں کا دستور تھا کہ چار حُرمت والے مہینوں (ذی قعد، ذوالحجہ، محرم اور رجب) میں جنگ نہیں کرتے تھے۔لیکن تقریباً ۱۵ ؁ عام الفیل ۵۸۵ ؁ء میں قیس عیلان اور ہوازن نے مل کر بنوکنانہ و قریش پر عکاظ کے میلے میں حملہ کر دیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حیرا کے ایک سردار نعمان بن منذر کے تجارتی قافلے کو عکاظ میں جانے کے لئے بنی کنانہ رہ گزر فراہم کرتے تھے اور کنانہ کا ایک آدمی نعمان کے قافلے کے ساتھ ہوتا تھا۔ یہ قافلہ حیرا سے عکاظ کے بازار میں خوشبو اور ریشم وغیرہ لاتا اور عکاظ سے چمڑا، رسی اور کپڑوں کے تھان خرید کر حیرا لے جاتا۔ کنانہ کا امیر ذمہ لیتا تھا کہ وہ قافلے کو بخیریت منزل مقصود تک پہنچا دیگا۔ لیکن اس دفعہ عکاظ کا بازار لگنے سے پہلے کنانہ کے سردار کا حیرا کے سردار نعمان سے رہ گزر کے قبالہ (Deed) پر جھگڑا ہو گیا۔ اس پر ہوازن کے ایک سردار عروہ نے نعمان کے قافلے کو رہ گزر کے لئے امان دے دی تو بنی کنانہ کے ایک آدمی برّاص بن قیس نے کہا کہ اے عروہ تو کنانہ کے مقابلے میں بھی اس کو امان دے رہا ہے؟ عروہ نے کہا ''ہاں اور تمام دنیا کے مقابلہ میں بھی''۔ اس پر برّاص کو طیش آ گیا اور اس نے عروہ کو قتل کر دیا اور خود کہیں بھاگ گیا۔ جب حرام مہینے شروع ہوئے تو عکاظ کا بازار لگا، لیکن حرمت کے مہینے میں قیس عیلان و ہوازن نے مل کر کنانہ و قریش پر حملہ کر دیا۔ فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ قریش بہر حال مکّہ میں داخل ہو گئے اور جنگ بغیر صلح کے عارضی طور پر بند ہو گئی۔ لیکن یہ سلسلہء جنگ چار پانچ سال تک جاری رہا۔ یہ سارے معرکے ہر سال ذی الحجہ کے مہینے میں پیش آتے رہے اور یہ مقدس مہینہ ہے۔ قریش اس مہینے میں جنگ لڑنے کو حرام سمجھتے تھے۔ لیکن قریش اپنے دفاع میں جنگ لڑنے پر مجبور تھے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان میں سے بعض لڑائیوں میں اس حد تک شریک ہوئے کہ جو تیر دشمن کی طرف سے آتے تھے انہیں اُٹھا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے چچاؤں کو دے دیا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے، کہ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی تھی۔

اس سلسلہء جنگ کا خاتمہ قبائل کی ان پیش کردہ شرائط پر ہوا کہ فریقین کے مقتولین کی برابر تعداد

Marfat.com

بیس سے زائد منہا کرنے کے بعد ان مقتولین کی دیت فریق مخالف کے ذمہ پڑے۔ شمار کرنے کے بعد ہوازن کے مقتولین بیس کی تعداد میں زائد تھے۔ قریش نے ان کی دیت ادا کر دی۔ اس جنگ میں ہوازن کے فاجرانہ رویہ کی وجہ سے اس لڑائی کا نام حرب الفجار پڑ گیا۔ کیوں کہ ہوازن حرام مہینے میں ہر سال عکاظ کے موقعہ کے لئے جنگ کا اعلان کر دیتے تھے۔ حالانکہ عرب کے عقیدہ کے مطابق امن کے مہینوں میں تو جاری شدہ لڑائیاں بھی بند ہو جاتی تھیں۔ اس لئے ہوازن کے کچھ لوگوں نے کہا ''قدْ فجرْنا'' (ہم نے گناہ کیا)۔

☆☆☆

Marfat.com

# حلف الفضول

لڑائیوں سے تنگ آ کر قریش کو خیال آیا کہ کوئی نہ کوئی امن کا معاہدہ ضرور ہونا چاہیے۔ آخر اس خیال کو معاہدے کی شکل زبیر بن عبدالمطلب نے دی۔ قریش نے جب جنگ فجار میں فتح پائی تو زبیر نے بنو ہاشم، بنو تیم اور قریش کے تمام قبیلوں کو جمع کیا اور ایک امن معاہدہ ترتیب دیا جس کا نام حلف الفضول رکھا۔ یہ معاہدہ عبداللہ بن جدعان (ابوبکر صدیقؓ کے بھتیجے) کے مکان پر زبیر کی صدارت میں طے پایا۔ بنو ہاشم کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے چچا زبیر کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس معاہدہ نے باقاعدہ ایک فلاحی انجمن کی شکل اختیار کر لی۔ اس کے ارکان مندرجہ ذیل عہد و اقرار کیا کرتے تھے۔

(۱) ہم فضول کو اس کے حق داروں کی طرف لوٹائیں گے۔ فضول کو اس کے حق داروں کی طرف لوٹانے کا مطلب یہ ہے، کہ جو فضل کسی ظالم نے زبردستی صاحب حق سے چھینا ہو اُسے واپس دلوایا جائے۔

(۲) ہم زبردست کو زیردست پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔

(۳) ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے۔

(۴) ہم مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

(۵) ہم غریبوں اور مسکینوں کی امداد کرتے رہیں گے۔

اس پر سب ماخذ کا اتفاق ہے کہ بعثت کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اسلام اس حلف کو مضبوط تر کرتا ہے اور یہ کہ خود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی دہائی پر اب بھی دوڑیں گے۔

Marfat.com

# امین کا خطاب

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی قوم کی تمام خوبیاں نمایاں ہو چکی تھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نفس عظمت وشرافت کا وہ نمونہ تھا جس نے بعد میں ایسا ممتاز مقام حاصل کر لیا کہ اس وقت سے لے کر آج تک اس کا پرتو ساری دنیا میں نظر آتا ہے۔

ریگستانوں اور پہاڑوں پر چلنے، طوفانی راتوں اور چلچلاتی دھوپوں میں دور دراز کے سفر طے کرنے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسی جان پیدا ہوگئی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر سختی کا نہایت ہی پامردی سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ ایسی سرزمین جہاں نہ راستے نہ پگڈنڈیاں، جہاں درندوں اور وحشی قبائل پر کسی قسم کی روک تھام یا پابندی نہیں تھی۔ جہاں صرف جسمانی قوت ہی قانون کا کام دیتی۔ جہاں ذاتی حفاظت کے واسطے مستعد اور چوکنا رہنا پڑتا تھا۔ اور زندگی شجاعت، عزم صمیم، شہسواری کی مہارت اور تیغ زنی کے کمال کی تابع تھی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جسم چھریرا اور رگ وپٹھوں کی لچک کے باعث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوت مدافعت بہت بلند ہوگئی۔ مضبوط جسم کے اندر ایسی روح پنہاں تھی جو عزائم کے سامنے جھکنا نہیں جانتی۔ مکمل حالات اور جفاکشی کی زندگی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام آلائشوں، تحرصوں اور تعیشوں سے محفوظ رکھا، جن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمعصر جکڑے ہوئے تھے۔ جسمانی حیثیت سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) درمیانی قد وقامت کے انسان تھے۔ چہرہ گولائی لئے ہوئے اور رخساروں کی رنگت صحت وتندرستی کی غمازی کرتی۔ سیدھے سروقد چلتے۔ نظروں سے ذہانت ٹپکتی۔ اور دنیا کو نہایت جرات مندانہ انداز سے دیکھتے۔ آنکھوں میں جھانک کر دیکھنے والوں کو دیانتدار، امین، صادق اور حاکم نظر آتے جو دوسروں کو اپنے سامنے جھکا لے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب وآلام میں لطف حاصل ہوتا جن کا درد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندگی کے ساتھ لے کر آئے۔ جب اپنے والد کی وفات کا مرثیہ اپنی والدہ ماجدہ کی حکمت بھری زبان سے سنا اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیا گزری ہوگی! مگر

Marfat.com

والدگرامی کی دائمی مفارقت میں صبر و رضا کی بدولت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نفس میں طمانیت وسکون نے گھر کرلیا۔ والد کے سانحہ وفات کا حرف آخر ابھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی والدہ کی زبان پر تھا کہ موت کا جھونکا آیا اور سیدہ آمنہ کی شمع حیات کی لوکوگل کرتا ہوا غائب ہوگیا۔ اس سانحہ کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سرپرستی کا ذمہ لیا مگر ایک وقفہ گزرنے کے بعد وہ بھی قبر میں جا سوئے۔

ان مصائب پر سکون وتحمل نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی روح کو بالیدگی بخشی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے عزائم میں پختگی بڑھتی چلی گئی اور ان حوادث پر صبر نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا مزاج اس طرح بنا دیا کہ مال وثروت کی اہمیت نظر سے اوجھل ہوگئی اور مرسلین کی طرح اپنے نفس کی نگہداشت میں مصروف ہوگئے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے پہلے اس معاملہ میں دنیا کو حیرت میں ڈال چکے تھے۔

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی عظمت نفس کی تاثیر سے فطرت کے ان مظاہر کی طرف غور کرتے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے شایان تھے، اسی لئے فطرت کے انمول ذخائر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے نفس میں جمع ہوگئے۔

یہی اسباب تھے جن کی بنا پر طفولیت ہی میں صیانت ومردانگی، نظم وضبط اور امانت ودیانت کے جوہر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ذات میں پرورش پاتے رہے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا یہ کردار ایک دن کی پیداوار نہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کردار کی نشوونما خود فطرت نے کی۔

ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ایک کام کے لئے پیدا کیا ہے۔ جسے وہی جانتا ہے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اللہ نے غور وفکر کا عادی، سنجیدہ اور ذہین بنایا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مستعد اور ایماندار، روشن ضمیر اور خوش اخلاق تھے۔ حاضر جوابی میں طاق، صاف گوئی اور سچائی کے اصولوں میں پختہ اور زندگی کے معمولی سے معمولی معاملات میں بھی انتہائی دیانتداری اور راست بازی پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے قوم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو امین کا خطاب دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

# تجارت اور شام کا سفر

سیدہ خدیجہؓ قریش میں اپنی انتہائی عفت مآب اور بلند و پاکیزہ سیرت کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے معروف تھیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ''امین'' کے لقب سے جانے جاتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جاہلیت کے دور میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور سیدہ خدیجہؓ سب سے زیادہ شریف و پاکیزہ اخلاق اور سب سے زیادہ سچے اور امانت دار تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح سیدہ خدیجہؓ کا بھی قریش میں دانائی اور فہم و فراست اور اخلاق و اوصاف کے لحاظ سے احترام کیا جاتا تھا۔ سیدہ خدیجہؓ بہت دولت مند تھیں اور وہ بیوہ تھیں۔ سیدہ خدیجہؓ کی پہلی شادی نباش بن زرارہ تمیمی سے ہوئی تھی۔ ان سے ایک بیٹا ہالہ پیدا ہوئے۔ ابو ہالہ کی وفات کے بعد عتیق بن عائذ بن عبداللہ مخزومی سے دوسرا عقد ہوا تھا۔ انہوں نے وفات کے وقت سیدہ خدیجہؓ کے لئے بے شمار دولت چھوڑی تھی۔ اور ان کا کاروبار بھی دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اسی لئے بسا اوقات قریش کا آدھا قافلہ سیدہ خدیجہؓ کے مال پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فہم و فراست اور حسن و جمال کی دولت سے بھی نوازا تھا۔

سیدہ خدیجہؓ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صدق گفتار اور حسن اخلاق کے بارے میں معلوم تھا۔ اس لئے انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کا مال لے کر ملک شام میں تجارت کے لئے جائیں۔ ابو طالب کا تو پہلے سے خیال تھا کہ خدیجہؓ کو کہا جائے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا مال تجارت دے کر شام کے سفر پر بھیجیں۔ لیکن جب سیدہ خدیجہؓ نے از خود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تجارتی سفر پر شام جانے کے لئے راضی ہو گئے۔ سیدہ خدیجہؓ بہت خوش ہوئیں۔ ان کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طور طریقے بہت پسند آئے کیوں کہ جو باتیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیں وہ بہت نپی تلی اور فاضلانہ تھیں۔ سیدہ خدیجہؓ کو ایسا منتظم مل جانے کی بڑی خوشی تھی۔ جو ذہین اور وجیہ تھا۔ اور صداقت اور دیانت داری کی خوبیاں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فطرت میں شامل تھیں۔

Marfat.com

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سفر پر روانہ ہوئے تو سیدہ خدیجہؓ کے غلام میسرہ حیران تھے کہ اتنی آسانیاں پہلے کبھی بھی نہیں ہوئی تھیں۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ انہوں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جیسا با اخلاق انسان نہ تو پہلے کبھی دیکھا اور نہ سنا۔ میسرہ تمام باتیں ذہین نشین کرتے رہے۔

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا تجارتی سفر بہت ہی کامیاب رہا۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا قافلہ مکّہ پہنچا تو دوپہر کا وقت تھا۔ سیدہ خدیجہؓ اس وقت اپنے بالا خانے پر تھیں، اُنہوں نے دیکھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اونٹ پر سوار چلے آرہے تھے۔ سیدہ خدیجہؓ نے دروازہ پر آکر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا استقبال کیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خاطر مدارت کے بعد سفر تجارت کی روئداد سنی۔ سیدہ خدیجہؓ کو اپنے مال میں بہت نفع کی بابت سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ میسرہ بھی ساتھ تھے جنہوں نے اپنے مخدوم کے حسن اخلاق وکمال ادراک اور تجارتی معاملہ فہمی کے واقعات اپنی مالکہ سے بیان کئے۔ جن سے سیدہ خدیجہؓ کے دل میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عظمت و برتری کا اور بھی احساس بڑھ گیا اور ان کے دل نے بہت ہی خوشی محسوس کی اور بہت ہی اچھا اثر لیا۔

☆☆☆

Marfat.com

# محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیدہ خدیجہؓ سے شادی

سیدہ خدیجہؓ نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زندگی کو ہر پہلو سے دیکھا تھا، محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا شاندار اخلاق، بلند کردار اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا خاندان بلا مبالغہ اتنا عالی تھا کہ ایسی بزرگی وشرافت بنی آدم کے کسی گھرانے کو میسر نہ آئی۔ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ وسیدہ ہاجرہ عَلَیْہَا السَّلَامُ کی دعا کی آواز کا لاہوتی جواب اسمٰعیل عَلَیْہِ السَّلَامُ (اللہ کا سنا ہوا) جس کو کعبہ کے رب نے قبول کیا اور جس کی بنیاد پر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَامُ کو دنیا کی امامت کا منصب عطا ہوا۔ اور پہلی قربانی کی طرح آل ابراہیم میں ایک مرتبہ پھر قربانی کا واقعہ دہرایا گیا۔ خاندان کی اس عالمگیر برتری کے سوا خود قریش والوں سے نسباً کون اونچا تھا اور قریشیوں میں بھی قصّی وہاشم کے گھرانے کو عزت و کرامت کا جو مقام حاصل تھا عرب میں کون تھا جو ان کی برابری کر سکتا تھا۔ اور ہاشم میں عبداللہ کے بیٹے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اخلاق وکردار کی برابری کون کر سکتا تھا۔ اسی لئے سیدہ خدیجہؓ نے ایک فیصلہ کر لیا، دُکھ سکھ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ رہنے کا، زندگی کی دوڑ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ ساتھ چلنے کا۔ چنانچہ انہوں نے عقد میں دیر کرنے کو مناسب نہ جانا اور اپنی ایک منہ بولی بہن نفیسہ سے اپنا ارادہ ظاہر فرما دیا۔ وہ ان کا پیغام عقد لے کر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جسے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بڑی خوشی کے ساتھ قبول فرما لیا۔ اور اپنے چچا ابوطالب سے بات کی۔ ابوطالب نے سیدہ خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد سے بات کی اور شادی کی تاریخ طے کی۔ اُس وقت سیدہ خدیجہؓ کے والد خویلد بن اسد وفات پا چکے تھے۔ سیدہ خدیجہؓ کے چچا نے ولی کے فرائض انجام دیئے۔ نکاح میں دونوں خاندانوں کے افراد اور مکّہ کے لوگ شریک ہوئے۔ مہر میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بیس اونٹ دیئے۔ (الرّحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارک پوری)

اس موقع پر سید ابوطالب نے تقریر کی جس میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عزت وشرف اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دانشمندی اور فضیلت کا ذکر کیا اور کہا سب سے بڑی بات کہ آپ دونوں ایک دوسرے کو بے حد پسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہؓ کے چچا کھڑے ہوئے اور دوسری

Marfat.com

باتوں کے علاوہ انہوں نے کہا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قابلیت میں سب سے افضل ہیں اس لئے اُنہیں اوران کے خاندان کواس شادی پرخوشی اورفخر ہے۔

یہ شادی سفرشام سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی واپسی کے دو مہینے اورپچیس دن بعد ہوئی۔ اوراس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس وقت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پچیس سال کے تھے۔جہاں تک سیدہ خدیجہؓ کا تعلق ہے بعض لوگ کہتے ہیں،اس وقت ان کی عمر چالیس سال کی تھی جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ ان کی عمر تیس سے چالیس سال کے درمیان تھی۔

فصل: سیدہ خدیجہؓ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصّی بن مرّہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر۔

(سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

فصل: محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اولاد:

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ساری اولاد لڑکے اورلڑکیاں سیدہ خدیجہؓ کے بطن اطہر سے تھے۔ماسوائے صاحبزادہ ابراہیمؑ وہ سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

(۱) قاسمؓ:۔سیدہ خدیجہؓ کے بطن سے شادی کے تقریباً دو سال بعد پیدا ہوئے۔ان کی وجہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی کنیت ابوالقاسم تھی۔اس لئے کہ یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بڑی اولاد تھے۔قاسمؓ تھوڑے ہی دن زندہ رہے۔ان کا لقب طاہر ہے۔

(۲) عبداللہؓ:۔عبداللہؓ جو قاسمؓ سے چھوٹے ہیں بچپن میں ہی رحلت کر گئے۔ان کا لقب طیّب ہے۔

(۳) سیدہ زینبؓ جو عبداللہؓ سے چھوٹی ہیں۔اس وقت پیدا ہوئیں جب محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر مبارک تقریباً تیس سال تھی۔

(۴) سیدہ رُقیہؓ جو سیدہ زینبؓ سے دہ سال چھوٹی تھی اُس وقت پیدا ہوئیں جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تقریباً بتیس سال کے تھے۔

(۵) سیدہ اُم کلثومؓ جو سیدہ رُقیہؓ سے ایک یا دو سال چھوٹی ہیں۔

(۶) سیدہ فاطمہؓ جو سیدہ اُم کلثومؓ سے چھوٹی ہیں ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب

Marfat.com

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تقریباً ۳۵ (پینتیس) سال کے تھے۔

(۷) ابراہیمؓ سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے بطن اطہر سے ۸ ھ کو مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ ایک سال دس ماہ کی عمر میں ۱۰ ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سب بچے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زندگی میں وفات پا گئے، البتہ سیدہ فاطمہؓ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی وفات کے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

☆☆☆

Marfat.com

# خوش حالی کا دور

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جس طرح حسن کردار اور نسب میں ممتاز تھے ازدواج کے بعد اسی طرح ثروت میں بھی مقتدر ہوگئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت جب محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جیسے امین وصادق کے ہاتھوں میں آئی تو اور بھی چمک اُٹھی۔ کاروباری حلقوں میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صادق کے نام سے دور دور تک مشہور ہوگئے۔ اہل مکہ تو پہلے بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے جس میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ناز تھا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر۔

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ساری دنیا کی عورتوں میں مریم (عَلَیْہَاالسَّلَامْ) افضل تھیں، اسی طرح سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

ایک اور روایت میں ہے کہ تمام دنیا کی بہترین خواتین یہ دو ہیں، یعنی مریم (عَلَیْہَاالسَّلَامْ) اور خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل)

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فہم وفراست اور شرافت نفس کی وجہ سے دوسروں کا دکھ، درد توجہ سے سنتے۔ اپنی کم گوئی کے باوجود لوگوں کی طویل در طویل کہانیوں پر دل میں میل نہ لاتے۔ گفتگو میں کبھی کبھی مزاح بھی ہوتا لیکن یہ مزاح حقیقت کے خلاف نہ ہوتا۔ ہنسنے پر کبھی دندان مبارک نظر نہ آتے اور غصے میں کبھی زبان پر سخت الفاظ نہ آنے پاتے۔ اس دور میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی صداقت وامانت میں شہرت اور سخاوت، صلہ رحمی، بیکسوں کی مدد، غربا پروری اور عقل وفہم کی بلندی کے وہ اوصاف عرب کے تمام لوگوں پر عیاں ہوگئے جو پہلے صرف مکہ کے قریش اور عوام جانتے تھے۔ اب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا شمار عرب کے بڑے بڑے کاروباری لوگوں میں ہونے لگا تھا۔ یہ قدرتی امر تھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تجارت جاری رکھیں۔ مورخ لکھتے ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تجارت کی غرض سے متعدد بار یمن گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کم از کم ایک مرتبہ عمان بھی گئے۔ غالباً آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وہاں کے بین الاقوامی میلے کے سلسلے میں گئے تھے۔ اس وقت کا سندھ

Marfat.com

( آج کا پاکستان، پورا کشمیر شمال ومغربی بھارت ) ہندوچین کے تجار اور مشرق ومغرب کے سوداگر اس میلہ میں شریک ہوئے۔ یمن کے مشہور میلے رجب اور رمضان کے مہینوں میں لگتے تھے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے سوانح نگاروں نے واضح طور پر اور بار بار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے سفر یمن، شام وفلسطین کا ذکر کیا ہے۔

تجارتی معاملات میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) اس قدر کھرے تھے کہ جاہلیت کے دور کے لوگ شہادت دیتے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) تجارت میں بہترین شریک تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے اُوپر لوگوں کا اتنا اعتماد قائم ہو گیا کہ وہ اپنی قیمتی امانتیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے پاس رکھواتے۔ ہجرت سے پہلے دشمنی کے باوجود مشرک بھی اپنی امانتیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) ہی کی حفاظت میں دیتے رہے اور ہجرت کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے صرف اس لئے چھوڑا کہ وہ ہر ایک کی امانت اُسے واپس کر کے آئیں۔

مورخ بتاتے ہیں کہ جب بھی کوئی حاجت مند ہوتا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) اس کی امداد کرتے اور جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے پاس کچھ نہ بچتا تو سیدہ خدیجہؓ سے اس کی سفارش کرتے۔ سیدہ خدیجہؓ خود بھی بہت دردمند اور فراخ دل تھیں اور مستحق لوگوں کی مدد کرنے سے خوش ہوتی تھیں۔ ایک قحط کے دوران آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی رضاعی ماں حلیمہ سعدیہ آئیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) میری ماں، مری ماں کہتے ہوئے اُٹھے اور اُنہیں اپنی چادر بچھا کر بٹھایا اور اُنہیں سیدہ خدیجہؓ نے چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ مرحمت فرمایا۔ اس طرح محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) اور سیدہ خدیجہؓ بلا نام ونمود کے بہت سے گھرانوں کی مدد کرتے تھے۔

محمد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے فرمایا دنیا میں بھلائی والے ہی آخرت میں بھلائی والے ہوں گے اور دنیا میں برائی والے ہی آخرت میں برائی والے ہوں گے۔ (الادب المفرد از امام بخاری)

☆☆☆

Marfat.com

# زیدؓ بن حارث

زیدؓ بن حارث کا تعلق شمالی عرب کے ایک بڑے قبیلے کلب سے تھا۔ ان کی والدہ سُعدہ بنت ثعلبہ طے قبیلے کی ایک شاخ بنی معن سے تھیں۔ زیدؓ بن حارث کو ایک ہمسایہ قبیلہ بنی قین کے لوگوں نے ایک لڑائی کے دوران گرفتار کرلیا۔ اس وقت زیدؓ بن حارث کی عمر آٹھ سال کی تھی۔ پھر زیدؓ بن حارث کو شام کے کسی میلے میں لے جا کر بیچ دیا۔ سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام جب ملک شام سے آئے تو بہت سے غلام ساتھ لائے تھے جن میں زیدؓ بن حارث بھی تھے۔ سیدہ خدیجہؓ اپنے بھتیجے حکیم سے ملنے گئیں تو اُنہوں نے کہا پھوپھی جان آپ کو جو غلام ان میں سے پسند ہو آپ لے لیجئے سیدہ خدیجہؓ نے زیدؓ کو لے لیا۔ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شادی ہوئی، تو سیدہ خدیجہؓ نے زیدؓ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ کو آزاد کر دیا لیکن زیدؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سرپرستی میں رہنے لگے۔ اس وقت زیدؓ کی عمر تقریباً ۱۵ سال کی تھی۔

زیدؓ کا غمزدہ باپ حارث بن شرجیل جو اپنے قبیلے کے سردار بھی تھے۔ بیٹے کی تلاش میں دور دور تک پھرتے رہے اور بالآخر اُنہیں معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا مکّہ میں ہے۔ زیدؓ کے چچا کعب بھی ساتھ تھے۔ وہ مکہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو چاہیں، ہم فدیہ دینے کو تیار ہیں، ہمارا لڑکا ہمیں دے دیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زیدؓ آپ کا بیٹا ہے۔ آپ اسے لے جا سکتے ہیں، میں کوئی فدیہ نہیں لوں گا۔ زیدؓ کو میں بلاتا ہوں۔ اگر وہ آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہے تو وہ جا سکتا ہے اور اگر وہ میرے پاس رہنا چاہے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہتا ہو اسے زبردستی نکال دوں۔ اُنہوں نے کہا یہ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصاف سے بھی بڑھ کر درست بات فرمائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا لڑکے سے پوچھ لیجئے۔ زیدؓ آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ سے پوچھا ان کو پہچانتے ہو؟ زیدؓ نے کہا ہاں یہ میرے والد اور چچا ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا یہ تمہیں لینے آئے ہیں، میری طرف سے تمہیں اجازت ہے اور پوری آزادی ہے۔ زیدؓ کے والد اور چچا نے کہا بیٹے

Marfat.com

ہمارے ساتھ چلو۔ تمہاری والدہ، گھر والے اور ہم بہت پریشان اور دکھی ہیں۔ زیدؓ نے جواب دیا۔ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو چھوڑ کر کسی کے ساتھ نہیں جاؤں گا، کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔ زیدؓ کے والد نے کہا زیدؓ تو غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہے۔ زیدؓ نے کہا ہاں میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں وہ اوصاف دیکھے ہیں جنہیں دیکھنے کے بعد میں اپنے ماں، باپ اور اپنے خاندان وتمام دنیا کو بھی محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے زیدؓ کا جواب سن کر زیدؓ کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گئے اور قریش کے مجمع عام میں اعلان فرمایا کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔ یہ سن کر زیدؓ کے والد اور چچا خوشی سے رو پڑے اور زیدؓ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سرپرستی میں چھوڑ کر خوشی خوشی اپنے گھر چلے گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

# علی (رضی اللہ عنہ) محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سرپرستی میں

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تجارت میں بہت ہی کامیاب تھے۔ سیدہ خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بہت خوش حال تھے۔ ابوطالب بہت ہی عزت وعظمت والے سردار تھے مگر تنگی کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ کئی سالوں سے قحط بھی تھا۔ اس لئے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو خیال آیا کہ میرے چچا ابوطالب کی مالی حالت کمزور ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے چچا عباسؓ کے پاس گئے جو بہت ہی مالدار تھے۔ ان سے کہا کہ چچا ابوطالب کا کنبہ بہت بڑا ہے، ان کی مالی حالت اچھی نہیں ہے، ان کے ایک بیٹے کو آپ لے لیں اور ایک کو میں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں۔ عباسؓ نے اس بات کو قبول کرلیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور عباسؓ دونوں ابوطالب کے پاس گئے اور اپنی خواہش بیان کی۔ ابوطالب نے کہا عقیل کو تو میرے پاس چھوڑ دو۔ عباسؓ نے جعفرؓ کو لے لیا اور علیؓ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے ساتھ لے آئے۔ اس طرح علیؓ بچپن ہی سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی کفالت میں آگئے۔ سیدہ خدیجہؓ اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے علیؓ کو اپنی اولاد کی طرح رکھا۔ علیؓ کی عمر اس وقت پانچ سال سے زیادہ نہیں تھی۔ ان کی ولادت ۲۳ قبل ہجرت ہوئی۔ علیؓ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ جعفرؓ ان سے دس برس بڑے تھے۔ عقیلؓ، جعفرؓ سے دس برس بڑے تھے۔ ان کے علاوہ ابوطالب کے دوسرے بچے بھی تھے، علیؓ کی کنیت ابوالحسن اور ابو تراب ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

# خانہ کعبہ کی تعمیر نو

عرب میں خانہ کعبہ کی شایان شان تکریم کی جاتی تھی۔ دوسری باتوں کے علاوہ کعبہ کے اندر اور باہر پردے لگائے جاتے تھے۔ جن میں کعبہ مستور رہتا تھا۔ کعبہ کے متولی ان پردوں کو لوبان وغیرہ جلا کر خوشبو میں بسائے رکھتے تھے۔

تقریباً ۶۰۵ء میں ایک روز آندھی کا طوفان آیا اور آگ کی چنگاریاں اُڑ کر خانہ کعبہ پر گریں جس سے پردوں میں آگ لگ گئی اور کعبہ کی پوری عمارت جل گئی۔ اس کے بعد بارش کا طوفان آیا تو دیواریں جگہ جگہ سے پھٹ گئیں۔ اس لئے فطری طور پر قریش نے اس مقدس عمارت کی تعمیر کا قصد کیا۔ اسی طوفان نے سمندر سے ایک جہاز کو مکہ کے نزدیک ترین ایک بستی کے ساحل پر پھینک دیا۔ بستی والوں نے جہازیوں کی مدد کی تو اللہ نے اُنہیں بچالیا۔ جہاز کی تباہی کی اطلاع ملتے ہی قریش کے لوگ وہاں پہنچے۔ انہوں نے جہاز کا سامان خرید لیا اور تباہ شدہ جہاز کی لکڑیاں بھی خانہ کعبہ کی چھت کے لئے خرید لی۔ قریش نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس عمارت کو منہدم کر کے از سرِ نو تعمیر کی جائے۔ اور وہ سب اس بات پر بھی متفق ہوئے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں صرف حلال رقم ہی استعمال کریں گے۔ ناجائز اُجرت، سود کی دولت اور کسی کا ناحق لیا ہوا مال استعمال نہیں کریں گے۔ مگر باوجود ان سب تیاریوں اور سب سامان کہ یہ لوگ کعبہ کو منہدم کرنے سے خائف تھے۔ اور کسی کو پیش قدمی کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی کدال لے کر کھڑا ہوا، اور دُعا کی اور کہا یا اللہ ہم خیر کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔ پھر کعبہ کی دیواروں کو منہدم کرنا شروع کر دیا۔ سب لوگ دیکھتے رہے۔ کسی نے اس دن اس کے ساتھ شرکت نہ کی اور رات بھی لوگوں نے اسی انتظار میں گزار دی کہ دیکھیں ولید بن مغیرہ کا کیا حال ہوتا ہے؟ صبح ولید بن مغیرہ بصحت و سلامت خانہ کعبہ پہنچا تو سب سمجھ گئے، اللہ ہمارے اس فعل سے راضی ہے اور تمام قبیلوں نے عمارت کو منہدم کرنے کا کام اپنے اپنے ذمہ لے لیا۔ پرانی عمارت منہدم کر دی گئی۔ جب دیواروں کو بنیادوں تک کھودا گیا تو نیچے سبز رنگ کا پتھر آ گیا جو بہت ہی مضبوطی سے بچھا ہوا تھا۔ کہتے ہیں، یہ کعبہ کی وہ بنیاد تھی، جو ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے وقت میں بھری

Marfat.com

گئی تھی۔اسی بنیاد پر تعمیر کے واسطے قریش کے ہر قبیلے نے جدا جدا پتھر جمع کرنے شروع کئے اور کعبہ کی تعمیر نو میں مشغول ہو گئے۔ مکہ کے ہر شخص نے تعمیر نو میں حصہ لیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تعمیر کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے رہے۔

کعبہ کے دروازے کے نزدیک ایک کونے پر ''حجر اسود'' نصب تھا۔ حجر اسود طواف کے لئے نقطہ ٔ آغاز کا کام دیتا تھا۔ حجاج دوران طواف اس طرف ہاتھ اٹھا کر عقیدت سے چومتے۔ جب تعمیر کعبہ کے دوران اس کو مقررہ مقام پر نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو تنازعہ پیدا ہو گیا کہ اس کو نصب کرنے کا اعزاز کسے ملنا چاہیے۔ ہر قبیلہ ''حجر اسود'' کی تنصیب کا اعزاز حاصل کرنے کا خواہش مند تھا اور چاہتا تھا کہ یہ عزت و شرف اسے حاصل ہو چنانچہ مد مقابل قبیلے کو اس کی تنصیب سے باز رکھنے کے لئے فریقین نے تلواریں سونت لی۔ یہ جھگڑا چار پانچ روز تک جاری رہا، یہاں تک اس معاملہ نے طول کھینچا کہ تعمیر کا کام بند ہو گیا، سب باہم قتل و قتال پر آمادہ ہو گئے، بنو عبدالدار نے خون سے بھر کر ایک پیالہ رکھا اور ان کے سب ساتھیوں نے اس خون میں ہاتھ ڈبوئے اور جنگ پر عہد کیا یعنی ہم جان دے دیں گے مگر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اور پھر ایک معمر شخص ابو اُمیہ بن مغیرہ آگے بڑھا اور لوگوں کے جذبات کو مزید بھڑکنے سے روکتے ہوئے بولا اس پاک زمین پر خونریزی کیوں کر ممکن ہے۔ ''حجر اسود'' کی تنصیب کا کام اللہ پر چھوڑ دو۔ اور ابھی سب سے پہلے جو شخص باب الصفا سے مسجد میں داخل ہو اس کو حکم مقرر کیا جائے اور جو فیصلہ وہ کرے اس کو قبول کر لو۔ اس بات کو تمام لوگوں نے پسند کیا اور سب لوگ اس پر راضی ہو گئے۔ اور وہ دروازے کی طرف منتظر ہو کر بیٹھے کہ جو شخص آئے ہم اس کو حکم بنائیں۔

اس وقت اس دروازے سے سب سے پہلے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ سب لوگ خوشی سے اُچھل پڑے ''امین آگیا'' ''امین آگیا'' ہم سب راضی ہیں۔ ہم سب راضی ہیں۔ خانہ کعبہ سے آوازیں گونج اُٹھیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فیصلہ کریں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فیصلے پر عمل درآمد کا یقین دلایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب کے نزدیک قابل قبول فیصلہ کرنے کے لئے اپنی چادر زمین پر بچھائی اور حجر اسود کو خود اُٹھا کر اس کے درمیان رکھا۔ پھر قریش کے سرداروں کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر سب مل کر اُٹھاؤ۔ چنانچہ سب نے مل کر اُٹھایا اور جب اس مقام پر پہنچے جہاں پر حجر اسود کو نصب کرنا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

نے پھر اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر وہاں رکھ دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس فیصلے کو سب نے قبول کیا اور فیصلے کی بڑی تعریف کی۔ اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر مبارک ۳۵ سال کی تھی۔ حاضرین میں قریش کے بعض آدمیوں نے کہا کہ قریش کے بڑے بڑے عمر رسیدہ پر تعجب ہے کہ وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے۔ آثار بتاتے ہیں کہ یہ نوجوان ضرور ان پر سبقت لے جائے گا۔ اگر یہ جنگ چھڑ جاتی تو یہ تمام پچھلی جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوتی۔ کیوں کہ یہاں پر تو اونٹوں اور بکریوں کو پانی پلانے، گھوڑوں کو دوڑانے، اشعار میں ایک قوم کو دوسری قوم سے اچھا بتانے جیسی معمولی معمولی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ برسوں تک تھمنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کا کام جلدی ہی تکمیل کو پہنچ گیا۔ البتہ قریش نے رقم کی کمی ہو جانے کے باعث پورے خلوص سے فیصلہ کیا کہ کعبہ کا ایک حصہ ایسا ہونا چاہئے جس پر کوئی چھت نہ ہو اور لوگوں کو کعبہ کے اس حصے میں ہر وقت داخل ہونے کی اجازت ہو۔ کعبہ کا یہ کھلا حصہ حطیم (یا حجر) کہلاتا ہے۔ اس کھلے حصے کی لمبائی تقریباً چھ ہاتھ ہے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو اندر چھ ستون کھڑے کر کے اوپر سے چھت ڈال دی گئی اور کعبہ اپنی تکمیل کے بعد قریب قریب چوکور شکل کا ہو گیا۔ اب خانہ کعبہ کی بلندی پندرہ میٹر ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

# نبوت سے پہلے کی اجمالی سیرت

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ۳۷ برس کے ہو چکے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم میں بلند کردار، پاکیزہ اخلاق، کریمانہ عادات، عہد کے پکے، خیرات کرنے والے، امانت دار، راست گو، نرم مزاج، معزز اور باعمل انسان کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ اور سب جانتے تھے کہ آپؐ میں تمام خوبیاں سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دردمندوں کا بوجھ اُٹھاتے، ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے، مہمانوں کی میزبانی کرتے، حق کا ساتھ دیتے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اعمال صالح اور خصائل حمیدہ کے پیکر تھے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باطل معبودوں سے سخت نفرت اور تمام خرافات سے سخت بیزاری محسوس کرتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی کسی بت کے پاس نہیں گئے۔ کبھی آستانوں کا ذبیحہ نہیں کھایا۔ کبھی بتوں کے لئے منائے جانے والے تہواروں میں شرکت نہیں کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی شاداب عقل، روشن فطرت اور مسلسل غور وفکر سے سچائی کی تلاش میں رہتے تھے۔

دین کے معاملہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بے چینی بڑھی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے رمضان کا پورا مہینہ غار حرا میں گزارنے کا فیصلہ کیا جو مکّہ کی نواحی پہاڑی جبل النور میں واقع ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستو اور پانی ساتھ لیا اور غار حرا میں چلے گئے۔ سیدہ خدیجہؓ بھی وقتاً فوقتاً کھانے پینے کا سامان غار میں پہنچاتی رہیں۔ ایک ماہ غار میں غور وفکر کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) واپس آگئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے واپسی پر سب سے پہلے کعبہ کا طواف کیا اور پھر اپنے گھر گئے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

غار حرا میں اس قیام سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اتنی مسرت ہوئی کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اپنا سالانہ معمول بنا لیا اور تین سال تک سال میں ایک مہینہ، ماہِ رمضان میں غارِ حرا میں چلے جاتے۔ جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یکسوئی سے اللہ کی عبادت کرتے اور ان سوالات پر غور وفکر کرتے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذہن میں پیدا ہوتے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

جب غار حرا میں تشریف لے جاتے تو سیدہ خدیجہؓ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ جاتیں اور غار کے قریب ہی موجود رہتیں۔اسی طرح سے زیدؓ بن حارث بھی وقتاً فوقتاً غار کے قریب ہی موجود رہتے۔

جبل النور مکہ کے مشرقی نواح میں خانہ کعبہ سے تین چار کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔یہ مخروطی شکل کی بلند پہاڑی ہے۔جو آس پاس کے سلسلہ کوہ سے الگ تھلگ ہے۔پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے میں کافی وقت لگتا ہے۔غار حرا پہاڑ کی چوٹی پر ہے۔اور ایسی چٹانوں سے عبارت ہے جو ایک دوسرے کے اوپر کھڑی ہیں اور بڑے بڑے پتھر اس کی دیواروں اور چھت کا کام دیتے ہیں۔اندر سے غار اتنی بلند ہے کہ اس میں آدمی آرام سے کھڑا ہو سکتا ہے۔غار کا طول وعرض بھی اتنا ہے کہ ایک انسان اس میں بہت سہولت سے لیٹ سکتا ہے۔غار کی لمبائی تقریباً ۱۲ فٹ اور چوڑائی ۵ فٹ ہے۔قدرتی طور پر اس کا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

# بعثت سے پہلے عالم کی حالت

بعض مورخین نے تاریخ کو تین زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) قرونِ اولیٰ:

قرونِ اولیٰ میں ابتدائے عالم سے پیدائش عیسیٰ عَلَیہِ السَّلام تک کا زمانہ شامل ہے۔

(۲) قرونِ وسطیٰ:

پیدائش عیسیٰ علیہ السلام سے نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے تک کا زمانہ شامل ہے۔

(۳) قرونِ متاخرہ:

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے سے شروع ہوا۔

چند دوسرے مورخین قرون اولیٰ میں ابتدائے عالم سے سلطنت روما کے شروع تک کا زمانہ شامل کرتے ہیں۔

قرون وسطیٰ میں سلطنت روما کے شروع سے سلطنت روما کے آخر زمانہ تک یعنی قسطنطنیہ میں مسلمانوں کی فتح تک جب یہ شہر محمد عثمانی ثانی کے ہاتھوں فتح ہوا۔

قرونِ متاخرہ شروع ہوا مسلمانوں کے عروج کے زمانے سے جب قسطنطنیہ کو مسلمانوں نے فتح کیا۔

دنیا کے بعض عظیم الشان واقعات سے دوسرے واقعات کے زمانوں کا پتہ دیا جاتا ہے۔ مثلاً پیدائش آدم علیہ السلام سے اتنے برس بعد یا طوفان نوح سے اتنے برس پہلے یا بعد یا ابراہیم عَلَیہِ السَّلام سے اتنے برس پہلے یا بعد یا بکرماجیت یا عیسیٰ عَلَیہ السَّلام کی پیدائش یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے کے وقت سے برسوں کا شمار کیا جاتا ہے۔ آج کل دنیا میں سب سے زیادہ عیسوی اور ہجری سنین رائج ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وحشت و درندگی کا تسلط قائم تھا۔ انسانیت، تہذیب، اخلاق و شرافت کے نام شاید ہی کسی کو یاد تھے۔

Marfat.com

(ا) بنی اسرائیل:

بنی اسرائیل میں انسانیت کا کوئی بھی نشان باقی نہ رہا تھا۔ وہ دنیا میں سب سے بڑے سود خور بن چکے تھے۔ لالچ و حرام خوری ان کی عادت بن چکی تھی۔ اس لئے بخیل، کام چور اور عادی مجرم بن گئے تھے۔ ہمسایہ قوموں کے اثر سے ان میں بت پرستی بھی قائم ہو چکی تھی۔ تورات کا آخری نسخہ تک صفحۂ ہستی سے مٹ چکا تھا۔ گمان، قیاس، و اٹکل سے تورات کو از سر نو مرتب کرنے کی سعی کی جس میں ابہام بھرا گیا۔ بے جوڑ اور بے تکی باتیں شامل کر دی گئیں۔ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کا لایا ہوا دین بُھلا دیا گیا۔ یہودی علماء، گمان اور قیاس کے خیالی گھوڑوں پر سوار عوام کو شریعت موسوی کے خلاف ہانکنے لگے۔ اور رسول کی تقلید کو چھوڑ کر ظن کے دائرے میں گھومنے لگے تو طاغوت کے اندھیرے میں پھنس کر رہ گئے۔ پھر اُنہوں نے اسرائیلیت اور فقیہیت کے غرور اور تکبر میں اللہ کے انبیاء کو ٹھٹھوں میں اُڑایا اور ان کی باتوں کو ناچیز جانا اور ان کی ہنسی اُڑائی۔ پھر وہ ظلم میں اتنے آگے بڑھے کہ ان پر عذاب کی گھنٹی بجادی گئی۔ تقریباً ۱۱۹۰ قبل ہجری میں بابل سے بخت نصر آندھی کی طرح اٹھا بادل کی طرح چڑھا اور پھر صاعقہ بن کر گرا۔ اللہ کا ایسا عذاب ان پر بھڑکا کہ ان کے مقدس گھر میں ان کے جوانوں، مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو تیز دھار تلواروں سے قتل کیا، ذبح کیا اور جلائے گئے۔

یہودیوں کے بادشاہ کو اندھا کیا گیا۔ سلیمان علیہ اسلام کی بنائی ہوئی عمارت کو کھود کر زمین کے برابر کر دیا۔ سارا شہر منہدم کر ڈالا۔ ہر جگہ آگ لگا دی گئی۔ ہر چیز جلا کر خاک کر ڈالی۔ تورات کے تمام نسخے جلا ڈالے۔ اس طرح موسیٰ علیہ اسلام تک پہنچنے کی ساری راہیں بند ہو گئیں۔

عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کی لاکھوں کی تعداد کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر اور رسن کی رسیوں سے باندھ کر ایشیا کے شمالی و مشرقی کوہستانی علاقوں میں جنگلی جانوروں کی طرح کھدیڑ دیا۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ اسرائیل کی ان کھوئی ہوئی بھیڑوں نے اس کے بعد موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو، ان کی کتاب کو دنیا کے کسی حصے میں پھر کبھی یاد نہیں کیا۔ وہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے بچھڑ گئے اور موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام بھی ان سے بچھڑ گئے۔ یہی ان کا مقدر تھا۔ نبی کی تقلید کے منکر، شریعت میں ملاوٹ کرنے والے، حیلہ باز اور کام چور اپنے ساتھ فاقہ زدہ ڈھانچوں کے سوا اور کیا رکھتے تھے؟ جن کے ساتھ ان کی جانیں اٹکی ہوئی تھیں۔ یہ گمان، قیاس، اٹکل اور ظن کے پتلے دوسری قوموں میں کھپ

Marfat.com

گئے۔ باقی بچے کھچے جو اسرائیلی اپنے علاقے میں رہ گئے تھے، وہ بھی ہمسایہ قوموں کے ہاتھوں بری طرح ذلیل اور پامال ہوکر رہے۔

پھر ایک وقت آیا کہ اسرائیلی باشندوں میں کچھ لوگ خیر کی دعوت پر قائم ہو گئے اور انہوں نے باقی بچے کھچے رہ جانے والوں کو بھی توبہ وانابت کی ترغیب دی۔ آخر کار رحمت الٰہی ان کی مددگار ہوئی۔ بابل کی سلطنت کو زوال ہوا۔ چنانچہ اس کے بعد اسرائیلیوں نے نئے سرے سے ہیکل سلیمانی تعمیر کیا۔

کچھ وقت کے بعد پھر ان کی اخلاقی و دینی تحریک بتدریج فنا ہوتی چلی گئی اور اس کی جگہ خالص دنیا پرستی نے لے لی۔ اس دور میں عام اسرائیلیوں اور ان کے علماء کی اخلاقی پستی کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس قوم کی آنکھوں کے سامنے ان کے بادشاہ نے ایک رقاصہ کی فرمائش پر یحییٰ عَلَیْہِ السَّلام جیسے پاکیزہ انسان کا سر قلم کر کے رقاصہ کی نذر کیا، مگر ایک آواز بھی اس ظلم کے خلاف نہ اُٹھی۔

اور پھر اسرائیلیوں کی پوری قوم کے مذہبی پیشواؤں نے مسیح عَلَیْہِ السَّلَام کے لئے سزائے موت کا مطالبہ کیا تو بہت تھوڑے سے راست باز انسانوں کے سوا کوئی نہ تھا جو اس بدبختی پر ماتم کرتا۔ حد یہ ہے کہ جب ان کے بادشاہ نے ان شامت زدہ لوگوں سے پوچھا کہ آج عید کا دن ہے اور قاعدے کے مطابق جن کو سزائے موت سنائی گئی ہے ان میں سے میں ایک کو چھوڑ دینے کا مجاز ہوں، تم بتاؤ یسوع کو چھوڑوں یا براء باڈا کو؟ تو ان کے مجمع نے بیک آواز ہو کر کہا کہ براء باڈا کو چھوڑ دو۔ یہ گویا اللہ کی طرف سے آخری حجت تھی جو اس قوم پر قائم کی گئی۔

اور پھر روم سے تیز دھار تلواریں چمکی اور آندھی اور طوفان کی طرح بجلی بن کر یروشلم پر گری اور اسرائیلیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا۔ قتل عام میں ایک لاکھ پچاس ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ ہیکل کو پھر نذر آتش کیا۔ اور پھر زمین سے برابر کر کے اس کی جگہ پیٹر کا مندر بنایا۔ لاکھوں آدمیوں کو پکڑ کر غلام بنایا گیا۔ ہزاروں پکڑ کر مصری کانوں میں کام کرنے کے لئے بھیج دیئے گئے۔ ہزاروں آدمیوں کو پکڑ کر مختلف شہروں میں بھیجا گیا تاکہ تھیٹروں میں ان کو جنگلی جانوروں سے پھڑوانے یا شمشیرزنوں کے تلواروں کے کھیل کا تختہ مشق بننے کے لئے استعمال کیا جائے۔

رومیوں کا حکم تھا کہ جس کے پاس تورات کا ایک ورق بھی ملے اسے مار دیا جائے۔ اور تورات کے تمام نسخے جلا دیئے جائیں۔ انہوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تورات کے نسخوں کو جلا کر دنیا سے ناپید کیا۔

Marfat.com

توراۃ کے تمام قسم کے نسخے جلا ڈالے۔اس طرح موسیٰ علیہ السلام تک پہنچنے کی ساری راہیں بند ہوگئیں۔ یہودیوں نے حیلے بہانے ،اٹکل اور ظن سے اللہ کی شریعت کو مسخ کرنا چاہا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود مسخ ہو گئے۔

(۲) یورپ:

یورپ میں جہالت ، وحشت اور درندگی کا دور تھا۔ انگلستان میں وحشی قومیں برٹن اور سکسن آباد تھے۔اور یہ سب مشرک تھے اور اپنے خیال سے گھڑے ہوئے بت بنا رکھے تھے۔فرانس ہمیشہ سکسن قوم سے معرکہ آراء رہتا تھا۔ یہ لڑائی ۹۲ے ء کے بعد تک جاری رہی جب کہ چار ہزار سے زیادہ سکسن قیدی نہایت بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔ ہنگری ان دنوں انتہائی درجہ کی وحشی و ناشائستہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔

(۳) ایران:

ایران پر مزدکیہ کا زور تھا۔جنہوں نے زن، زر اور زمین کو وقف عام کر دیا تھا۔جس سے اخلاق ملیا میٹ ہوگیا۔مزدک کے مذہب زن، زر اور زمین کے عوامی ملکیت بنانے کے سبب سے بے غیرتی اور بے حیائی عام ہوگئی۔عصمت وعفت ، پاکدامنی اور غیرت مردوں اور عورتوں کے لئے حرام کردی گئی، یہاں تک کہ تاج وتخت کی مالک شہزادیاں اپنے فوجی افسروں کی حیوانگی کا شکار ہوگئیں۔فرہاد اپنے بادشاہ کا رقیب بن گیا۔اور شیرویہ نے اپنے باپ کا پیٹ پھاڑ کر شیریں پر قبضہ کرلیا۔

ایرانی شرک کے اندھیروں میں گم ہو چکے تھے۔زرتشت کو خالق کی صفات دے کر انہوں نے معبودان باطلہ میں شامل کرلیا تھا۔خیر کا خدا اور شر کا خدا دو معبود یزدان واہرمن کے نام سے پوجے جاتے تھے۔آگ کی پوجا اعلانیہ خوب زور شور سے ہوتی تھی۔ چاند، سورج اور ستاروں کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔ چوری اور ڈاکہ کا ملک میں زور تھا۔ بادشاہ ، وزراء، سپہ سالار اور اُمرائ عوام کو چوپایوں سے زیادہ ذلیل کرتے تھے اور غلاموں کی طرح بیگار لیتے تھے۔اس عذاب سے ایرانی عوام کو اس وقت آزادی ملی جب مسلمان ایران میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

(۴) سندھ اور ہند:

سندھ اور ہند کی حالت بہت بھیانک تھی ،سندھ اور ہند کا زوال مہا بھارت کی جنگ سے پہلے

Marfat.com

شروع ہو گیا تھا۔ مہابھارت کی لڑائی نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً دو ہزار ایک سو سال پہلے لڑی گئی۔ اس وقت سب سے خراب حالت عورتوں کی تھی۔ وہ انہیں ذلیل سمجھتے، ان پر ظلم کرتے انہیں جوئے میں داؤ پر لگاتے۔ مہابھارت کی جنگ کے بعد ہندوستان میں بت پرستوں کا بہت زور ہو گیا۔ وہ ظلم کی طرف لوگوں کی رہبری کرتے تھے۔ مندروں میں زن و مرد کی برہنگی کی تمثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں اور انہیں کی پوجا کی جاتی تھی، مندروں کے درو دیواروں پر ایسی سراپا فحش تصویریں کندہ کی جاتی تھیں جس کے تصور سے ہی مہذب شخص کو نفرت آنی چاہئے۔

نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً ایک ہزار دو سو سال پہلے سندھ و ہند میں بدھ دھرم شروع ہوا۔ جس نے بت پرستی پر مکمل پابندی لگا دی اور ساتھ ہی سنسکرت پڑھنے لکھنے پر پابندی لگا دی اور اس کے بدلے پالی زبان کو جاری کیا۔ راجا اشوک (۸۹۰ قبل ہجرت) کے دور تک بدھ دھرم کا زور رہا۔ اس کے بعد ان کا زوال شروع ہو گیا۔ بدھ دھرم نے بھکشوؤں (بھکاری فقیروں) کے بڑے بڑے ٹولے پیدا کئے اور بھکشو ان کے زوال کا سبب بنے۔

بدھ دھرم کے زوال کے بعد پُرانوں کے دھرم نے پھر سے زور پکڑا اور اس نے اپنے پرانے رواجوں کے ساتھ نئی نئی باتوں کو جاری کیا جس سے ظلم میں اضافہ ہوتا گیا اور ہند دنیا میں اندھیر نگری چوپٹ راجا کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ان کے کچھ رواج اس طرح سے تھے۔

☆ کشتری راجہ اور ٹھاکر اکثر اپنی بیٹیوں کو مار کر جلا دیتے تھے۔ اس ظلم سے ان کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔

☆ شوہر کے مرنے کے بعد اس کی بیوی کو زندہ جلا کر مار دیا جاتا تھا۔

☆ عورت کو مال اور ملکیت اور اپنی ذات تک پر کوئی اختیار نہیں تھا۔ وہ اپنے والد کے گھر غلاموں سے بدتر زندگی گزارتی اور پھر اسے شادی کے نام پر خیرات میں کسی کو دے دیتے جسے انہوں نے ''کنیادان'' کا نام دے رکھا تھا۔ پھر جب اس کا شوہر مر جاتا تو اس کی بیوی کو زندہ جلا کر مار دیتے اور ماری جانے والی عورت کو ''ستی'' کا نام دے دیتے تھے۔ اس ظلم پر سارا ہندوستان فخر کرتا تھا اور ان کے راجا اور ٹھاکر جوان کے بھگوان اور دیوتا بھی بنے ہوئے تھے، ستی کے رواج پر نظمیں سنتے اور شاعروں کو انعام دیتے اور پھر جلائی جانے والی عورت کی راکھ کے ڈھیر پر ایک چبوترا بنا دیا جاتا

Marfat.com

پھر چبوترے پر مندر بن جاتا اس طرح بہت سے چبوترے بہت سے مندر بن گئے۔

ہندوستان میں لاکھوں انسانوں کا شودر (اچھوت) کے نام کا طبقہ قائم کر کے انہیں چمار، چوڑا اور بھنگی جیسے بُرے ناموں سے پکارتے تھے۔ شودر کی عورت اور اسکے مال پر راجا اور ٹھاکر کا ذاتی قانون چلتا تھا۔ جب کہ شودر کو زمین رکھنے کا سرے سے اختیار ہی نہیں تھا۔ شودروں کو ایسے رواجوں میں جکڑ دیا تھا کہ وہ راجپوتوں کا کام بیگار میں کرتے تھے۔

ہندوستان کے مورخ لکھتے ہیں کہ مہا بھارت اور پُرانوں میں اتنا زیادہ اختلاف ہے کہ یہ سب کچھ مسخراپن، مذاق اور مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ کوئی بھی یقین سے نہیں جانتا کہ جن لوگوں کو وہ بھگوان اور دیوتا کہتے ہیں وہ تھے بھی کہ نہیں اور اگر تھے تو وہ کب اور کہاں پیدا ہوئے تھے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کی کوئی کتاب بھی تھی کہ نہیں اور اگر تھی بھی تو کن پر اُتری؟ کہاں اُتری؟ کن کن زبانوں میں اُتری؟ کب اُتری؟ صدیوں میں اُتری یا جگوں میں اُتری؟ ان پر اندھیرا اور گھپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ وہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

(۵) مصر:

مصر کی حالت نہایت پست اور ہر ایک اعتبار سے بے حد ذلیل ہو چکی تھی۔ رومی ان پر قابض ہو چکے تھے۔ عیسائیت زوروں پر تھی۔ مسیح علیہ السلام کی شخصیت کی تعریف (Definition) کے نام پر روز روز نئے فرقے بنتے تھے اور اپنے مخالف کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ ایک کو تین اور تین کو ایک ثابت کرنے کی مشکل مشق میں پھنسے ہوئے تھے۔

(٦) روم و یونان:

اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت رومیوں کی تھی۔ ایران ان کے مدمقابل دوسری سب سے بڑی سلطنت تھی۔ روم و یونان کی تہذیب بھی بہت قدیم اور شاندار تھی۔ لقمان اور سکندر جیسے لوگ گزر چکے تھے۔ چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں روم و یونان بھی اس قدر ذلت اور پستی کی حالت میں پہنچ چکے تھے جس طرح ایران اور بھارت تاریکی میں ڈوب چکے تھے۔ روم میں بھی عیسائیت زوروں پر تھی اس لئے وہ بھی ایک کو تین اور تین کو ایک ثابت کرنے کی مشکل مشق میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان میں بھی بہت سے فرقے بنے ہوئے تھے جو اپنے مخالف کو قتل کرتے تھے۔ یونانی عیسائی

Marfat.com

قسطنطنیہ میں مضحکہ خیز بحثوں میں مصروف تھے۔ بہت سے فرقوں کے علاوہ دو بڑے فرقے صرف اس بات پر بنے ہوئے تھے کہ ''عشائے ربانی'' کے موقع پر عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام نے جو کھانا حواریوں کے ساتھ کھایا تھا اس میں روٹی خمیری تھی یا فطیری تھی۔ اسی بات پر آپس میں خون کی ندیاں بہہ جاتی تھی۔ خمیری یا فطیری کا منہ سے کہہ دینا ایمان یا کفر کے ہم معنی بن گیا تھا۔ (اور ادھر مسلمانوں کا سپہ سالار محمد عثمان ثانی تیز ترار گھوڑوں، کاٹدار تلواروں، لچکدار نیزوں، پھر تیلے تیراندازوں اور قلعہ شکن منجنیقوں کے ساتھ شہر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عیسائیوں کا ظن شکست کھاتا جارہا تھا اور دین فطرت کو ماننے والے باعمل مسلمان اللہ اکبر کہتے ہوئے قسطنطنیہ میں داخل ہوگئے۔ خمیری اور فطیری روٹی کے شیدائی اس طرح دم دبا کر بھاگے کہ آج اس سرزمین پر چراغ لے کر ڈھونڈنے سے خمیری یا فطیری کی مالا جپنے والوں کی نسل کا ایک فرد باقی نہیں ملتا)۔

## عیسائیوں کی پستی

عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے دو سو برس بعد تک عیسائیوں میں راہبوں کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ پھر روم، یونان اور شام میں ان کی کثرت ہوگئی۔ رفتہ رفتہ یہ بدعت عورتوں میں بھی رائج ہوگئی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی خانقاہیں قابل شرم حرکات کا مقام بن گئیں۔ دوسری طرف ان کے پادری تثلیث میں وحدت اور وحدت میں تثلیث کی تعلیم دینے لگے۔ اور یسوع مسیح کو ''بیٹا'' کہہ کر بے عزت کرنے لگے اور خود کو ''فادر اور مدر'' کہلانے لگے۔ اس کے علاوہ سسٹر (Sister) کی اچھی خاصی فوج قائم کردی۔ اب تو عیسائیت کا کارنامہ صرف یہ نظر آتا ہے کہ دنیا میں مقدس کنواریوں ''نن'' کی آبادی میں حیرت انگیز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اور ان کی کتابوں کا انتخاب بڑے عجیب ڈھنگ سے جوئے کی طرز پر ہوا۔ ہر عیسائی جانتا ہے کہ نیقیہ (روم کا ایک شہر) کی کونسل والوں نے گرجا کے صدر مقام پر انجیلوں کے انبار کو تہ بہ تہ کر کے رکھ دیا۔ کہا جاتا ہے کہ میز کے نیچے پادری آنکھیں بند کر کے میز کو ہلاتے جاتے تھے اور منتر پڑھتے جاتے تھے، ''جو جھوٹی ہے سو گر جائے، جو جھوٹی ہے سو گر جائے'' کہتے ہیں سب گر گئیں صرف چار اور ان کے ساتھ پولوس کے کچھ خطوط بھی گرنے سے رہ گئے۔ آنکھیں کھولیں تو مشکوک انجیل سچی ہوگئی۔

اس کے بعد مسیح عَلَیْہِ السَّلَام کی سچی انجیل یہی ہے۔ اس آواز سے آسمان کو سر پر اٹھالیا

Marfat.com

ہے۔کہا جاتا ہے کہ کونسل کے ان پادریوں میں سے دو پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ان کی قبروں پر اس رپورٹ کی مسل رات کو رکھ دی گئی۔صبح کہہ دیا گیا کہ مرے ہوئے پادریوں نے توثیقی دستخط کر دیئے ہیں۔اس عجیب وغریب انوکھے طریقہ پر دنیا نے اس سے پہلے کبھی عمل نہیں کیا تھا اور شاید نہ ان کے بعد کسی کو اس کی نوبت آئے۔لیکن اسی فیصلہ پر انہیں یقین ہوا اور اسی یقین پر عیسائی مذہب کی بنیاد ہے۔(النبیؐ خاتم از سید مناظر احسن گیلانی)

(۷) چین:

چین کے باشندے اپنے ملک میں آسمانی فرزند کی باشاہت سمجھ کر ''اللہ'' کو بھول چکے تھے۔ہر کام کے بت جدا جدا مقرر کر رکھے تھے۔کوئی بارش کا، کوئی اولاد کا، کوئی جنگ کا، کوئی امن کا۔اور ہر بت کو سزا دینا بھی بادشاہ کے اختیار میں تھا۔بادشاہ رعایا کو حیوانوں سے بدتر جانتا۔وہ کاشتکاروں کی تمام محنت ومشقت کے ثمر پر قابض ہو کر کچھ قدر قلیل ان کے لئے چھوڑ دیتا۔بادشاہ کے کارندے کاشتکاروں پر احسان جتلاتے کہ ان کی سفارش سے بادشاہ نے یہ کچھ چھوڑا ہے۔پھر کارندے کاشتکاروں سے بیگار لیتے۔

(۸) عرب:

عرب بھی اس دور میں دنیا کے اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔یہ ایسا ملک تھا جہاں کسی غیر بادشاہ کا تسلط نہیں ہوا تھا۔اس لئے ان کی فطرت میں وہ کھوٹ نہیں تھا جو دلوں پر مہر لگوائے۔دین ابراہیم یعنی دین حنیف پر وہ سب سے زیادہ لمبے عرصے تک قائم رہ چکے تھے۔لیکن اب صدیوں سے کسی قانون کے پابند نہیں تھے۔اس لئے حیوانی آزادی، بے علمی اور جہالت نے ان کی حالت کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ان میں تشدد اور بے خوفی کا عنصر غالب تھا۔اس لئے ان کو بہادر اور موحد بنانا بہت مشکل اور صبر آزما تو تھا لیکن جب وہ یقین لاتے تو ان کا ایمان کامل اور باعمل تھا۔اور رب العالمین نے اصلاح عالم کا آغاز اسی جگہ سے ہونا پسند فرمایا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے خصوصی اہتمام سے پیشگی اس کے اسباب فراہم کر دیئے تھے۔عرب کے خشک جغرافیہ میں ایک ایسی قوم جمع کر دی گئی جس میں صحرائی زندگی کے نتیجہ میں کردار کی مضبوطی غیر معمولی حد تک پائی جاتی تھی۔وہ اقرار اور انکار کے درمیان کسی تیسری چیز کو نہ جانتے تھے۔

Marfat.com

ان کے اندر وہ تمام فطری خصائص پوری طرح محفوظ تھے جو مجاہد بننے کے لئے ضروری ہیں۔ پھر جزیرہ نما عرب کے گرد اس وقت کی دنیا کی دو سب سے بڑی سلطنتیں قائم کر دی گئی تھیں۔ بالکل فطری تھا کہ وہ اپنے پڑوس میں ایک نئی اُبھرتی ہوئی طاقت کو برداشت نہ کریں اور اس کے خلاف جارحیت کا آغاز کر دیں۔ اس طرح ان کی جارحیت اہل اسلام کے لئے جواز فراہم کر دے کہ وہ دنیا کو اس سرے سے اُس سرے تک ملکوں کو فتح کرتے چلے جائیں۔ کیوں کہ عملاً اس وقت کی تقریباً تمام دنیا انہیں دونوں جارح قوموں کا علاقہ تھی۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کے خلاف جارحیت کی گئی اور پھر مسلمانوں نے جارحیت کا جواب دیا۔

اللہ کا علم ازل سے، ابد تک پھیلا ہوا ہے، جو آنے والے مستقبل کو بھی اسی طرح دیکھ رہا ہے جس طرح گزرے ہوئے ماضی کو۔ اسے انسانیت کا یہ انجام معلوم تھا اس لئے اس نے پہلے ہی یہ مقدر کر دیا تھا کہ انبیاء کے دور کے آخری مرحلہ میں وہ اپنا ایک خاص نمائندہ بھیجے گا۔ جو آخری نبی اور آخری رسول ہوگا۔ اور اس نبی اور رسول کو دعوت دین کے ساتھ اظہار دین کی نسبت بھی حاصل ہوگی۔ اس کو یہ نصرت خاص دی جائے گی کہ وہ ہر حال میں تمام ادیان پر غالب و سربلند ہو۔

''وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس کو پوری جنس دین پر غالب کر دے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں'' (ترجمہ: التوبہ۔ آیت ۳۳)

☆☆☆

Marfat.com

# دورِ تحنث اور سچے خواب

(غار حرا میں خلوت کا چوتھا سال)

محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر مبارک چالیس برس کی ہونے والی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) زیادہ وقت غار حرا میں غور و فکر کرتے، غور و فکر اس لئے کرتے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طبعیت پر بہت دکھ درد تھا کہ:۔

☆ بُت پوجے جا رہے تھے۔

☆ مشرکانہ رسومات کا رواج عام تھا۔

☆ لڑکیاں زندہ دفن کی جا رہی تھیں۔

☆ غلاموں اور کمزوروں پر ظلم ڈھائے جا رہے تھے۔

☆ لوگ ناحق قتل کئے جا رہے تھے۔

☆ سود کا بازار اونچے سے اونچا ہوتا جا رہا تھا۔

☆ عیاشی اور بدمعاشی کو معمولی دل لگی سمجھا جانے لگا تھا۔

☆ جوئے اور شراب نوشی میں لوگ مدہوش رہتے تھے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) معاشرے کی ان اور اسی قسم کی تمام برائیوں کے خلاف غور و فکر کرتے۔ غور و فکر میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) روح کو اس قدر بلندی پر لے جاتے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ایک روشنی اور چمک نظر آنے لگتی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس روشنی کے نظر آنے پر خوش ہوتے، اس روشنی اور چمک میں کوئی آواز اور صورت نہیں ہوتی۔ (رحمت اللعالمین از قاضی محمد سلمان منصور پوری)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ سے دعا کرتے کہ دنیا کو ضلالت سے نکال دے۔ اسی لگن میں رات بھر اللہ کے آگے کھڑے رہتے اور اللہ کے کرم اور برکت کے سہارے غور و فکر میں محو رہتے۔

Marfat.com

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) غور وفکر میں ایسے محو ہوئے کہ دل میں اللہ سے مدد کے سوا کوئی شائبہ بھی نزدیک نہ بھٹک سکا، تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو بھی خواب دیکھتے تو کچھ عرصہ میں اس کی سچائی اس طرح ظاہر ہوتی جسے صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے''۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوحی حدیث نمبر۳)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کبھی غار سے نکل کر باہر آجاتے، کھلی فضا میں بھی وہی تفکر ہوتا وہی سوچ ہوتی۔ پھر خانہ کعبہ چلے جاتے۔ کعبہ کا طواف کرتے۔ پھر گھر تشریف لے جاتے اور پھر غار حرا میں آجاتے اور غور وفکر کرتے۔ غار حرا میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو غور وفکر کرتے اسے تحنث کہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن تفسیر سورۃ العلق از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

☆☆☆

Marfat.com

# آغاز نزول قرآن

جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر مبارک چالیس برس کی ہوگئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) جو بھی خواب دیکھتے، وہ سپیدہ صبح کی طرح نمودار ہوتا۔ اس حالت میں چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ جو مدت نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اور کل مدت نبوت تئیس برس ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر مبارک چالیس سال اور چھ ماہ کی ہوگئی تو ایک روز ماہ رمضان میں قدر کی رات کو غار حرا میں ایک فرشتہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس آیا۔ فرشتے نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے ایک تحریر کھول کر کہا اقراء (پڑھ)۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے جواب دیا "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ پھر فرشتے نے دو دفعہ کہا "اقــرَأ" آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے پھر بھی دونوں دفعہ جواب دیا "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"۔ ہر بار آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا جواب سن کر فرشتے نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو چمٹایا اور زور سے معانقہ کیا اور پھر فرشتے نے سورۃ علق کی ایک سے پانچ آیات کو پڑھا۔ (صحیح بخاری کتاب الوحی)

اِقْرَاْبِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

اِقْرَاْوَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ (سورۃ العلق ۱ تا ۵)

ترجمہ:

(۱) پڑھ رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

(۲) انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔

(۳) پڑھ اور تمہارا رب کریم ہے۔

(۴) جس نے قلم سے علم سکھایا۔

Marfat.com

(۵) انسان کو علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

اور فرشتے کے پڑھنے کے ساتھ ہی ان آیات مبارکہ کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارکہ میں نقش قائم ہو گیا اور وحی کے الفاظ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارکہ پر جاری ہو گئے۔

ان آیات مبارکہ کو سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر کی طرف لوٹے وحی کے بھاری بوجھ اور اتنی بڑی ذمہ داری سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ڈرے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خیال میں بھی یہ نہ تھا کہ ایسا کوئی معاملہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیش آئے گا۔ وحی کا نزول اور فرشتے کا اس طرح سامنے آنا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اچانک ایک واقع تھا جس کا پہلا تاثر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر فطری تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نزول وحی کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر کو پلٹے اور سیدہ خدیجہؓ سے کہا مجھے کپڑا اُڑھا دو۔ (صحیح بخاری کتاب الوحی)

جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ڈر جاتا رہا، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیدہ خدیجہ ؓ کو سارا قصہ سنایا اور کہا کہ مجھے ڈر ہے۔ (ہمارے علماء لکھتے ہیں کہ نبوت کے بارِگراں کا تصوّر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لرز رہے تھے) سیدہ خدیجہؓ نے کہا ہرگز نہیں، ڈر کس بات کا۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) حق کی حمایت کرتے ہیں، اقرباء پر شفقت فرماتے ہیں، سچ بولتے ہیں، بیواؤں، تیموں، بیکسوں کی امداد کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مصیبت زدہ کی مدد فرماتے ہیں۔ نادار لوگوں کو کما کر دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضائع نہیں کریگا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رُواں بھی میلا نہ ہو گا۔

ابو القاسم! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ بات تو خوش خبری ہے، مبارک ہو اور بشارت قبول فرمائیے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں خدیجہ ؓ کی جان ہے، میں ایک اللہ پر ایمان لاتی ہوں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت پر ایمان لاتی ہوں۔

سیدہ خدیجہ ؓ پہلی ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق فرمائی اور اسلام قبول کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

# تعلیم صلوٰۃ

پہلی وحی کے بعد محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آہستہ آہستہ پرُسکون ہو گئے۔اور غار حرا کے تجربہ کے بارے میں غور وفکر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لئے باعث مسرت بن گیا۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) غار حرا کے آس پاس تھے کہ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم بہترین صورت اور بہترین خوشبو کے ساتھ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے ظاہر ہوئے، اور اُنہوں نے کہا ''یا محمدؐ'' آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اللہ نے سلام کہا ہے، اور فرمایا ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جن وانس کی طرف رسول ہیں، اس لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قول ''لاالٰہ الااللّٰہ'' کی طرف ان کو دعوت دیں۔پھر جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم نے وضو کرنے کا طریقہ بتایا۔محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وضو کیا۔اور پھر جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو سورۃ الفاتحہ کی تعلیم دی۔اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح دو رکعت صلوٰۃ کے ساتھ اللہ کی بندگی کا حق ادا کیا جا سکتا ہے۔پھر جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم نے امام بن کر صلوٰۃ کی دو رکعتیں پڑھائی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مقتدی بن کر اسی طرح صلوٰۃ پڑھی۔ اس کے بعد جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم چلے گئے۔(خطبات بہاولپور۔از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے صلوٰۃ پڑھنے کا ذکر کیا، ان کا چہرہ خوشی سے روشن ہو گیا۔پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سیدہ خدیجہؓ کو اسی طرح تعلیم دی، اور اسی طرح امام بن کر صلوٰۃ پڑھی، جس طرح جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم نے پڑھی تھی۔اور سیدہ خدیجہؓ نے مقتدی بن کر اسی طرح صلوٰۃ پڑھی جس طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پڑھی۔تاریخ طبری میں بتایا گیا ہے کہ یہ ظہر کی صلوٰۃ تھی، جبکہ ''سید مودودی کا خیال ہے کہ یہ اسی رات کی فجر کی صلوٰۃ تھی، جس رات ''اِقْرَا'' نازل ہوئی۔(واللہ اعلم) (سیرت سرور عالم از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، کہتی ہیں پہلے پہل آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر صلوٰۃ کی دو دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں پھر اللہ نے حضر میں ان کو چار رکعتیں کر دیں اور سفر میں دو قائم رکھیں۔

(سیرت النبی از ابن ہشام)

Marfat.com

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ساری زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی میری امت کے جس شخص کو جہاں صلوٰۃ کا وقت آجائے وہاں صلوٰۃ پڑھ لے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر۴۲۳)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم صلوٰۃ اُسی طرح پڑھو، جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو، یہ عموی حکم بخاری میں منقول ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس نے بغیر سورۃ الفاتحہ کے صلوٰۃ پڑھی، تو اس کی صلوٰۃ ناقص ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تین مرتبہ فرمایا۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ)

☆☆☆

Marfat.com

# سورۃ الفاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲﴾

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ﴿۳﴾

مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡن ﴿۴﴾

اِیَّاکَ نَعۡبُدُوَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۵﴾

اِھۡدِ نَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ﴿۶﴾

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ﴿۷﴾

ترجمہ:

(۱) اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

(۲) تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام عالمین کا رب ہے۔

(۳) بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

(۴) حساب کے دن کا مالک۔

(۵) صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تیری ہی مدد چاہتے ہیں۔

(۶) ہم کو سیدھے راستے پر چلا۔

(۷) ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

Marfat.com

قرآن مجید کی سات آیتوں والی اس سورت کو ایک مسلمان رات دن میں کئی کئی مرتبہ دہراتا ہے اور جب وہ فرائض اور سنن کے علاوہ نوافل بھی پڑھتا ہے تو سورۃ فاتحہ کو بے شمار مرتبہ دہراتا ہے۔ ''اس سورت کا پڑھنا ہر صلوٰۃ کی ہر رکعت میں فرض ہے، امام ہو یا مقتدی اکیلا صلوٰۃ پڑھ رہا ہو یا با جماعت فرائض ہوں یا نوافل، مرد ہو یا عورت سورۃ فاتحہ سب پر فرض ہے''۔(المحلیٰ جلد ۲: از امام ابن حزم)

امام ابن حزم کہتے ہیں، اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جس میں روایت کیا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس نے ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہیں پڑھی، اس کی صلوٰۃ نہیں ہوئی''۔(بخاری: کتاب الصلوٰۃ باب ۲۴۶۔مسلم: کتاب الصلوٰۃ باب ۱۱۔ابوداؤد: کتاب الصلوٰۃ باب ۱۴۷۔ترمذی: کتاب الصلوٰۃ باب ۶۹۔نسائی: کتاب الصلوٰۃ باب ۲۸۱۔ابن ماجہ: کتاب الصلوٰۃ باب ۱۱۔المحلیٰ: جلد ۲: از امام ابن حزم)

سورۃ الفاتحہ میں اسلامی عقائد کے بلند اصول اور دین حق کے بنیادی مقاصد کا خلاصہ موجود ہے اور اسے روزانہ عبادت کا ایک لازمی جزو قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کے لئے اس سورت کا سیکھنا اور پڑھنا فرض ہوا۔ صحیحین میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر صلوٰۃ نہیں ہوتی۔ اسی لئے صحابہ کرام اسے ''سورۃ الصلوٰۃ'' کے نام سے پکارتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر)

☆ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورۃ الفاتحہ ہے۔

☆ یہ سب سے پہلی مکمل سورت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(شاہکار اسلامی انسائکلو پیڈیا)

☆ امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ دلائل النبوۃ میں امام بیہقی نے ایک روایت وارد کی ہے جس میں ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والی سورت بھی الفاتحہ ہی ہے، (واللہ اعلم) ابن کثیر کہتے ہیں، کہ صحیح قول یہ ہے، کہ سب سے پہلے ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' نازل ہوئی۔(تفسیر ابن کثیر)

☆ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم'' سے سورۃ الفاتحہ کا آغاز ہوا ہے۔(فی ظلال القرآن از سید قطب شہید)

☆ بِسْمِ اللّٰهِ سے آغاز کرنا اس تعلیم کا ایک سبق ہے جو اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آغاز وحی کے وقت بتا دیئے تھے۔ ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ'' (پڑھ اپنے رب کے نام سے)۔

(فی ظلال القرآن از سید قطب شہد)

Marfat.com

☆ بِسْمِ اللّٰهِ کوملا کر ہی سورت الفاتحہ کی آیتوں کی تعداد سات ہوتی ہے۔

(فی ظلال القرآن از سید قطب شہد)

☆ سورۃ الفاتحہ کو اساس القرآن بھی کہا جاتا ہے، (تفسیر ابن کثیر) کیوں کہ یہ قرآن مجید کی اساس (بنیاد) ہے۔

☆ سورۃ سبع المثانی بھی اس کا نام ہے کیوں کہ یہ ہر الصلوٰۃ میں مکرر پڑھی جاتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر)

☆ سورۃ شفاء اور سورت شافیہ بھی اس کا نام ہے (تفسیر ابن کثیر) کیوں کہ باطل کو یہ اُکھاڑ دیتی ہے۔

☆ سورۃ الحمد بھی اس کا نام ہے، اس لئے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆☆☆

Marfat.com

# تبلیغ اسلام

(۱) عالم تقدیر خاموش نہیں ہے۔ زمین اپنے دورے پورے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی قوموں کا فیصلہ کر دیا تھا۔ اور پھر فاران کی چوٹیوں سے ایک مبارک رات میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کا اعلان ہوا۔ قرآن کے نور کی شعاعوں نے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلب مبارک کو منور کیا۔ نور کے شعاعوں کی مشعل کو رحمت للعالمین محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تھام لیا اور اس مشعل کی روشنی میں رحمت اور امن کا پیغام لے کر اپنے گھر آئے۔ سیدہ خدیجہ ؓ کا قلب ہدایت کے نور سے منور ہوا اور ان کی زبان نے سب سے پہلے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کی شہادت دی۔ اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تقلید پر قائم ہوگئیں اور ہر معاملے میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تقویت پہنچائی، ان کی وجہ سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا کافی بوجھ ہلکا ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جب کبھی کفار کی طرف سے تردید یا تکذیب سن کر رنجیدہ ہوتے تو سیدہ خدیجہؓ ہی تھیں جن کی حوصلہ افزائی سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا غم دور ہوتا تھا۔ خدیجہؓ ہر وقت آپ کو تسلی دیتی رہتی تھیں اور برابر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لئے اطمینان قلب اور سکون خاطر کا سامان مہیا کرتیں۔ سیدہ خدیجہؓ کی اسی عقلمندی اور حق کی شہادت میں ہر طرح کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنے کی وجہ سے وہ اس بات کی مستحق ہوئیں کہ اللہ نے جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامَ اور محمد رسول اللہ علیہ وسلّم کی معرفت سلام بھیجا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حکم فرمایا کہ ان کو جنت میں موتیوں کے گھر کی خوشخبری دیں جس میں نہ کسی طرح کی تھکاوٹ ہوگی اور نہ کسی قسم کا شور و غل ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بیٹیوں سیدہ زینبؓ، سیدہ رُقیہؓ، سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ نے اسلام قبول کیا، حق کی شہادت دی، ہدایت کی رسی کو قوت ایمانی سے کس کر پکڑا اور الصراط المستقیم کو اختیار کیا۔

(۲) جس دن محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹیاں ایمان لائیں اسی دن زیدؓ بن حارث بھی ایمان لائے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے زیدؓ بن حارث بے انتہا محبت کرتے تھے، زیدؓ بن حارث نے

Marfat.com

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بلند کردار کو دیکھ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی زیدؓ بن حارث سے اولاد کی طرح محبت کرتے تھے۔ اور زیدؓ بن حارث کو آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ اور زیدؓ بن حارث کو زیدؓ بن محمد کہہ کر پکارا جانے لگا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آیا!

''ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والی چیز ہے''۔

(ترجمہ: سورت الاحزاب۔۵)

اس دن سے زیدؓ کو پھر سے زیدؓ بن حارث کہا جانے لگا، زیدؓ بن حارث کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اس پر اللہ نے انعام کیا ہے اور اسکے رسول نے انعام کیا ہے''۔

(ترجمہ: سورت الاحزاب۔۳۷)

(۳) علیؓ بن ابی طالب بھی اسی دن ایمان لائے۔ خاندان کے دوسرے افراد کی طرح انہوں نے بھی اسلام کی دعوت کو سنا، ان کا جوش اور ولولہ انہیں بھی اس حلقہ کی طرف کھینچ لایا۔ علیؓ کی عمر اس وقت دس سال کی تھی۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زیر کفالت تھے۔ علی رضی اللہ عنہ بہت ہی شریف النفس اور دانش مند انسان تھے۔ اسی لئے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر لفظ پر مکمل اعتماد کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں وقتاً فوقتاً کعبہ کے سامنے علانیہ صلوٰۃ ادا کیا کرتے تھے اور علی رضی اللہ عنہ بھی اکثر ان کے ساتھ ہی صلوٰۃ پڑھتے تھے۔ (سیرت سرور عالم از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

سید ابوالاعلیٰ مودودی رقمطراز ہیں کہ امام احمد، ابن جریر طبری اور ابن عبدالبر نے عفیف کندیؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ عباسؓ بن عبدالمطلب میرے پرانے دوست تھے۔ اکثر یمن آ کر عطر خریدتے اور حج کے زمانے میں فروخت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایام حج میں جب میں ان سے منیٰ میں ملا تو میں نے دیکھا کہ ایک شاندار مرد آیا اور اس نے خوب اچھی طرح وضو کیا پھر وہ صلوٰۃ پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک باوقار عورت آئی اور اس نے بھی وضو کیا اور اس کے پیچھے صلوٰۃ پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ پھر ایک لڑکا جو ابھی بلوغ کی عمر سے کم تھا آیا اور اس نے وضو کیا اور پہلے شخص کے پہلوں میں صلوٰۃ پڑھنے کھڑا

Marfat.com

ہو گیا۔ میں نے کہا ''اے عباسؓ یہ کیا دین ہے؟ اسے تو میں نہیں جانتا'' عباسؓ نے کہا یہ میرے بھائی کے بیٹے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بن عبداللہ ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ خدیجہؓ بنت خویلد ہیں، محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بیوی۔ انہوں نے دین میں ان کی اتباع کی ہے، اور یہ لڑکا میرا بھتیجا علیؓ بن ابی طالب ہے۔ اس نے بھی ان کے دین میں ان کی پیروی اختیار کی ہے۔ بعد میں جب عفیف کندیؓ خود مسلمان ہوئے تو وہ حسرت کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ کاش اس وقت میں ان میں کا چوتھا ہوتا۔ (سیرت سرورِ عالم: از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

(۴) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر کے افراد کے ایمان لانے کے بعد پہلے مسلم جنہوں نے اعلانیہ دلیری کے ساتھ اپنے اسلام کا اعلان کیا، وہ عبداللہؓ (ابوبکرؓ) بن عثمانؓ (ابی قحافہ) تھے، ابوبکرؓ کو عتیق بھی کہتے تھے، جو ان کی خوبصورتی کے سبب سے تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی نرمی کی وجہ سے اپنی برادری میں ہر دل عزیز تھے۔ سب لوگ ان سے محبت کرتے تھے۔ قریش کے نسب کو سب قریشیوں سے زیادہ جانتے تھے۔ بڑے ملنسار اور خوش اخلاق انسان تھے۔ تجارت کرتے تھے۔ ایمان لانے کے ساتھ ہی وہ بھی اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہو گئے۔ اور قریش کی کئی معروف ہستیوں کو اللہ اور اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں لا کھڑا کیا، ان میں عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن العوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص اور طلحہؓ بن عبیداللہ شامل تھے۔ (سیرت النبی از ابن ہشام)

## (۵) ورقہ بن نوفل کو اسلام کی دعوت

ورقہ بن نوفل نے بت پرستی سے توبہ کر لی تھی۔ وہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ جاہلیت کے عرصہ میں نصرانی ہو گئے تھے۔ وہ عربی لکھنا خوب جانتے تھے۔ انجیل بھی عربی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ بہت بوڑھے ہو کر نابینا ہو گئے تھے۔ اب لکھنا پڑھنا بند ہو گیا تھا۔ بیمار رہتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی عیادت کے لئے اور اسلام کی دعوت دینے ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ سیدہ خدیجہؓ بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ تھیں۔ ایک روایت کے مطابق ابوبکر صدیقؓ بھی ساتھ تھے۔ (خطبات بہاولپور از ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

نوٹ: (ہم نے واقعات لکھتے وقت پوری کوشش کی ہے کہ زمانے کی ترتیب

Marfat.com

"Chronological Order" کو برقرار رکھا جائے۔ یہ واقعہ بھی ابوبکر صدیقؓ کے ایمان لانے کے بعد کا ہے)

ورقہ بن نوفل کی خیریت دریافت کرنے کے بعد سیدہ خدیجہؓ نے ورقہ کو اسلام کی دعوت دی۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وحی کی نزول کا واقعہ سن کر ورقہ بے اختیار پکار اُٹھے ''قدیس فوق قدیس، قدیس فوق قدیس'' اور کہا '' آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فاران پر اسی تجربہ سے گزرے ہیں، جس سے وادی سینا کے پہاڑ پر موسیٰ علیہ اسلام دوچار ہوئے تھے۔ اور جہاں انہیں تورات سے سرفراز کیا گیا تھا۔'' اے کاش میں جوان ہوتا، کاش اس وقت تک میں زندہ رہوں، جب قوم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو مکہ سے نکال دیگی۔ ورقہ نے کہا ہر نبی کی مخالفت ضرور کی جاتی ہے۔ خیر اگر میں اس وقت تک زندہ رہ گیا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی مدد ضرور کروں گا اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد ورقہ وفات پا گئے۔ (صحیح بخاری کتاب الوحی)

(۶) اللہ نے ہر مخلوق کو ایک نہ ایک مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، جسے وہی جانتا ہے، ہر نبی علم الٰہی میں ازل سے نبی ہوتا ہے۔ لیکن فرائض نبوت کو انجام دینے کا کام اسے کب سونپا جاتا ہے، یہ سب صرف اللہ جانتا ہے۔ اور اس سے دین کا کام کس طرح سے لیا جانا ہے، یہ بھی صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تبلیغ کی جو حکمت اختیار کی وہ اللہ کے اذن سے تھی۔ اس کے مطابق آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے شروع کے تین سالوں میں دعوت عام کے بجائے ایسے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جو سعید اور صالح طبیعت رکھتے تھے، اور جن پر اعتماد بھی کیا جا سکتا تھا۔ کیوں کہ مکہ میں اس وقت باپ دادا اور رواجوں کی تقلید کا ایسا اندھیرا تھا کہ کسی بھی برائی کے خلاف دھیان دلانا اور نیکی کی طرف بلانا بھی ایسا تھا جسے تیر اور تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا گیا ہو۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارنے مرنے پر تیار رہتے تھے۔ اس وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینا معمولی قسم کے دلیر کا کام نہ تھا۔ شہادت حق وہی شخص دے سکتا تھا، جس کو ماں باپ سے، بہن بھائی سے بیوی بچوں سے خاندان اور پورے قبیلے سے کٹ جانے کی جرأت ہوتی۔ مال ومتاع سے محروم ہونے کی ہمت ہوتی، موت قبول کرنا عرب کے لئے کوئی مشکل امر نہ تھا، لیکن طرح طرح کی اذیتوں آزمائشوں کو سہنے کے لئے تیار ہو کر ہی ایک شخص شہادت حق دے سکتا تھا۔

Marfat.com

اس وقت جو لوگ اسلام لائے وہ فطرتاً سعید اور صالح تھے۔ جو سعید روح مسلمان ہوتی گئی، وہ اپنے حلقہ ء احباب میں صالح روحوں کو تلاش کر کر کے اسلام پھیلاتی گئی۔ اس وقت بہت سے مسلمانوں نے اپنے دین کو خفیہ رکھا، اور وہ چھپ چھپ کر مکّہ کی سنسان گھاٹیوں میں صلوٰۃ ادا کرتے تھے۔

(۷) ایک روز کا ذکر ہے، کہ سعدؓ بن ابی وقاص چند صحابہؓ کے ساتھ مکّہ کی ایک گھاٹی میں صلوٰۃ ادا کر رہے تھے، کہ چند مشرکوں نے انہیں دیکھ لیا، اور ان کو مسلمانوں کی صلوٰۃ پڑھنی نہایت ناگوار گزری اور مسلمانوں کو بہت بُرا بھلا کہا، اور لڑ پڑے، تو سعدؓ بن ابی وقاص نے ایک مشرک کا سر پھوڑ ڈالا۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

(۸) اس مشرک کا سر پھٹنے کے واقعے کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارقمؓ بن ابی ارقم کے مکان کو مسلمانوں کے اجتماع اور اسلام کی تبلیغ کا مرکز بنا دیا، جو دارارقم کے نام سے مشہور ہوا۔ (سیرت سرورِ عالم از ابوالاعلیٰ مودودی)

(۹) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تین برس تک صرف اس بات کی دعوت فرماتے رہے، کہ اللہ کی توحید کے قائل رہو۔ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور مجھے اللہ کا رسول مانو۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قریش کی کسی جماعت سے گزرتے تو وہ کہتے ابن عبدالمطلب کا جوان تو آسمان کی باتیں کرتا ہے۔ (تاریخ طبری)

(۱۰) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اسلام کی تبلیغ میں امن اور رحمت کی خوشبو بانٹتے ہوئے آگے بڑھے، تو بہت سی عورتوں اور مردوں نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؐ کی شہادت دی، اور اللہ کے مسلم بن گئے، اور سابقین اوّلین میں شامل ہو گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

# سابقین اوّلین

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی ان میں سے ہر ایک شخص کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے حسن کردار کے سبب سے معلوم ہوگیا تھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) شہادت حق کی طرف بلا رہے ہیں، اسی میں تمام انسانوں کی بھلائی، خیر، امن وسلامتی ہے۔ اس لئے وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دعوت قبول کرنے والوں میں شامل ہوتے گئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع میں صابرین بن کر سابقین اوّلین کی صف میں کھڑے ہوگئے۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ (حٰمٓ السجدۃ۔۳۵)

اور یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر ان لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں، اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا، مگر ان لوگوں کو جو بڑے نصیب والے ہیں۔ (ترجمہ: سورت حٰمٓ السجدۃ۔۳۵)

ایمان لانے والوں میں سبقت کرنے والوں کے نام:

(۱) (ا) سیدہ خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی

(ب) سیدہ زینبؓ بنت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

(ت) سیدہ رُقیہؓ بنت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

(ث) سیدہ اُم کلثومؓ بنت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

(ج) سیدہ فاطمہؓ بنت محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

(۲) زید بن حارثؓ بن شرجیل

(۳) علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم

(۴) (ا) ابوبکرؓ بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (قریش)

(ب) اُم رومانؓ زوجہ ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

(ت) اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ

(ث) سیدہ عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ

(۵) زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد

زبیرؓ سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پھوبھی زاد بھائی یعنی صفیہؓ بنت عبدالمطلّب کے بیٹے، اور ابوبکر صدیقؓ کے داماد یعنی اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ کے شوہر ہیں۔

(۶) عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔

(۷) (ا) سعدؓ بن ابی وقاص بن وہیب بن عبد مباف بن زہرہ بن کلاب بن مُرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر (قریش)

(ب) عمیرؓ بن ابی وقاص (سعدؓ بن ابی وقاص کے بھائی)

(۸) (ا) خالدؓ بن سعید بن العاص بن اُمیہ بن عبد لشمس بن عبد مباف بن قصّی

(ب) اُمینہؓ زوجہ خالد بن سعیدؓ

(۹) اُمّ سلمہؓ (ہندؓ) بنت ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقیظ بن مرّہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن مہر (قریش)

(۱۰) عبدالرّحمٰنؓ بن عوف بن عبد مناف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ

(۱۱) (ا) طلحہؓ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ

(ب) صعبہؓ بنت عبداللہ حضرمی والدہ طلحہؓ بن عبیداللہ

Marfat.com

(۱۲) ابوعبیدہؓ بن عامرؓ بن عبداللہ بن جراح بن ھلال بن اُہیب بن غلبہ بن حارث بن فہر۔

(۱۳) (ا) عثمانؓ بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حدافہ بن جمح بن عمرو بن مصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر۔

(ب) قدامہؓ بن مظعون

(ت) عبداللہؓ بن مظعون

(ث) سائبؓ بن مظعون

(۱۴) برکہؓ (اُمّ ایمنؓ) بنت ثعلبہ بن عمرو حبشی

(۱۵) عبیدؓ بن زید

(۱۶) (ا) سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر

(ب) فاطمہؓ بنت خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح

(۱۷) ابوسلمہؓ (عبداللہؓ) بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقیظ بن مرّہ

(۱۸) ارقمؓ بن ابی ارقم (عبدمناف) بن ابی جندب (اسد) بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

(۱۹) عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبدمناف بن قصّی

(۲۰) (ا) عیاشؓ بن ابی ربیعہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم

(ب) اسماءؓ بنت مخربہ تمیمیہ (عیاشؓ کی زوجہ)

Marfat.com

(۲۱) (ا) سلیطؓ بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر۔

(ب) حاطبؓ بن عمرو (سلیطؓ کے بھائی)

(۲۲) خنیسؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعید بن سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر۔

(۲۳) خبابؓ بن الارت (بنی زہرہ کے حلیف)

(۲۴) عامرؓ بن فہیرہ (ابوبکر صدیقؓ کے آزاد کردہ غلام)

(۲۵) (ا) یاسرؓ (بنو مخزوم کے حلیف)

(ب) سُمیہؓ (زوجہ یاسرؓ)

(ت) عمارؓ بن یاسرؓ

(ث) عبداللہؓ بن یاسرؓ

(۲۶) زنیرہؓ (عمرو بن موئل کی آزاد کردہ باندی)

(۲۷) لبیبہؓ (موئل بن حبیب کی باندی)

(۲۸) اُم عبیسؓ (بنی تیم بن مرّہ کی باندی)

(۲۹) نہدیہؓ (بنو عبد الدار کی ایک عورت کی باندی)

(۳۰) (ا) بلال حبشیؓ (اُمیہ بن خلف کے غلام تھے)

(ب) حمامہؓ (والدہ بلال حبشیؓ)

(۳۱) ابو فکیہہؓ (صفوان بن اُمیہ کے آزاد کردہ غلام)

(۳۲) صہیبؓ رومی

(۳۳) عبداللہؓ بن مسعود بن حارث بن شمخ (بنی زہرہ کے حلیف)

(۳۴) مسعودؓ بن ربیعہ بن سعد بن عبد العزیٰ (یہ بنو قارہ قبیلہ سے تھے،

Marfat.com

ان کا قبیلہ خزیمہ بن مدرکہ پر قریش سے مل جاتا ہے)

(۳۵) (ا) عامرؓ بن ربیعۃ العنزی (ان کا سلسلہ نسب نزار بن معد بن عدنان پر قریش سے مل جاتا ہے)

(ب) زوجہ عامرؓ لیلیٰؓ (اُم عبداللہؓ) بنت ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر بن عبد اللہ بن عبد بن عوتج بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر

(۳۶) (ا) خالدؓ بن بکیر بن عبد

(ب) عاقلؓ بن بکیر بن عبد

(ت) عامرؓ بن بکیر بن عبد

(ث) ایاسؓ بن بکیر بن عبد

(یہ چاروں بھائی بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے)

(۳۷) (ا) حاطبؓ بن حارث بن معمر بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمع بن عمر بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر

(ب) فاطمہؓ بنت مجلل بن عبداللہ بن ابی قیس بن عبدوُدّ بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی بن غالب بن فہر (یہ حاطبؓ کی زوجہؓ ہیں)

(ت) خطابؓ بن حارث (حاطبؓ کے بھائی)

(ث) معمرؓ بن حارث (حاطبؓ کے بھائی)

(ج) فکیہۃؓ بنت یسار (زوجہ خطابؓ)

Marfat.com

(۳۸) (ا) مطلبؓ بن ازہر بن عبدعوف بن عبد بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوئی۔

(ب) رملہؓ بنت ابی عوف بن صبرہ بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوئی (زوجہ مطلبؓ)

(۳۹) (ا) عبداللہؓ بن جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرّہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

(ب) ابواحمدؓ بن جحش (عبداللہؓ کے بھائی)

(۴۰) ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصّی۔

(۴۱) انحامؓ (نعیمؓ) بن عبداللہ بن اُسید بن عبداللہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی۔

(۴۲) لبابہؓ (اُمِّ فضلؓ) بنت حارث بن حزن (عباسؓ بن عبدالمطلب کی زوجہ)

(۴۳) (ا) جعفرؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب

(ب) اسماء بنت عُمیس بن نعمان بن مالک بن قحافہ (قبیلہ خشعم سے تھیں جعفرؓ بن ابوطالب کی زوجہ)

(۴۴) واقدؓ بن عبداللہ (بنی عدی بن کعب کے حلیف)

(۴۵) ابوذرؓ (قبیلہ غفار سے تھے)

اسابقون الاوّلون کی فہرست میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کفر کے اندھیروں سے نکل گئے اور حق کی شہادت دی اور کٹھن وقتوں میں کٹھن راستوں سے گزر کر صرف اور صرف اللہ اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اتباع کرتے ہوئے ''الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْم'' پر گامزن ہو گئے اور امن و سلامتی یعنی اسلام کے پرچم کو مضبوطی سے تھام لیا اور طاغوت کے خلاف ڈٹ گئے، اور ظلم کے آگے سرنگوں

Marfat.com

نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

**وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴿۱۰۰﴾** (سورت التوبہ۔۱۰۰)

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جو لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔ اللہ ان سے راضی ہُوا اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

تین سال تک تبلیغ کا کام خفیہ اور انفرادی رہا، لوگوں کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حسن کردار نے اسلام پر مائل کیا۔ جو جتنا زیادہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے قریب تھا، اُتنا ہی جلدی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ایمان لایا کیوں کہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ظاہر اور باطن سے پوری طرح واقف تھا۔ ان قریب ترین ہستیوں کا بالکل آغاز میں ایمان لانا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لائے ہوئے پیغام سے چمٹ جانا خود آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اخلاص اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لائے ہوئے پیغام کی صداقت کا ثبوت ہے۔

اہل مکّہ میں سے جو لوگ ایمان لائے، وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے ایمان کا اظہار کرتے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کرتے۔

مختلف واقعات سے ظاہر ہے کہ تبلیغ کا کام اگرچہ انفرادی اور چھپ چھپا کر کیا جارہا تھا مگر حق کی خوشبو کو ہوا کی لہریں لے اُڑیں۔ مکّہ کی گلیوں میں کمزور لوگ خبریں دے رہے تھے کہ یہ بہترین فطرت کے لوگ ہیں۔ بہترین تربیت پا رہے ہیں۔ بہترین رشتے سے جڑے ہیں۔ بہترین قیادت کے ہاتھوں میں جا کر متحد اور منظّم قوت ہیں۔ یہ لوگ حق گو ہیں۔ بدی ان سے بھاگتی ہے۔ جری ہیں، طاغوتی قوتیں ان سے خوف کھاتی ہیں۔ یہ لوگ باشعور بصیرت مند، خوددار اور غیور، ذہین اور زیرک فعال اور متحرک ہیں۔ اور یہ بھلائیوں سے مالا مال لوگوں کی جماعت ہے۔

اسلام کا پہلا کلمہ:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط

Marfat.com

''لتد کے سوا کوئی الہٰ نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں''

راہ حق میں پہلا قدم یہ ہے کہ:

اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کسی کی بالادستی قبول نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کسی کا بنایا ہوا قانون منظور نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا جائے گا۔

اللہ کے سوا کوئی غوث (فریاد سننے والا) نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔

اللہ کے سوا کوئی داتا نہیں ہے۔

اللہ کے در کے سب فقیر ہیں۔

اللہ کے سامنے ہر دوسری خدائی توڑ دی جائے گی۔ یہ ہے انسان کی سچی آزادی کا اعلان۔ اس لئے راہ حق میں پہلا قدم اس دعوت سے اٹھایا گیا ہے، کہ ''لوگو! گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے''۔

راہ حق میں دوسرا اہم نکتہ اس دعوت سے اُٹھایا گیا ہے، کہ لوگو گواہی دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

اللہ کی توحید پر ایمان لانے کے بعد لوگوں پر یہ فرض ہے کہ وہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت پر ایمان لائیں، سب کی تقلید چھوڑ کر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کریں، غیر رسول کی تقلید چھوڑ کر رسول اللہ کی اتباع لازم ہے، فرض ہے، یہ بات اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے آغاز ہی میں صاف صاف فرمادی تھی۔

''اے اولاد آدم جب تمہارے پاس رسول آئیں، تم میں سے اور سنائیں میری آیات پس جو تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرلے تو نہیں کوئی خوف ان کو اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ (ترجمہ: الاعراف۔ ۳۵)

''اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلائیں گے اور ان سے تکبر کریں گے وہی اہل دوزخ ہوں گے جہاں وہ

Marfat.com

ہمیشہ رہیں گے''۔ (ترجمہ: سورت الاعراف۔۳۶)

''پھر (اے آدم) جو ہدایت تمہارے پاس میری طرف سے آئے گی، جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کریگا ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ (ترجمہ: سورت البقرہ ۳۸)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی نہیں ہیں، بلکہ کلام الٰہی کی تشریح و توضیح بھی ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

پچھلے رسولوں کو بھی ہم نے روشن نشانیاں اور کتابیں دے کر بھیجا تھا۔ اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے، تا کہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لئے اتاری گئی ہے اور تا کہ لوگ غور و فکر کریں۔ (ترجمہ: سورت النحل ۴۴)

سب رسول اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے عہد (age) کے لئے تھے، مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر عہد (Period Forever) کے لئے اور تمام انسانوں کے لئے اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے۔

''اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (ترجمہ: سورت سبا آیت ۲۸)

''(اے محمدؐ) کہو کہ اے انسانو تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسولؐ ہوں جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا مالک ہے''۔ (ترجمہ: سورت الاعراف آیت ۱۵۸)

''جس نے (رسولؐ) کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی''۔ (ترجمہ: سورت النساء آیت ۸۰)

''جو کچھ (رسولؐ) دے وہ لے لو اور جس چیز سے روک دے اس سے رک جاؤ۔ (ترجمہ: سورت الحشر آیت ۷)

یہ ہے اللہ کا دوٹوک حکم اب اولاد آدم کے لئے اس نے اپنا قانون محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس قانون کے پابند ہیں۔ خود بھی اس میں تبدیلی کرنے کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کی اتباع کرنے پر مامور ہیں۔ قرآن وہ قانون ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہ قانون ہے، جو اللہ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری کرتے۔ اور اس قانون پر ایمان لانے والے سب سے پہلے مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہیں۔

Marfat.com

''وہ اپنی مرضی سے نہیں بولتا ہے یہ تو حکم الٰہی ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے'' (ترجمہ: سورت النجم آیات ۳۔۴)
قرآن جس طرح اللہ کی طرف سے ہے، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہونے کی حیثیت سے جو حکم دیتے، وہ بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوتا۔ اس کا نام سنت رسولؐ ہے، اور اس کی پیروی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خود بھی اسی طرح کرتے جس طرح سب اہل ایمان کے لئے لازم ہے اور ان سب باتوں کو عمل صالح کہا گیا ہے۔ اور اس کا علم حاصل کر کے اس پر عامل ہو جانا عین اسلام اور عین دین ہے، بلکہ تمام اسلام اور پورے کے پورے دین میں داخل ہونا ہے۔

سنت رسولؐ ایسے موقع پر بالکل واضح ہو جاتی تھی اور سمجھ میں آجاتی تھی، جب صحابہؓ کسی معاملے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھتے تھے، کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ اللہ کے حکم سے فرما رہے ہیں، یا یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اپنی رائے ہے؟ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب میں فرماتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم نہیں ہے بلکہ میری رائے ہے۔ ایسے موقع پر صحابہؓ اپنی تجویز پیش کرتے تھے اور اکثر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی رائے چھوڑ کر ان کی تجویز قبول فرما لیتے تھے۔ اسی طرح یہ بات ایسے موقع پر بھی سمجھ میں آجاتی تھی، جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی معاملے پر صحابہؓ سے مشورہ طلب فرماتے تھے۔ یہ مشاورت خود اس بات کی دلیل ہوتی تھی کہ اس معاملے میں اللہ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا ہے۔ کیوں کہ اللہ کا حکم ہوتا تو اس میں مشاورت کا کوئی سوال نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسے مواقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بار بار پیش آئے ہیں۔ جن کی تفصیلات احادیث کی کتابوں میں ملتی ہیں، بلکہ صحابہؓ کا تو بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ مشاورت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ (سیرت کا پیغام: از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

چنانچہ ایک سورت اسی نام سے قرآن مجید میں موجود ہے۔ ''الشوریٰ''

وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ ۪ (الشوریٰ آیت ۳۸)

ترجمہ: ان کی حکومت باہمی صلاح مشورہ سے ہے

وَشَاوِرۡهُمۡ فِى الۡاَمۡرِ ۚ (آل عمران آیت ۱۵۹)

ترجمہ: اور ان کے ساتھ الامر میں مشورہ کرو۔

یہ ایک قطعی نص ہے اور تاکیدی ہے۔ اسلام یہ اصول نظام حکومت میں لازم قرار دیتا ہے۔ اس

Marfat.com

کے سوا اسلام کا نظام مملکت قائم ہی نہیں ہوسکتا۔

## دعوت عام کی ابتدا ''نبوت کا چوتھا سال''

وحی بند رہنے (فترۃ الوحی) کے تین سال گزر گئے۔ مسلمان سخت تربیت (Training) کے دور میں تھے اور پورے کے پورے مؤمنین کی ایک جماعت تیار ہوگئی اور ان کی کیفیت یہ ہوگئی، کہ ان کی دوستی اور دشمنی اور ان کا دینا اور روکنا اور جو کچھ بھی تھا، خالص اللہ کے لئے ہوگیا، تو سورۃ مدثر کی ابتدائی سات آیات کا نزول ہوا۔ ایک روز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم غار حرا سے گھر آرہے تھے، یکا یک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے آسمان سے ایک آواز سنی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سر اُٹھا یا تو دیکھا، وہی فرشتہ (جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام) جو غار حرا میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس آیا تھا، آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہ دیکھ کر ڈر گئے اور گھر پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کہا مجھے اُڑھاؤ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو کپڑا اُڑھا دیا، اس وقت اللہ نے وحی نازل کی۔ جو سورۃ مدثر کی اسے ۷ آیات ہیں۔

| | |
|---|---|
| یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ | اے کپڑا اوڑھنے والے۔ |
| قُمْ فَاَنْذِرْ ﴿۲﴾ | کھڑے ہوجاؤ اور خبردار (warn) کرو۔ |
| وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ﴿۳﴾ | اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو۔ |
| وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ﴿۴﴾ | اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ |
| وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ﴿۵﴾ | اور گندگی سے دور رہو۔ |
| وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ ﴿۶﴾ | اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لئے۔ |
| وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾ | اور اپنے رب کے لئے صبر کرو۔ |

### فصل: قُمْ فَاَنْذِرْ

یہ حکم ملتے ہی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تبلیغ عام کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی وحی لگاتار آنے لگی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اسلام کو خاص و عام، چھوٹے و بڑے، مرد و عورت، آزاد و غلام، کالے و گورے سب کے سامنے پیش کیا، اس کے نتیجے میں تین گروہ سامنے آئے۔

Marfat.com

(۱) پہلی جماعت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے ہر قبیلے میں سے حق کی شہادت دی اور وہ اسلام پر ایمان لے آئے۔

(۲) دوسرے گروہ میں ایسے لوگ تھے جنہوں نے انکار کیا۔

(۳) تیسرے ایسے لوگ سامنے آئے جنہوں نے حق کے خلاف سرکشی و بغاوت، تکرار و جھگڑا، ظلم وشرارت کی جتھ بندی کرلی۔

قرآن مجید کو جس نے بھی سنا وہ حیرت زدہ اور مبہوت ہو گیا۔ یہ واحد کتاب ہے جس میں کہیں بھی کوئی بات شک وشبہ کے انداز میں نہیں کہی گئی۔ ہر بات یقین کے ساتھ کہی گئی ہے۔ ایک ایک آیت میں مضامین کے سمندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ جو دلائل و بلاغت کی قوت و روشنی سے بھرے ہوئے ہیں۔ جس کی خوشبو غور کرنے والوں کو امن اور سلامتی کے گھر میں پہنچا دیتی ہے۔ کیوں کہ قرآن مجید پر غور کرنے کے بعد حق کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اور باطل کا فساد پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔

''جو اُٹھتے و بیٹھتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت پر غور کرتے ہیں''۔

(ترجمہ: آل عمران آیت ۱۹۱)

Marfat.com

# سورۃ الضّحٰی ایک نظر میں

سورۃ مدثر سے متصل ہی سورۃ الضّحٰی نازل ہوئی جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم اور حوصلہ بلند تر سے بلند ترین ہوگیا۔ اس سورت میں پہلی بات یہ ہے کہ یہ پوری کی پوری سورت خاص طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر یتیموں اور کمزوروں کی حمایت میں اُتری ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ رب کریم کا مخصوص کلام ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پرائیویٹ باتیں ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تسلی، تسکین اور اطمینان ہے، ایک صالح ترین روح کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل ہے، ایک باہمت و حوصلہ مند مگر رنجیدہ دل کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری ہے، رحمت کا احاطہ ہے، محبت کی بارش ہے۔

دوسری بات اس سورت میں یہ ہے کہ یہ ابوجہل اور ابولہب جیسے وڈیروں کے لئے آسمانی طمانچہ ہے۔ یہ جب سنتے تھے "والضّحٰی" تو کھسیانے ہوجاتے تھے، اور یتیموں، غلاموں اور کمزوروں سے چھپتے تھے اور اپنے گرگوں کو کہتے تھے کہ یہ سورت یتیموں اور کمزوروں کو نہ سننے دیں بلکہ وہ کہتے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اپنے کانوں میں کپڑوں کی کترنیں ڈالے رکھو۔

☆☆☆

Marfat.com

# قرابت داروں کو خبردار کرنے کا حکم

## فصل: دعوت طعام

''اپنے قریب ترین خاندان والوں کو خبردار کرو'' (ترجمہ: سورت اشعراء آیت ۲۱۴)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنی ہاشم و بنی مطلّب کو دعوت دی۔ کھانا کھانے کے بعد، قبل اس کے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کلام کرتے، ابولہب نے چیخنا چلانا شروع کر دیا اور لوگوں کو بہکا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ اس طرح ابولہب نے پہلی مجلس خراب کر دی۔ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن اس کے بعد جلدی ہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُنہیں دوبارہ جمع کیا۔ بنی ہاشم و بنی مطلّب کے چالیس افراد تھے۔ ایک کم یا ایک زیادہ (طبری)۔ کھانا کھانے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُن کو قرآن مجید سے نصیحت فرمائی، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سب کو صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ساری حمد صرف اللہ کے لئے ہے۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور صرف اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ ہاں صرف اسی سے مدد چاہتا ہوں۔ اور اسی پر بھروسا کرتا ہوں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ آپ لوگ گواہ رہیں ''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ میں (محمدؐ) اللہ کا رسول ہوں اور اے لوگوں آپ ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ ؐ'' کی شہادت دیں۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا! تم موت سے دوچار ہو گے اور پھر اُٹھائے جاؤ گے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے جنت ہے یا ہمیشہ کے لئے جہنم۔

اور فرمایا! میں وہ چیز لایا ہوں، جو دین اور دنیا میں کافی ہے۔ اور فرمایا! کہ اس کام میں میرا ساتھ کون دیگا۔ سب لوگ خاموش بیٹھے رہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ اُٹھے اور کہا'' گو کہ میں سب سے کم عمر

Marfat.com

ہوں۔ تاہم میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ساتھ دوں گا''۔ اس پر ابولہب قہقہے لگانے لگا۔ لیکن سید قریش ابو طالب نے کہا'' بھتیجے! تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے، اُسے انجام دو میں تمہاری پسند کی تکمیل کے لئے ان سب سے آگے ہوں، میں تمہاری مسلسل حفاظت کرتا رہوں گا''۔ اس سے پہلے انہوں نے علی رضی اللہ عنہ کو اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی۔ جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اس دن اس مجلس میں نہیں آسکے تھے، مگر وہ اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔

بنی ہاشم میں کی گئی تقریر کا چرچہ سارے مکہ میں پھیل گیا۔ اور تمام مسلمان بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اتباع کرتے ہوئے قرآن کا پیغام لے کر دوڑ پڑے۔

## فصل: کوہ صفا پر تقریر:

قرابت داروں کو خبر دار کرنے کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تبلیغ میں تیزی پیدا کر دی، اور ایک روز آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کے خاندانوں کو آواز لگائی، وہ سب جمع ہو گئے۔ جو کوئی خود نہ آسکا، اس نے اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیا، دیکھئے کیا معاملہ ہے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا دیکھو اگر میں تم سے یہ بیان کروں کہ کچھ سوار تم پر حملہ کرنے کے لئے اس پہاڑ کے پیچھے جمع ہیں، تو تم میری بات سچ مانو گے؟ اُنہوں نے کہا! بے شک ہم نے تم کو ہمیشہ سچ ہی بولتے ہوئے دیکھا ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا میں آپ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ حق کی شہادت دو۔ باطل عقیدہ چھوڑ دو۔ بتوں کو پوجنا چھوڑ دو۔ ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اسی کی عبادت کرو۔ اللہ تمہارا خالق ہے۔ ہم سب کا خالق ہے۔ رب ہے۔ حاکم ہے۔ اس لئے صرف اسی کی عبادت کرو۔ اور اس کے غضب سے ڈرو۔ اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں آپ سب کو اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، جو تمہارے سامنے آنے والا ہے۔ یہ سن کر ابولہب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بے ادبی سے بات کی اور کہا'' تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا'' اس پر سورت تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔ (صحیح بُخاری کتاب التفسیر)

**تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾** (سورت الھب: آیت ۱)

ترجمہ: ''ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ ہلاک ہو''

Marfat.com

ابولہب اور اس کی بیوی پہلی وحی کے نزول کے فوراً بعد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہو گئے تھے۔ ان کا گھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بالکل پڑوس میں تھا، بس ایک دیوار درمیان میں تھی۔ ان کو ابتدا ہی میں معلوم ہو گیا تھا، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرشتہ وحی لایا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ ابولہب اور اس کی بیوی نے اسلام دشمنی میں تمام اخلاقی اصول توڑ ڈالے۔ صلہ رحمی کو عرب جاہلیت میں بھی بڑی اہمیت دیتے تھے اور اپنے رشتے دار کی وہ ہر حال میں مدد کرتے تھے اور عرب میں چچا باپ کی جگہ سمجھا جاتا تھا لیکن ابولہب اچھا چچا تو کیا اچھا پڑوسی تک ثابت نہیں ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر میں کھانا پک رہا ہوتا، ابولہب بکری کی گندی اوجھڑی یا کوڑا کرکٹ پھینک دیتا تھا اور ابولہب کی بیوی رات کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے پر کانٹے والی جھاڑیوں کی لکڑیاں ڈال دیتی تھی تاکہ صبح سویرے جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا بچے باہر نکلیں تو کانٹے تکلیف دیں۔ ابولہب اور اس کی بیوی نے اسلام کی پہلے دن سے مخالفت کی اور پہلے دن سے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت تکلیف پہنچاتے رہے۔ لیکن جب کوہ صفا پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقریر کے دوران اس کی شرارت حد سے بڑھ گئی تو سورۃ لہب نازل ہوئی۔

## فصل: مسجد حرام میں اسلام کا اعلان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں رات کی صلوٰۃ میں بلند آواز (جہری قرأت) سے قرآن پڑھ کر اسلام کا اعلان کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی خوف کے بغیر حرم میں جا کر جہری قرأت سے صلوٰۃ پڑھنی شروع کر دی، جس کی ہمت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا دوسرا کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سن کر لوگ ہکا بکا رہ گئے، اور حیرت میں ڈوب گئے۔ ایسا کلام تو انہوں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ مشرکین میں بحث چھڑ گئی، کہ کیا اتنا عالی شان کلام، انسانی کلام ہو سکتا ہے؟ مسلمان ان کو کہتے ''ایمان لے آؤ'' یہ اللہ کا کلام ہے۔

ایک دن ابوجہل نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم وہ (ابوجہل) صلوٰۃ پڑھنے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور روکے گا۔ پھر ایک دن لوگوں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ پڑھ

Marfat.com

رہے تھے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو روکنے کے لئے ابوجہل آگے بڑھا اور پھر تیزی سے پیچھے ہٹ آیا وہ بہت زیادہ خوف زدہ تھا۔ ابوجہل اندھا تھا، وہ عقل نہیں رکھتا تھا، وہ پہچان نہیں سکا تھا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رہنے والی اللہ کی طاقت کو۔

جو لوگ اللہ کے آگے سرنگوں (surrender) ہو جاتے ہیں، اللہ کی طاقت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے مطیع تھے۔ اللہ کے آگے جھکنے والے تھے۔ اللہ کے آگے سجدہ ریز تھے۔ اُن کے ساتھ اللہ کی طاقت تھی۔ ابوجہل اگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قریب بھی جاتا تو اللہ کی طاقت اس کی گردن مروڑ دیتی۔

ابوجہل نے خود تسلیم کیا، جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا تھا تو خوف زدہ ہو گیا اور بھاگ آیا اس نے کہا ''ایک آگ کی خندق آگے آ گئی تھی''۔

اس کے بعد بھی مشرکین حرم میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صلوٰۃ پڑھنے سے روکنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے علانیہ صلوٰۃ پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔

دیکھا! آپ نے اللہ کی مشیت، اللہ کا اذن، اللہ کی حکمت اللہ کی طرف سے آزمائش اور امتحان کہ اللہ کا محبوب ترین بندہ، اللہ کا آخری رسولؐ آخری اُمت کا آخری امام، اکیلا صلوٰۃ پڑھ رہا ہے، اور وہ بھی اللہ کے گھر میں۔ عین حالت صلوٰۃ میں مشرکین گالیاں بک رہے ہیں، فقرے کسنے شروع کئے ہوئے ہیں، قہقہے لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔

**اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ** (سورت یوسف آیت ۴۰)

ترجمہ: ''اللہ کے سوائے حکم کسی کا نہیں''

کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑیں زمین میں گہری جمی ہوئی ہیں اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لئے دیتا ہے کہ لوگ اس سے سبق لیں (ترجمہ: سورت ابراہیم ۲۴۔۲۵)

Marfat.com

# مسلمان اور کافر کا فرق

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صرف ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی۔ صحابہ اکرام ؓ بھی دعوت حق کی دوڑ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ تھے۔ اکیلے اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے تھے، صرف اکیلے اللہ کی عبادت کا سن کر مشرکین نے اپنے مسلمان رشتہ داروں، تعلقات والوں اور یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اپنے دیوتاؤں کی عبادت کی طرف بلایا۔ اور مشرکین نے پیشکش کی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے معبودوں کو مان لیں۔ اور ان پر تنقید نہ کریں تو وہ (مشرکین) بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اِلٰہ کی عبادت کریں گے۔ اس خیال کو سورۃ الکافرون کے نزول نے پوری طرح رد کر دیا اور مشرکانہ عبادت کی جڑ کاٹ دی اور اس راستے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور مسلمان ایک ہی بات پر ڈٹ گئے کہ لوگو گواہی دو کہ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے''۔

# سورۃ الکافرون

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿﴾
قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۱﴾
لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲﴾
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ﴿۳﴾
وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ ﴿۴﴾
وَلَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ ﴿۵﴾
لَكُمۡ دِيۡنُكُمۡ وَلِىَ دِيۡنِ ﴿۶﴾ (سورت الکٰفرون آیت ۱۔۶)

ترجمہ:

۱) کہہ دو کہ اے کافرو۔

۲) نہیں میں عبادت کرتا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۳) اور نہ تم عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

Marfat.com

۴) اور نہ میں عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۵) اور نہ تم عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

۶) تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

اس سورۃ میں توحید کا عملی رنگ پیش کیا گیا ہے۔ صاف اعلان ہے کہ کافر الگ اور مسلمان بالکل الگ ہیں اور شرک سے پاک ہیں۔ مسلمان ان تمام چیزوں کی عبادت سے بیزار ہیں جو کفار کرتے ہیں۔ اس سورۃ میں اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ دین کے معاملے میں کافروں سے کسی قسم کی مصالحت نہیں ہوسکتی ہے۔

اکیلا اللہ اور صرف اس ایک ہی کی عبادت، وہ اکیلا ہی حاکم ہے۔ وہ اکیلا ہی خالق ہے۔ وہ اکیلا ہی رب ہے، وہ اکیلا ہی داتا ہے۔ وہ اکیلا ہی مُشکل کشا ہے۔ ایسے اقوال سُن کر کافروں کو بڑی حیرت ہوئی، انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے کہا ہم کو اپنے ربّ کا نسب سُناؤ۔ اللہ نے حکم نازل فرمایا۔

**قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" ﴿۴﴾** (سورت اخلاص آیات ۱تا۴)

ترجمہ: "(۱) کہو، وہ اللہ ہے، یکتا۔ (۲) اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ (۳) نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ (۴) اور نہ کوئی اس کی برابری والا ہے"۔

کسی نے پوچھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ربّ کی صفت ہمیں بتائیں؟ کسی نے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا رب کیسا ہے؟ یہ سوال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بار بار پوچھا گیا۔ مکّہ میں بھی یہ سوال آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے کئی بار پوچھا گیا، دیہات سے جو لوگ آئے انہوں نے بھی یہ سوال کیا، مختلف قبیلوں کے لوگوں نے بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے یہ سوال پوچھا۔ مدینہ میں بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے یہ سوال کیا گیا۔ مشرکین نے، یہودیوں نے، عیسائیوں نے مختلف موقع پر مختلف لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اللہ معبود حقیقی کی ماہیت اور کیفیت دریافت کی۔ جس کی بندگی و عبادت کی طرف آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) لوگوں کو دعوت دے رہے تھے۔ اور ہر موقع پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اللہ کے حکم سے ان کو جواب میں یہی سورت (سورۃ اخلاص) سُنائی۔

Marfat.com

# تبلیغ عام اور مشرکین کی عداوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن اور سلامتی کا پیغام، مجلسوں و میلوں میں بازاروں اور چوپالوں میں اور یہاں تک کہ لوگوں کے گھر جا جا کر پہنچاتے تھے۔ اور توحید کی خوبی سمجھاتے تھے اور دعوت دیتے تھے کہ لوگو گواہی دو کہ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے''۔ لیکن مشرکین بڑے مغرور تھے اور خاص طور سے وڈیروں کے لیے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی تقلید کی مذمت اور غلام و آقا کے ساتھ اسلامی بھائی چارہ (Brother hood) اور عورت کی عزّت اور وقار اور ان کے حقوق کی باتوں کا سُننا آسان کام نہ تھا۔ مشرکین کے سرداروں اور وڈیروں کا گمان تھا کہ ان کی عزّت بت پرستی سے قائم ہے۔ اسلام بت پرستی (Idolatry) کا سخت دشمن ہے۔ اس لئے ان کے خیال میں اسلام کا آنا اُن کی عزت و عظمت کا زوال ہے۔ سردار اور وڈیرا کب دیکھ سکتا ہے کہ کوئی اس کے برابر بھی بیٹھے۔ جبکہ اسلام عام اخوت قائم کر کے غلام و آقا کو ایک صف میں جگہ دیتا ہے۔ سردار اور وڈیرے خوب سمجھتے تھے کہ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے'' کا حقیقی مفہوم صرف اللہ کی حاکمیت میں اپنے آپ کو دے دینا ہے۔ اس لئے سردار اور وڈیرے یہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان لا کر اپنی وڈیرا شاہی اور سرداری کے مقام سے دستبردار ہوں۔

دوسری طرف ان سرداروں، وڈیروں اور رئیسوں کی بداخلاقیاں اس حد تک بڑھی ہوئی تھیں کہ انسان سُنتا ہے تو گِھن آتی ہے۔ یہ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہ لوگ حرم محترم کے خزانے سے بھی چوری کر لیتے تھے۔ ان کے ایک آدمی نے حرم کے خزانے سے سونے کے دو ہرن چُرا لئے۔ مکہ میں بہت سے سردار، وڈیرے اور رئیس تھے، جو چوری کرتے اور چوری کرواتے تھے۔ بیٹھے بیٹھے باتیں گھڑتے اور پاک دامن عورتوں پر بہتان لگاتے تھے۔ قیاس اور گمان لگانا ان کی تفریح میں شامل تھا، ان کا کھیل تماشا تھا۔ یہ لوگ جھوٹ گھڑتے جھوٹ بولتے اور جھوٹ پھیلاتے تھے۔ اور ان قیاسیوں، گمانیوں اور جھوٹ گھڑنے والوں کا سب سے بڑا سردار ابو جہل تھا۔ وہ ہر وقت نئی نئی باتیں گھڑ گھڑ کر مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکا تا رہتا تھا۔ لیکن مشرکین کی ذہنی خیال آرائیوں کی طرح مسلمانوں کی زندگی محدود اور تنگ تقلید کے دائرے میں محصور نہیں تھی، اُنہوں نے توحید کی بنیاد پر

Marfat.com

ایک عملی جنگ چھیڑ رکھی تھی، اوران جاہلی نظریات اور روایات کے خلاف جدو جہد جاری تھی، جن کے ملبے کے نیچے انسانیت مدفون تھی۔

''جب زندہ گاڑی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس قصور میں وہ ماری گئی''۔(ترجمہ:سورت التکویر ۸)

یہ آیت ہر عورت بڑے غور سے سنتی تھی۔ ہر دل رکھنے والا انسان اس آیت کوسن کر ٹھہر تا تھا، سوچتا تھا، غور وفکر کرتا تھا۔ اور بہت سے لوگ اپنے کرتوتوں اور اپنے باپ دادا کے کرتوتوں کے بارے میں سوچ کر روتے تھے۔

کفار کو خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ قرآن اپنے اندر طاقتور ترین تاثیر رکھتا ہے۔ اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے عظیم ترین انسان کی پرکشش شخصیت کی زبان سے ایسے عالی مرتبہ کلام کو سنے گا۔ وہ ضرور اس کی طرف مائل ہو کر رہے گا، اس لئے وہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے تھے۔

## دارِارقم

جنگلوں، ویرانوں اور گھاٹیوں میں بھی مسلمان کو عبادت سے روکا جانے لگا تو دامن کوہ صفا میں ارقمؓ بن ابی ارقم کے مکان کو مسلمانوں کی پہلی درس گاہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارقمؓ بن ابی ارقم مخزومی کے گھر کو عبادت اور تعلیم وتربیت کا خفیہ مرکز بنایا، جو آبادی سے کچھ الگ تھلگ تھا۔ صحابہ کرامؓ وہاں اکٹھا ہوتے اور وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اللہ کی آیات تلاوت فرماتے، تعلیم دیتے، تربیت کرتے اور حکمت سکھاتے۔ اس درس گاہ میں ہر وقت تیس سے چالیس مسلمان موجود رہتے۔ یہ درس گاہ ۴ھ نبوی سے ۶ھ نبوی تک تین سال قائم رہی۔ (سیرت سرور عالم از سید مودودی)

بعد میں یہ گھر بیت الخیز ران کے نام سے مشہور ہوا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا)

☆☆☆

Marfat.com

# حج ۴ ؁ بعثت نبوی

دارالندوہ میں مشرکین کے سردار اور وڈیرے سر جوڑ کر بیٹھے اور ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ حج کے موسم پر لوگ ہر جگہ سے آئیں گے تو بتلاؤ اُنہیں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بارے میں کیا کہیں کوئی بات ایسی تجویز کرو کہ سب کے سب ایک ہی بات کہیں تا کہ عرب بھر میں اور پھر ہر جگہ بھی وہی بات مشہور ہو جائے۔ کسی نے شاعر کہا۔ کسی نے جادوگر کہا۔ کسی نے کاہن اور نجومی کہا۔ کسی نے مجنوں کہا۔ ولید بیٹھا سوچتا رہا، پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنا کر کہا، اگلے جادوگروں کا قول ہے جسے یہ نقل کرتا ہے۔

ولید کی بات سن کر سب لوگ رخصت ہوئے، اور ہر گلی اور گذرگاہ پر بیٹھ کر لوگوں کو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف سے بہکانے اور بدگمان کرنے لگے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

اس مہم میں جو مشرک زیادہ جھوٹ گھڑتا، اسے ان کی طرف سے زیادہ شاباش ملتی۔

جب حج کے دن آ گئے، تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے حاجیوں کے مجمعوں اور ڈیروں پر جا جا کر لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فرماتے:

لوگو! گواہی دو کہ ’’اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے‘‘ اسی شہادت حق میں آپ کی کامیابی ہے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے پیچھے مشرکین کے وڈیرے جن میں ابولہب پیش پیش تھا ان کے گُرگے ہنسی ٹھٹھا کرتے ہوئے چلتے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تکذیب کرتے جاتے تھے اور مشرکین کہتے، محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بات نہ ماننا، یہ باپ دادا کے مذہب کو چھوڑ چکا ہے، یہ خود نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور نئے دین کا نام اسلام بتاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس طرح رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا تذکرہ تمام عرب میں تیزی سے پھیل گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

# مشرکین کی محاذ آرائی

مشرکین نے دعوت حق کو روکنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے، جن کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے۔

(۱) قرآن مجید کی آواز سنتے ہی شور مچانا۔

''یہ منکرین کہتے ہیں، اس قرآن کو ہرگز نہ سنو اور جب یہ سنایا جائے، تو اس میں خلل ڈالوں شاید کہ اس طرح تم (مشرکین) غالب آجاؤ''۔ (ترجمہ: حٰم السجدہ آیت ۲۴۔ ۲۶)

(۲) قرآن مجید کی تعلیمات کو مسخ کرنا۔

''جو لوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں، وہ ہم (اللہ) سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں، خود ہی سوچ لو کہ آیا وہ شخص بہتر ہے جو آگ میں جھونکا جانے والا ہے یا وہ جو قیامت کے روز امن کی حالت میں حاضر ہوگا؟ کرتے رہو جو کچھ تم چاہو، تمہاری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے''۔ (ترجمہ: حٰم السجدہ آیت ۴۰)

(۳) مسلمانوں کی تضحیک کرنا، ہنسی اُڑانا، ٹھٹھے، مارنا، مذاق کرنا،

بیشک مجرم لوگ اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے۔ جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ (مجرم) لوگ ان پر آنکھوں سے باہم اشارے کرتے تھے اور جب یہ (مجرم) اپنے گھروں کو لوٹتے تو لطف اندوز ہوتے ہوئے لوٹتے تھے۔ (ترجمہ: المطففین ۲۹ تا ۳۱)

(۴) مسلمانوں کو فضول بحثوں میں اُلجھانا۔

''اللہ کی دعوت پر لبیک کہے جانے کے بعد جو لوگ (لبیک کہنے والوں سے) اللہ کے دین کے معاملے میں جھگڑا کرتے ہیں، اُن کی حجت بازی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے''۔ (ترجمہ: الشوریٰ آیت ۱۴)

(۵) ناواقف لوگوں کو غلط فہمیوں میں ڈالنا۔

''اور جب کوئی (ناواقف) اُن (مشرکین) سے پوچھتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل کی ہے، تو کہتے ہیں، وہ تو اگلے وقتوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں''۔ (ترجمہ: سورت النمل آیت ۲۴)

(۶) جھوٹ اور افسانے گھڑنا۔

Marfat.com

''تم کہو میں بتاؤں کس پر شیطان اترتے ہیں۔ وہ ایسے لوگوں پر اترتے ہیں جو پکے جھوٹے اور گنہگار ہیں''۔ (ترجمہ: سورت الشعرأ آیت ۲۲۱ تا ۲۲۲)

(۷) باپ دادا کی تقلید کی جھوٹی حمایت کرنا۔

''یہ (مشرکین) اسی طرح پوجا پاٹھ کئے جا رہے ہیں جس طرح پہلے ان کے باپ دادا کرتے تھے''۔ (ترجمہ: سورت ھود آیت ۱۰۹)

''یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے''۔ (ترجمہ: سورت الاعراف آیت ۲۸)

(۸) شعراء کی اور راگ وگانوں کی محفلیں سجانا۔

''اور شعرا کی پیروی بہکے ہوئے لوگ کرتے ہیں۔ تم دیکھتے نہیں کہ وہ ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں''۔ (ترجمہ: سورت اشعرأ آیات ۲۲۴ تا ۲۲۶)

(۹) عبادت کا مشترکہ منصوبہ۔

مشرکین اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کی عبادت میں شامل کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم طواف میں مصروف تھے کہ مشرکین کے وڈیرے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس آئے اور کہا یا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آیئے، ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اللہ کی عبادت کریں، اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے خداؤں کی عبادت کریں۔ عبادت کے سلسلے میں ہم ایک مشترکہ منصوبہ بنالیں۔ اُس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سورت کافرون پڑھ کر سنائی۔ سورت کافرون میں صاف صاف مشرکین سے کہہ دیا گیا کہ جن کی بندگی تم کرتے ہو، اُن کی بندگی کرنے والا میں نہیں ہوں۔ اور جس کی بندگی میں کرتا ہوں، اُس کی بندگی تم نہیں کرتے ہو۔ یہ بات سن کر مشرکین بپھر گئے، غصے میں ان کے دلوں میں آگ بھڑک اُٹھی، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے جانے لگے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خلاف جادوٹونے کئے جانے لگے۔ اور تمام شیاطین ہر طرف پھیل گئے تاکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خلاف اور قرآن مجید کے خلاف لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیں۔ ان حالات میں مکہ معظّمہ میں سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کا نزول ہوا۔ (تفہیم القرآن: جلد ۶۔ از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

Marfat.com

اللہ نے فرمایا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ (سورت الفلق)

ترجمہ: ''(۱) کہو میں پناہ مانگتا ہوں، صبح کے رب کی (۲) ہر اُس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی (۳) اور رات کی تاریکی کے شر سے، جب کہ وہ چھا جائے (۴) اور گرہوں میں پھونکنے والوں (یا والیوں) کے شر سے (۵) اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے''۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

(سورت الناس)

ترجمہ: ''(۱) کہو، میں پناہ مانگتا ہوں، انسانوں کے رب کی (۲) انسانوں کے بادشاہ کی (۳) انسانوں کے معبود کی (۴) اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ (۵) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (۶) خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی دھمکیوں، جادوگروں کی چالوں اور قتل کی تدبیروں کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ انہوں نے رب کائنات کی پناہ لے لی ہے اور اللہ کی پناہ جسے حاصل ہو اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ مشرکین کے وڈیروں اور جادوگروں سے کہہ دیا گیا کہ تم جو چاہو کر لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری کائنات کے رب کی پناہ میں ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اللہ کی طرف سے حفاظت کا وعدہ ہے۔

''تم ہماری آنکھوں کے سامنے ہو''۔ (ترجمہ: سورت الطور آیت ۴۸)

(۱۰) مشرکین نے ایک اور الزام لگایا، اور کہا کہ تم لوگ ایسے آدمی کی پیروی کر رہے ہو، جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے اس کا اتنا ہی جواب دیا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی تمہارے اعتراض کا صرف اتنا ہی جواب کافی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ رسولوں میں سے، ہیں۔ کبھی رسولوں پر جادو ہوا ہے کیا؟

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان کی آیت ۹ میں کفار کے اعتراضات کے جواب میں فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی باتیں کرنے والے گمراہ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''بے شک جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا (شیطان کا) بس نہیں چلے گا۔ تیرا بس تو صرف ان بہکے ہوئے لوگوں ہی پر چلے گا، جو تیری پیروی کریں''۔ (ترجمہ: سورت الحجر آیت ۴۲)

''جو میرے (مخلص) بندے ہیں، ان پر تیرا (شیطان کا) کچھ زور نہیں چلتا۔ (ترجمہ: بنی اسرائیل ۶۵)

''جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، خواہ کسی راہ سے وہ آئے (ترجمہ: سورت طٰہٰ آیت ۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کا مطلب ہے، (معاذ اللہ) اللہ کے منتخب کئے ہوئے بندے پر جادو ہونا، (معاذ اللہ) اللہ کے منصوبے اللہ کے پلان (Plan) اللہ کی اسکیم (scheme) اللہ کی تدابیر پر جادو ہونا، جو ناممکن ہے۔

''اس (اللہ) نے تمہیں (محمدؐ) کو اپنے کام کے لئے چن لیا ہے''۔ (ترجمہ: سورت الحج آیت ۷۸)

''اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو پناہ مانگو اللہ کی شیطان مردود (کے وسوسوں) سے۔ جو لوگ مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں ان پر اس (شیطان) کا زور نہیں چلتا۔ اس کا زور انہیں لوگوں پر چلتا ہے، جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے وسوسے کے سبب اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرتے ہیں۔
(ترجمہ: النحل آیات ۹۸ تا ۱۰۰)

''یہ ایک بلند پایا قرآن ہے۔ ایک محفوظ کتاب میں ثبت ہے۔ جسے مطہرین کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے''۔ (ترجمہ: الواقعہ آیات ۷۷ تا ۸۰)

''ہم تمہیں پڑھوا دیں گے پھر تم نہیں بھولو گے''۔ (ترجمہ: الاعلیٰ آیت ۶)

اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ حافظے میں ثبت کر دیا گیا ہے۔

''اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا گیا ہے، تاکہ تم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لئے اتاری گئی ہے اور تاکہ لوگ غور و فکر کریں''۔ (ترجمہ: النحل آیت ۴۴)

Marfat.com

''اس قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں''۔ (ترجمہ: الحجر آیت ۹)

''جب اللہ تعالیٰ کسی کو وحی کے لئے پسند کر لیتا ہے، تو اس رسول کے آگے پیچھے محافظ لگا دیتا ہے''۔

(ترجمہ: الجن آیت ۲۷)

''وہ اللہ ہی ہے، جس نے حق کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا'' (ترجمہ: الشوریٰ آیت ۱۷)

ترجمہ: ''نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو''۔ (الفرقان آیت ۱)

''ہم نے تم (محمدؐ) کو سارے انسانوں کے لئے بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے''۔ (ترجمہ: سورت سبا آیت ۲۸)

''ہم نے تم (محمدؐ) کو تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔ (ترجمہ: الانبیاء آیت ۱۰۷)

**مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ** (الفتح آیت ۲۹)

ترجمہ: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں''۔

''(اے نبیؐ) ہم نے تم کو کھلی فتح دی ہے۔ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے، اور تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دی ہے، اور تمہیں سیدھا راستہ دکھا دیا ہے''۔ (ترجمہ: الفتح آیات ۱ تا ۲)

''اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے''۔

(ترجمہ: سورت النساء آیت ۶۴)

سید قطب شہید کہتے ہیں، یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہو سکتا ہے، عصمت انبیاء کے بنیادی عقیدے کے خلاف ہے، کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے تمام افعال اور تبلیغ میں معصوم عن الخطاء ہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقوال و افعال سنت اور شریعت ہیں۔ جادو والی بات اس سے متصادم ہے اور پھر قرآن نے صراحت سے اس الزام کی تردید کی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جادو کیا گیا ہے۔ کیوں کہ مشرکین یہ الزام لگاتے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کسی نے جادو کر دیا ہے تب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے نزدیک یہ غلط بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو ہو گیا تھا۔ (فی ظلال القرآن۔ جلد ششم از سید قطب شہید)

Marfat.com

''جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے''۔ (ترجمہ: الفتح آیت ۱۰)

''اے نبیؐ بیشک ہم نے تمہیں شہادت دینے والا، بشارت سنانے والا، خبر دار کرنے والا، اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا، اللہ کے حکم سے روشن چراغ (سِرَاجاً مُّنِیراً) بنا کر بھیجا ہے''۔ (ترجمہ: الاحزاب آیات ۴۵ تا ۴۶)

**لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ** (سورت الاحزاب آیت ۲۱)

ترجمہ: ''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی واتباع کا بہترین نمونہ رکھا گیا ہے''

اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ تم رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تقلید کرو کیوں کہ ایک شخص کی تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کی تقلید کی نفی نہیں ہو جاتی، بلکہ یہ فرمایا کہ تمہاری تقلید صرف اسی پاک ذات میں محدود ہے۔ کیوں کہ تمہیں اعمال صالح کا یہ خزانہ دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس طرز بیان سے نہ صرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اتباع لازم کر دیا گیا ہے بلکہ ساتھ ہی دوسرے تمام انسانوں کے اتباع کی بھی نفی کر دی۔ اس لئے صرف ایک ہی ''سِرَاجاً مُّنِیراً'' ہے جس کی روشنی ظلمت زار دنیا کی ہر اندھیری اور ہر تیرو تاریک راہ میں ہماری راہ نمائی کر سکتی ہے۔ (از ابوالکلام آزاد بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ جلد ۲۰ نومبر ۱۹۷۳ء)

**وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** ﴿﴾ (سورت الم نشرح آیت ۴)

ترجمہ: ''اور ہم نے تیرا نام بلند کر دیا''۔

**وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ** ﴿﴾ (سورت القلم آیت ۴)

ترجمہ: ''اور بیشک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو''۔

☆☆☆

Marfat.com

# مشرکین کا وفد

مشرکین جانتے تھے کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اخلاق کے بلند مرتبہ پر فائز ہیں، وہ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے واقف تھے۔ وہ (مشرکین) سوچ وسمجھ کر ہٹ دھرمی پر اترے ہوئے تھے۔ بے شرم ہوگئے تھے۔ مخالفت کے جوش میں اول فول بکتے تھے۔ مشرکین سب کچھ سمجھ رہے تھے۔ وہ سوچتے تھے صادق اور امین سے کیسے مقابلہ کریں۔ کافی غور وخوض کے بعد ان کو ایک راستہ سمجھ میں آیا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چچا سید قریش ابو طالب کے پاس جائیں اور اُن سے مطالبہ کریں کہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی دعوت سے روکیں۔ اکیلے اللہ کی عبادت اور دوسرے معبودوں کو چھوڑنے کی دعوت دینا اور یہ کہنا کہ ایک اللہ کے سوا دوسرے معبود یا اولیاء وغیرہ کوئی نفع دینے، اور کچھ نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اللہ کے سوا دوسرا کوئی مشکل کشا نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے معبودوں کی بہت بڑی توہین اور بڑی گالی ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس طرح تو ہمارے آباؤ اجداد کو احمق اور گمراہ کہا گیا ہے اور جب مشرکین نے دیکھا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اکیلے اللہ کی عبادت کی دعوت سے کسی بھی طاقت کے روکنے سے رُکنے والے نہیں ہیں، تو اُنہوں نے سید ابو طالب سے مذاکرات کے لئے ایک وفد بنایا، جس میں ابو جہل بن ہشام، ولید بن مغیرہ عاص بن وائل وغیرہ شامل تھے۔

### سید قریش ابو طالب سے پہلی گفتگو:

مشرکین کے وفد میں ان کے علاوہ اور بہت لوگ شامل تھے۔ یہ سب سید قریش ابو طالب کے پاس آئے اور کہا اے ابو طالب تم اپنے بھتیجے یعنی محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو منع کرو کہ وہ ہمارے بتوں کو بُرا نہ کہے اور ہمارے باپ دادا کو جاہل اور گمراہ نہ بتائے۔ ورنہ ہم کو اجازت دو کہ ہم خود اس سے سمجھ لیں۔ پس تم ہمارے اور اس کے درمیان میں دخل نہ دینا۔ سید قریش ابو طالب نے یہ سن کر بڑی عمدگی سے گفتگو کی اور ان لوگوں کو نہایت شائستگی کے ساتھ جوابات دے کر ان کو رخصت کر دیا، اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اسی طرح سے دین اسلام کا اعلان کرتے رہے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

Marfat.com

دوسری گفتگو:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم شہادت حق کی دعوت میں مسلسل دوڑتے رہے۔ مکّہ میں ہر جگہ کھڑے ہو کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کہا لوگو! گواہی دو کہ "اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے" مشرکین مکّہ اس پر صبر نہ کر سکے، اور وہ دوبارہ سید قریش ابو طالب کے پاس گئے۔ اور اُنہوں نے ابو طالب سے کہا اے ابو طالب تم ایک شریف اور عمر رسیدہ شخص ہو اور ہم تم کو ذی عزت خیال کرتے ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے بھی درخواست کی کہ تم اپنے بھتیجے کو منع کرو۔ تم نے منع نہ کیا۔ اب ہم ان باتوں پر صبر نہیں کر سکتے کہ ہمارے بتوں اور بزرگوں کو سخت باتیں کہی جائیں۔ یا تو تم اس بات کو دور کردو ورنہ ہم تم سے کہہ دیتے ہیں کہ دونوں فریقوں میں ایک فریق ضرور ہلاک ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ لوگ چلے گئے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

جب مشرکین نے یہ شکایت کی تو سید قریش ابو طالب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہا یہ لوگ (مشرکین) میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے تمہارے بارے میں اس طرح کی شکایت کی ہے، مجھ پر اور اپنے پر رحم کرو۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں اور تم اٹھا نہ سکیں۔ (راوی کا کہنا ہے) پس محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ خیال کیا کہ اب میرا چچا میری مدد نہیں کر سکتا اور ان کو جواب دیا کہ اے میرے چچا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پر چاند رکھ دیں، تو میں پھر بھی اس بات سے ہرگز باز نہ آؤں گا یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا میں اس راہ میں شہید ہو جاؤں (راوی کا کہنا ہے) پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آبدیدہ ہو گئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جانے لگے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اس عزم اور ہمت کو دیکھ کر ابو طالب کے دل پر گہرا اثر ہوا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو آواز دی کہ بھتیجے ادھر آؤ، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے پاس گئے۔ ابو طالب نے کہا دیکھو جو تمہارا جی چاہے کہو، میں ہرگز تم کو نہ چھوڑوں گا۔ اور سب سے سمجھ لوں گا۔ تم اپنا کام جاری رکھو۔

تیسری گفتگو:۔

مشرکین کے چند وڈیرے سید قریش ابو طالب کے پاس آئے اور شکایت کی کہ آپ کا بھتیجا ہماری مجلس میں دخل اندازی کرتا ہے اور ہماری عبادت اور ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ آپ

Marfat.com

منع کریں۔ ابوطالب نے عقیلؓ کو کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بلا لائے، جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے تو ابوطالب نے کہا یہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ تم ان کی عبادت اور ان کے معبودوں کے بارے میں کچھ کہتے رہتے ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر فرمایا کہ آپ یہ سورج دیکھ رہے ہو۔ اُنہوں نے کہا ہاں! تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس طرح یہ سورج اپنی کرنیں (روشنی) روک دینے پر قادر نہیں ہے اسی طرح میں (سِراجاً مُنیراً) بھی دعوت حق کو چھوڑ دینے پر قادر نہیں ہوں۔ تو سید قریش ابوطالب نے کہا واللہ میرے بھتیجے نے کبھی غلط بات نہیں کی۔ اب تم جا سکتے ہو۔ (البدایہ والنہایہ)

چوتھی گفتگو:۔

جب مشرکین کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ ابوطالب اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تعلق نہیں چھوڑتے اور وہ ہر خطرہ مول لینے پر تیار ہیں، اور ان کی حمایت پر آمادہ ہیں، تب وہ عُمارہ بن ولید بن مغیرہ کو اپنے ساتھ لے کر ابوطالب کے پاس گئے، اور کہا اے ابوطالب یہ عمارہ بن ولید ہے، نہایت خوبصورت جوان ہے، اس کو لے کر تم اپنا بیٹا بنا لو، اور اس کے بدلے اپنے بھتیجے کو ہمیں دے دو، تاکہ ہم اسے قتل کر کے اپنے باپ دادا کے مذہب کی مخالفت کا بدلہ لیں۔

سید قریش ابوطالب نے جواب دیا۔ تم مجھ سے جو سودا کرنے آئے ہو وہ بہت ہی بُرا سودا ہے۔ تم مجھے اپنا لڑکا اس لئے دیتے ہو کہ میں اسے تمہارے لئے کھلا پلا کر تیار کروں اور تمہیں اپنا بیٹا اس لئے دے دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو۔ اللہ کی قسم یہ بہت ہی بُرا سودا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اس پر مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف نے کہا آپ کی قوم نے ایک اچھی تجویز رکھی ہے، لیکن آپ کسی بات کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہوتے ہیں۔ ابوطالب نے فرمایا ان لوگوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا، بلکہ تم نے ان کو مجھ پر چڑھا کر لانے اور رُسوا کرنے کی تدبیریں کی ہیں۔ اب تمہارا جو جی میں آئے کر لو۔ اس پر مشرکین مایوس ہو کر چلے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر نہایت سخت ہو گئے۔ اور جس گروہ میں سے جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان کو سخت تکلیفیں پہنچانے لگے۔

Marfat.com

# مسلمانوں پر ظلم وستم

## فصل: کمزور مسلمانوں پر شدید ترین مظالم:

مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ ہر روز سننے میں آتا کہ آج فلاں مسلمان ہوگیا، آج وہ مسلمان ہوگیا ہے۔اس پر مشرکین کے رئیس اور وڈیرے تلملا اُٹھے اور انہوں نے غریب، لاچار، بےبس اور کمزور مسلمانوں پر شدید ترین مظالم شروع کردیے۔لیکن ان کمزور مسلمانوں کا ایمان بہت طاقتور تھا کہ جب یہ تکالیف سے بے ہوش ہوجاتے تب بھی ''احد، احد'' یعنی ایک اللہ، ایک اللہ کا کلمہ جاری ہوتا۔جن مسلمانوں کو اسلام قبول کرنے کی پاداش میں شدید ترین تکالیف پہنچائی گئیں، ان میں سے چند کے حالات وواقعات مختصراً ہم یہاں درج کررہے ہیں۔

سُمیّہؓ بنت خباط:۔

سُمیّہؓ کے بارے میں معلوم نہیں کہ ان کا وطن کون سا تھا۔(لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ انہیں ترکی نژاد بتاتے ہیں۔واللہ اعلم) کس خاندان سے تھیں اور کب اور کیسے مکّہ پہنچیں۔ وہ مکّہ کے ایک رئیس ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔رئیس نے اپنی اس کنیز کی شادی یمن سے آنے والے ایک شخص یاسر سے کردی جو رئیس ابوحذیفہ کے حلیف بن گئے تھے۔ان کے دو بیٹے عبداللہؓ اور عامرؓ پیدا ہوئے۔ جب بعثت کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دعوتِ حق کا اعلان کیا تو اس پورے خاندان نے ایمان لانے والوں میں سبقت کرنے والوں کے ناموں کے ساتھ اپنا نام جوڑ دیا۔جن سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ان کے ایمان لانے تک رئیس ابو حذیفہ مخزومی وفات پاچکا تھا ،اور سُمیّہؓ اُن کے وُرثا کی غلامی میں تھیں۔

ایمان لانے کی پاداش میں ان کے وُرثا نے سُمیّہؓ پر بہت ظلم ڈھائے،اُنہیں مارا پیٹا گیا۔مارنے پیٹنے کا روز کا معمول تھا۔انہیں گرم ریت پر لٹایا جاتا تھا۔ انگاروں پر لٹا کر ان پر بڑی سل رکھ دیتے تھے۔ایک دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بنومخزوم کے محلے سے گزر رہے تھے تو آپ (صلّی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم ) نے دیکھا کہ سُمیّہؓ کو لوہے کی زرہ پہناں کر دھوپ میں زمین پر لٹا رکھا ہے اور مشرکین اس بوڑھی عورت کے پاس کھڑے قہقہے لگا رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں، محمدؐ کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھ۔

مظلوم بوڑھی سُمیّہ ؓ کو دیکھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آبدیدہ ہو گئے، اور ان سے فرمایا ''صبر کرو تمہارا گھر جنت میں ہے'' جنت کی یہ دوسری بشارت ہے جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد نام لے کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سُمیّہ رضی اللہ عنہا کو دی۔

ایک دن ابو جہل نے ان کے بیٹے عبداللہؓ کو تیر مار کر شدید زخمی کر دیا، تو سُمیّہؓ نے ابو جہل کو برا بھلا کہا اور اس کی بے عزتی کی۔ ابو جہل غصے میں آ گیا اور دہشت گردی پر اتر آیا اور اس نے ان بوڑھی خاتون کو زمین پر گرا دیا اور اپنا نیزہ ان کے پیٹ میں گھونپ گھونپ کر اُنہیں شہید کر دیا۔ یہ اسلام کی پہلی شہادت تھی، جو حیرت انگیز صبر و استقلال کے ساتھ اللہ کی راہ میں دی گئی۔

یاسرؓ بن عامر:۔

یاسر رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے تھے۔ محمد ( رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی ولادت مبارکہ سے تقریباً پانچ سال پہلے، وہ اپنے ایک گمشدہ بھائی کو تلاش کرتے ہوئے دوسرے دو بھائیوں کے ساتھ مکہ آئے۔ وہ دونوں بھائی واپس یمن چلے گئے۔ لیکن یاسر نے مکّہ میں اقامت اختیار کر لی اور بنومخزوم کے ایک رئیس ابو حذیفہ بن المغیرہ کے حلیف بن گئے۔ اور ان کی ایک کنیز سُمیّہ سے شادی کر لی۔ ابو حذیفہ کی وفات کے بعد اسلام کی روشنی بلند ہونا شروع ہوئی۔ یاسرؓ ان کی بیوی سُمیّہؓ اور ان کے دونوں بیٹوں نے حق کی آواز سنتے ہی ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؐ'' کی شہادت دینے والوں کے قافلے میں شامل ہو گئے۔

مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو بے وطن، لاچار اور مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ گالیاں دیں، مارا پیٹا گیا۔ ٹھیک دوپہر کو گرمی میں گرم ریت پر لٹائے جاتے۔ دہکتے ہوئے انگاروں سے جلائیے جاتے۔ کانٹوں پر گھسیٹا جاتا۔ مشرکین نے اس کمزور خاندان پر ایسے ایسے مظالم ڈھائے کہ انسانیت تڑپ اُٹھی۔ یاسرؓ اور سُمیّہؓ بہت ہی بوڑھے تھے، کمزور تھے، مگر ایمان کی طاقت نے دردناک مظالم کے سامنے ان کے قدموں کو ڈگمگانے نہ دیا۔ اور اس پورے خاندان نے اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت پر ڈٹ گئے تو ان کی پیٹھوں پر آگ

Marfat.com

کے انگارے ٹھنڈے ہوتے رہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس مقام سے گزرے، جہاں ان مظلوموں پر شدید تشدد کیا جارہا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اس پر بہت دکھ ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''صبر کرو اے آل یاسر تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے''۔ بوڑھے یاسر رضی اللہ عنہ ان مظالم کو سہتے سہتے سُمیّہ رضی اللہ عنہا کی شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ہی وفات پاگئے تھے۔

عمارؓ بن یاسرؓ:۔

عمارؓ ایک بے یارو مددگار غریب الوطن تھے۔ کمزور لوگوں میں شامل تھے۔ مشرکین ان کے والد یاسرؓ کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے، کہ وہ اُٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہوجاتے یہاں تک کہ وہ تشدد اور کمزوری کی وجہ سے وفات پاگئے۔ اسی طرح کا تشدد عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سُمیّہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا گیا، اور ابوجہل نے ان کے پیٹ میں نیزہ گھونپ کر اُنہیں شہید کردیا۔ اور یہ سب کچھ عمارؓ نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ ایسے بڑے مصائب تھے جو ان کی اپنی اذیت سے بھی زیادہ اذیت ناک تھے۔

عمارؓ کو بھی ان کے والدین کی طرح ہی گرم ریت اور کانٹوں میں گھسیٹا جاتا اور انگاروں سے داغنا کفار کا روز کا معمول تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بھی ان کو کفار کے ہاتھوں لرزہ خیز تکلیفیں اٹھاتے دیکھا تھا۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تھا ''صبر کرو یا آلِ یاسر تمہارے لئے جنت کا وعدہ ہے''۔

ایک مرتبہ مشرکین نے اُنہیں سخت تکلیف دی، بہت تشدد کیا اور جوہڑ (Pool of Rain Water) میں اس قدر غوطے دیے کہ وہ حواس کھو بیٹھے اور وہ مشرکین کی خواہش کے مطابق بات کرنے کے قریب ہوگئے۔ پھر وہ روتے ہوئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے اس بات کی شکایت کی کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم شدید تشدد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ اپنے دل کو کیسا پاتے ہو۔ تو عمارؓ نے عرض کیا کہ میرا دل تو ایمان پر مطمئن ہے۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر اُنہوں نے پھر اس قدر تشدد کیا تو تم پھر ایسی بات کہہ دو۔ چنانچہ ایسے مشکل حالات میں ان کو ایسے کلمات کی اجازت دے دی گئی۔

Marfat.com

لیکن جس نے دل سے کفر قبول کیا تو وہ اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔

بلالؓ بن رباح:

بلال رضی اللہ عنہ کے والد رباح اور بلالؓ کی والدہ عمامہؓ حبشہ سے آکر مکّہ میں آباد ہو گئے اور قریش کے خاندان بنوجمح کے غلام بن گئے اور اُمیہ بن خلف جمحی کی غلامی میں آئے۔ بلالؓ بعثت نبوی سے تقریباً پچیس سال پہلے پیدا ہوئے۔ حق کی آواز سنتے ہی انہوں نے حق کی شہادت دی، اور توحید کی خوشبوں میں ایسے رچ بس گئے کہ ان کی زبان پر احد، احد، احد کی تسبیح جاری رہتی تھی۔ جب بلالؓ مسلمان ہوئے تو اُمیہ بن خلف نے ان پر سخت مظالم شروع کر دیے۔ وہ بلالؓ کی گردن میں رسی ڈال کر آوارہ لڑکوں کے حوالے کر دیتا۔ وہ لڑکے اُنہیں لئے پھرتے، جب وہ تھک جاتے، تو بلالؓ کو اُمیہ بن خلف کو واپس کر جاتے۔ پھر وہ ظالم بلالؓ کو تیز گرم دھوپ میں لٹا کر ان پر بڑے بڑے پتھر رکھوا دیتا۔ اور بلالؓ سے کہتا کہ تم ''اکیلے اللہ'' کا انکار کر دے، ورنہ تیرا یہی حال رہے گا۔ اس پر بلالؓ احد، احد، احد کہتے کہتے بے ہوش ہو جاتے تھے۔

ایک دن ابوبکر صدیقؓ نے بلالؓ کو اس سخت عذاب میں دیکھ کر اُمیہ بن خلف سے کہا کیا تم اس کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے ہی اسے بگاڑا ہے اور تم ہی اسے نجات دلاؤ۔ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بھاری رقم دے کر خریدا اور اللہ کی رضا کے لئے آزاد کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعائے خیر کی۔

خبابؓ بن ارت:

خبابؓ بن ارت مکہ میں لوہار کا کام کرتے تھے۔ جونہی انہوں نے اسلام پر ایمان لانے کا اعلان کیا، مشرکین مکہ ان پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مشرکین انہیں انگاروں پر لٹاتے اور سینے پر بھاری پتھر کی سل رکھ دیتے، تاکہ وہ کروٹ نہ بدل سکیں، خبابؓ جلتے رہتے حتٰی کہ ان کی پیٹھ جل جل کر انگاروں کو ٹھنڈا کر دیتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مظالم کا سن کر بے حد غمگین ہو جاتے اور خبابؓ کی دل جوئی فرماتے۔

مشرکین جن میں عاص بن وائل پیش پیش تھا، خباب رضی اللہ عنہ سے کام لیتا مگر ان کی اجرت

Marfat.com

دیتا نہیں تھا وہ کہتا جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین ترک نہیں کرو گے، اجرت نہیں ملے گی۔ خباب ؓ کہتے، تم دوبارہ زندہ ہو گے (یعنی آخرت میں) تو میں وہاں لے لوں گا۔ اور پھر وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے ۱۳ نبوی میں مدینہ ہجرت کر گئے۔

## ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مظلوم غلاموں کو خرید کر آزاد کرنا:۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیکھتے تھے کہ غریب، کمزور اور غلام مسلمانوں پر بہت زیادہ مظالم ڈھائے جارہے ہیں، قید کر کے بھوک اور پیاس کی تکلیف دی جاتی ہے، ذہنی اور جسمانی اذیتیں دے کر انہیں اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو انہوں نے بے تحاشا دولت خرچ کر کے بہت سے مظلوم غلاموں اور کنیزوں کو خرید کر آزاد کر دیا، جن میں چند نام ہم یہاں لکھ رہے ہیں۔

(۱) بلال رضی اللہ عنہ۔

(۲) حمامہ رضی اللہ عنہا (بلال ؓ کی والدہ)۔

(۳) عامر ؓ بن فہیرہ ؓ۔

(۴) ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ۔

(۵) لُبیبہ رضی اللہ عنہا۔

(۶) نہدیہ رضی اللہ عنہا۔

(۷) نہدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی۔

(۸) زنیرہ رضی اللہ عنہا۔

(۹) اُم عُبیس رضی اللہ عنہا۔

## طاقتور خاندانوں کے مسلمانوں پر مظالم:

مشرکین کے سرداروں نے فیصلہ کیا کہ ان کے بیٹوں بھائیوں اور قبیلہ کے لوگوں میں سے جس جس نے اسلام قبول کیا ہے، انہیں زبردستی اسلام سے پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ اس فیصلے کے ساتھ ہی تمام مسلمانوں پر مظالم شروع ہو گئے۔

زبیر بن العوام کو ان کا چچا ایک چٹائی میں لپیٹ کر باندھ کر اُلٹا لٹکا دیتا اور نیچے سے دھونی دیتا اور کہتا

Marfat.com

جاتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقلید چھوڑ دے۔مگر وہ جواب دیتے کہ میں کبھی کفر نہیں کروں گا۔

عثمانؓ بن عفان کو ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتے،اور پھر لمبی تقریر کرتے اور تان اس بات پر ٹوٹتی کے باپ دادا کی تقلید کرو اور محمدؐ کا دین چھوڑ دو۔عثمان رضی اللہ عنہ کہتے، میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑوں گا،تم جو چاہوں کرلو۔

مصعبؓ بن عُمیر کو ان کے خاندان والوں نے قید کر دیا اور قید سے وہ ایک دن بھاگ گئے اور پھر حبشہ کے مہاجرین کے ساتھ حبشہ چلے گئے۔

خالدؓ بن سعید بن العاص کو ان کے والد بہت مارتے، یہاں تک کہ ان کے ہاتھ میں جو لکڑی ہوتی وہ ٹوٹ جاتی اور پھر خالد رضی اللہ عنہ کو باندھ کر ایک کمرے میں بند کر دیتے۔

سعدؓ بن ابی وقاص اور ان کے بھائی عامرؓ کو ان کی والدہ بہت بُرا بھلا کہتی رہتی تھی اور اسلام کے خلاف بڑبڑاتی رہتی تھی،اس طرح ان کو بہت تنگ کیا گیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن مسجد حرام میں تقریر شروع کر دی اور لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف دعوت دی تو مشرکین ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو اتنا مارا کے وہ مرنے کے قریب ہو گئے۔

اُم شریک رضی اللہ عنہا پر ان کے خاندان والوں نے تشدد کیا۔اور انہیں چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا۔اس حالت میں وہ ان کو کھانے کو روٹی کے ساتھ شہد دیتے اور پانی نہ پلاتے۔اس طرح تین دن مسلسل عذاب میں گزر گئے۔انتہائی کرب کے لمحوں میں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ اسلام چھوڑ دو۔لیکن وہ عقیدہ توحید پر قائم رہیں۔

## پہلی ہجرت حبشہ ۵ ھ نبویؐ:۔

مشرکین کے مظالم حد سے بڑھ گئے تھے۔مسلمانوں کو تشدد اور اہانت آمیز سلوک کا ہر وقت اور ہر جگہ سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ جو چاہے وہ حبشہ کو ہجرت کر جائے۔حبشہ کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا وہ نیک دل اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ جس میں ۱۲ مرد اور ۴ عورتیں تھیں

Marfat.com

رات کی تاریکی میں نکلا۔ان کے نام اس طرح سے ہیں۔

(۱) عثمانؓ بن عفان

(۲) عثمانؓ کی زوجہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۳) ابوحذیفہؓ بن عتبہ

(۴) ابوحذیفہؓ کی زوجہ سہلہ رضی اللہ عنہا

(۵) زبیرؓ بن العوام (سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے)

(۶) مصعبؓ بن عمیر

(۷) عبدالرحمٰنؓ بن عوف

(۸) ابوسلمہؓ بن عبدالاسد

(۹) اُمّ سلمہؓ بنت ابی اُمیہ (جو ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں)

(۱۰) عثمانؓ بن مظعون

(۱۱) عامرؓ بن ربیعہ

(۱۲) عامرؓ کی زوجہ لیلیٰؓ

(۱۳) ابوحاطبؓ بن عمرو

(۱۴) سہیلؓ بن بیضاء

(۱۵) عبداللہؓ بن مسعود

(۱۶) ابوسیرہؓ بن ابی رہم

ان لوگوں نے ۵ ؁ نبویؐ ماہ رجب میں ہجرت کی۔شُعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچے،تو دو کشتیاں اُنہیں تیار مل گئی۔انہوں نے ۵۔۵ چاندی کے درہم کرایہ پر ان کو بیٹھا لیا۔مشرکین نے خبر ملنے کے بعد آدمی دوڑائے کہ ان کو پکڑ لیں،مگر مسلمان کشتیوں پر بیٹھ کر روانہ ہو چکے تھے۔

اس مختصر قافلے کے سردار (امیر) عثمانؓ بن عفان تھے۔سیدہ رقیہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کے ساتھ تھیں۔حبشہ میں مہاجرین مزدوری کرتے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

Marfat.com

## دوسری ہجرت حبشہ ٦ ـہ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم):

جب مسلمانوں نے دیکھا کہ حبشہ مسلمانوں کے لئے امن کی جگہ ثابت ہوا ہے تو ان کے بعد اور بھی مسلمان جن میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں تھیں، مکّہ سے نکلے اور حبشہ کو روانہ ہوئے۔ اس قافلے کے امیر جعفرؓ بن ابی طالب تھے۔

حبشہ کے بادشاہ نے پہلے کی طرح ان مہاجرین کے ساتھ بھی حسن سلوک کیا اور بہت عزت سے پیش آیا اور مہاجرین وہاں امن سے رہنے لگے۔ مشرکین کو خبر ہوئی کہ مسلمانوں کی جان اور ایمان محفوظ ہے تو ان کی واپسی کے لئے مشرکین نے اپنے دو ہوشیار آدمیوں یعنی عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو حبشہ بھیجا۔ یہ دونوں اس وقت مشرک تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے قیمتی تحائف بھی تھے۔ انہوں نے پہلے تو بادشاہ کے درباریوں میں بہت سے تحفے تقسیم کیے، پھر انہوں نے بہت ہی موثر انداز میں گھڑ گھڑ کر بہت سی جھوٹی باتیں بتائیں، جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہوتا ہے اور پھر اپنا مقصد بیان کیا۔ اور ان کو راضی کر لیا کہ وہ بادشاہ پر زور دیں گے کہ وہ (بادشاہ) مہاجرین کو واپس کر دے پھر وہ بڑی تیاری کے ساتھ نجاشی (بادشاہ) کے پاس آئے اور اس کو بہت سے قیمتی تحفے پیش کیے۔ پھر اصل مقصد کے لئے باتیں بنانا شروع کیں اور کہا بادشاہ سلامت! ''آپ کے انصاف کی دُھائی ہے'' اور اس طرح کہ بہت سے جملے بولنے کے بعد کہا کہ ہمارے ملک سے آپ کے ملک میں کچھ ناسمجھ نوجوان بھاگ آئے ہیں، جو آپ کے لئے بھی خطرہ ہو سکتے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا ہے، اور آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے ہیں۔ ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جسے وہ اسلام کہتے ہیں اور خود کو ''مسلم'' کہتے ہیں۔

آپ ان لوگوں کو واپس ہمارے ساتھ بھیجیں۔ یہ ہماری درخواست ہے۔ بادشاہ کے درباریوں نے بھی کہا ایسے لوگوں کو ضرور واپس کر دینا چاہیے۔ لیکن بادشاہ نے کہا انہوں نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور وہ میری پناہ میں آئے ہیں۔ اس لئے پہلے میں تحقیق کروں گا اور ان کی بات بھی سننی چاہیے، یہ انصاف کے لئے ضروری ہے۔، چنانچہ اس نے مسلمانوں کو بلایا اور پوچھا کہ تم اپنی قوم سے الگ کیوں ہو گئے ہو؟۔

Marfat.com

اس کے جواب کے لئے مسلمانوں کی طرف سے جعفرؓ بن ابی طالب نے بات، کی جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے۔

اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، گمراہ تھے۔ بت پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ غیر اللہ کو داتا کہتے تھے، انسانوں میں سے ہی کسی کو مشکل کشا اور کسی کو غوث (فریاد سننے والا) جانتے تھے، اس طرح ہم آگ میں کود رہے تھے۔ اور ہم بدکردار تھے۔ پڑوسیوں کو ستانے میں بے دھڑک تھے۔ لوٹ مار کرتے تھے۔ قتل وغارتگری کو ہم فخر سمجھتے تھے۔ ہم میں انسانیت نام کو بھی نہ تھی۔ شرافت ہم چھوڑ چکے تھے۔ ہم میں سے جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کو تباہ کر دیتا تھا۔ یتیم کا مال کھانے کو ہم بُرا نہیں جانتے تھے۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے، وہ ہمارے ہی کچھ لوگ تھے۔ نہ کوئی قاعدہ وقانون تھا، نہ کوئی ضابطہ۔ ایسی حالت میں اللہ نے ہم میں سے ایک شخص کو مبعوث فرمایا جس کے حسب ونسب، سچائی، دیانتداری، تقویٰ، پاکیزگی سے ہم خوب واقف تھے۔ جسے یہ لوگ بھی صادق اور امین کہتے تھے۔ اور ان کا اسم مبارک ''محمد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، انہوں نے ہم کو توحید کی دعوت دی۔ شرک سے روکا، اور ہمیں اچھی طرح سے سمجھایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں۔ صرف اور صرف ایک اللہ کی ہی عبادت کریں۔ انہوں نے ہم کو غیر اللہ کی پوجا سے روکا۔ اور فرمایا! سچ بولا کریں، وعدہ پورا کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں۔ برائیوں سے بچیں، یتیموں اور بیواؤں کا مال نہ کھائیں۔ پڑوسیوں سے مہربانی سے پیش آئیں اور ان کا خیال رکھیں۔ کسی کو ناحق قتل نہ کریں۔ عورتوں پر اتہام اور الزام نہ لگائیں، ان کی عزت واحترام کریں۔ ہم نے ان کی یہ نصیحتیں قبول کیں، اور اللہ اور اس کے رسول محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لائے۔

ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے۔ قوم نے جہاں تک ہو سکا ہم کو ستایا تاکہ ہم ''وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ'' کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور پھر سے لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرنے اور اللہ کے سوا اولیاء کو پکارنے لگ جائیں۔

ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائیں ہیں اور جب مجبور ہو گئے تو دوسرے ملکوں کے بجائے ہم نے آپ کے ملک میں آنا اس لئے پسند کیا کہ ہمارے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم لوگ حبشہ چلے جاؤ، وہاں ایک ایسا بادشاہ ہے، جس کے ہاں ظلم نہیں ہوتا اور وہ بھلائی کی سرزمین

Marfat.com

ہے۔ جب تک اللہ تمہاری اس مصیبت کو رفع کرنے کی کوئی صورت پیدا نہ کرے، تم لوگ وہاں ٹھہرے رہو۔ اس کلام پر جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی تقریر ختم کر دی۔

نجاشی نے یہ تقریر سن کر کہا مجھے قرآن سناؤ جعفرؓ نے جواب میں سورۃ مریم کا ابتدائی حصہ سنایا۔ بادشاہ قرآن سنتا رہا اور روتا رہا، پھر اس نے کہا "محمدؐ" (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوع مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے مجھے اس رسول کا زمانہ ملا۔ پھر مشرکین کے سفیروں سے کہا واپس جاؤ۔ میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا۔ مشرکین کے سفیر دربار سے تو چلے گئے، مگر عمرو بن عاص نے کہا کہ میں کل وہ بات پیش کروں گا جو ان لوگوں کی جڑ کاٹ دے گی۔ میں نجاشی کو بتاؤں گا کہ یہ عیسیٰؑ بن مریمؑ کو محض اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں۔ دوسرے دن عمرو بن عاص پھر دربار میں پہنچ گیا، اور نجاشی سے عرض کیا، بادشاہ سلامت! یہ لوگ مسیح کے بارے میں نہایت غیر شستہ باتیں کرتے ہیں۔ نجاشی نے عمرو کے سامنے جعفر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور ان سے دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ ہم عیسیٰؑ بن مریمؑ کے بارے میں وہی کہتے ہیں، جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں بتایا ہے کہ "عیسیٰؑ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم پر القا کیا تھا"۔

نجاشی نے یہ سن کر ایک تنکا زمین سے اُٹھایا اور کہا اللہ کی قسم جو کچھ تم نے کہا ہے عیسیٰؑ اُس سے اِس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں تھے، پھر بادشاہ نے جعفرؓ سے کہا کہ آپ لوگ یہاں امن سے رہیں، جو آپ کو برا کہے گا، وہ سزا پائے گا۔

پھر نجاشی نے مشرکین کے سفیروں سے پوچھا، کیا یہ تمہارے غلام ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا، کیا یہ کوئی جرم کر کے بھاگے ہیں؟ سفیروں نے کہا نہیں۔ پھر نجاشی نے پوچھا کیا تمہارا ان پر کوئی قرض ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا، کہ ان دونوں سفیروں کو ان کے ہدیے واپس کر دو۔ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں اور سفیروں سے کہا کہ واپس جاؤ۔

## محسن انسانیت کے ساتھ تمام انسانوں کا اللہ کو سجدہ:۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں جہاں مشرکین اور مسلمانوں کا بہت بڑا مجمع تھا

Marfat.com

، یکا یک تقریر کرنے کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک پر سورۃ النجم جاری فرما دی۔ کلام کی شدت تاثیر کا حال یہ تھا کہ تمام لوگ مسلمان اور مشرک اسے سنتے رہے اور خاتمہ پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا، تو سب حاضرین سجدہ میں چلے گئے۔ وہ سردار اور وڈیرے جو مخالفت میں پیش پیش تھے۔ سجدہ کئے بغیر نہ رہ سکے۔ مشرکین نے کلام کی تاثیر سے متاثر ہو کر سجدہ تو کرلیا، لیکن بعد میں مسلمان ہونے سے انہوں نے انکار کر دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ مسلمانوں اور مشرکوں اور آدمیوں اور جنوں نے بھی سجدہ کیا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، سب سے پہلے جو سجدہ والی سورت اُتری وہ سورۃ النجم تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت میں سجدہ کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے جتنے لوگ بیٹھے تھے، (مسلمان اور مشرک) سب نے سجدہ کیا، مگر ایک شخص امیہ بن خلف نے مٹھی بھر مٹی لی اور اس پر سجدہ کیا، میں (ابن مسعودؓ) نے دیکھا اس کے بعد یہ شخص کفر کی حالت میں جنگ بدر کے دن مارا گیا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

## حمزہؓ کا قبول اسلام ۶ نبویؐ:۔

حمزہؓ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا تھے۔ عمر میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دو سال بڑے تھے اور ان کی والدہ سیدہ آمنہ کی چچا زاد بہن تھیں، اس رشتہ سے خالہ زاد بھائی بھی ہیں۔ حمزہ رضی اللہ عنہ بڑے بہادر، طاقت ور، دلیر، سچے اور کھرے انسان تھے۔ سیر و شکار کے بڑے دلدادہ اور ماہر تھے اور زیادہ تر اپنا وقت شکار کرنے میں ہی گزارتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت محبت کرتے تھے، اور تمام قریش سے بھی ان کی دوستی تھی۔ سب لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

یہ نبوت کے چھٹے برس کا واقعہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوجہل اپنی ٹولی کے ساتھ وہاں سے گزرا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک بکتا رہا۔ پھر اس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پتھر پھینکے۔ یہ سب ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ جب حمزہ رضی اللہ عنہ شکار

Marfat.com

سے واپس آئے تو اس کنیز نے تمام باتیں حمزہ رضی اللہ عنہ کو بتا دی، حمزہ رضی اللہ عنہ غصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیر وکمان ہاتھ میں لئے حرم میں آئے وہاں ابوجہل کے پاس پہنچ کر اس کے سر پر اس زور سے کمان ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا خبردار ہو جاؤ حمزہ مسلمان ہو گیا ہے۔ یہ سن کر ابوجہل کے ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور جوش میں آ گئے، لیکن اُنہیں ابوجہل نے یہ کہ کر خاموش کر دیا کہ ابوعمارہ (حمزہ رضی اللہ عنہ) کو جانے دو، میں نے واقعی آج اس کے بھتیجے کو گالیاں دی تھیں۔

اس کے بعد حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا بھتیجے تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''چچا جان! میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا۔ ہاں آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے خوشی ہوگی'' اور حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے، وہ قریش کے معزز اور طاقت ور سردار تھے۔

## عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:۔

عمرؓ بن خطاب کی ولادت واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔ آپ دراز قد تھے۔ قریش کے معزز آدمی تھے، اور مشہور تاجر تھے۔ بہت بہادر تھے۔ بہت سخت مزاج اور طبیعت کے بہت صاف گو اور سچ بولنے والے آدمی تھے۔ کیوں کہ پڑھے لکھے تھے، اس لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں صلوٰۃ پڑھتے، تو عمرؓ کبھی کبھی چھپ چھپ کر قرآن سنا کرتے تھے اور قرآن کے عظیم الشان کلام سے متاثر بھی تھے۔ عمرؓ اپنے باپ دادا کے مذہب کی تقلید سے چپکے ہوئے تھے۔ لوگ روز بروز مسلمان ہو رہے تھے۔ عمرؓ کے کئی دوست اور رشتہ دار بھی مسلمان ہو چکے تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے مسلمان دوستوں کی ہجرت حبشہ پر بڑے غمگین تھے۔

ایک روز عمر دوپہر کے وقت تلوار لئے، مکّہ میں ایک راستے پر جا رہے تھے۔ راستے میں اُنہیں نعیم بن عبداللہ ملے اور پوچھا اے عمر کہاں جا رہے ہو۔ تم اسلام سے بیزاری وعداوت تو بہت رکھتے ہو، لیکن تمہیں معلوم ہے، یہ دین خود تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے، تمہاری بہن فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اور تمہارا بہنوئی و چچا زاد بھائی سعید (رضی اللہ عنہ) دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔

یہ سنتے ہی عمرؓ غصہ میں بھرے ہوئے، اپنی بہن کے گھر پہنچے۔ اس وقت خبابؓ بن ارت ان

Marfat.com

دونوں میاں بیوی کو سورۃ ''طہٰ''، جو لکھی ہوئی تھی، پڑھا رہے تھے، جب اُنہوں نے عمرؓ کی آہٹ سنی تو خبابؓ تو ایک کوٹھڑی میں چھپ گئے، اور فاطمہؓ نے اس چیز کو جس میں سورۃ طہٰ لکھی ہوئی تھی چھپا دیا۔ عمرؓ گھر کے باہر سے خبابؓ کے پڑھانے کی آواز سن چکے تھے۔ جب گھر کے اندر آئے تو پوچھا کہ یہ کیا آواز تھی، جو میں نے سنی۔ بہن اور بہنوئی نے کہا کچھ بھی نہیں۔ تو عمرؓ نے کہا کیوں نہیں واللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے محمد کا دین قبول کرلیا ہے، یہ کہہ کر عمرؓ نے اپنے بہنوئی کو زدوکوب کرنا شروع کردیا۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو عمرؓ نے بہن کو دھکا دے مارا، جس سے وہ گر گئیں، اور ان کا سر پھٹ گیا۔ تب بہن نے کہا، ہاں عمر! تمہارے جو جی میں آئے کرلو، ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔

عمرؓ نے جب اپنی بہن کو خون میں لت پت دیکھا تو اپنی جہالت پر نادم ہوئے، اور اپنی بہن کے یہ الفاظ کہ ''ہاں عمر! تمہارے جو جی میں آئے کرلو، ہم مسلمان ہو گئے ہیں، اور اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا'' ان الفاظ نے عمرؓ کے دل پر بہت اثر کیا۔ بہن سے عمرؓ نے کہا وہ صحیفہ مجھے دکھاؤ، جسے تم ابھی پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا تم ناپاک ہو، اور اسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں، اٹھو غسل کرو، انہوں نے اٹھ کر غسل کیا۔ پھر بہن نے وہ ورق جس میں سورت طہٰ لکھی ہوئی تھی، لاکر ان کو دے دی۔ جب اس کی ابتدائی تلاوت کی تو یہ تبصرہ کیا کہ یہ کلام کس قدر عمدہ ہے اور اچھا ہے۔ خباب رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو کوٹھڑی سے باہر آ گئے اور کہا واللہ! مجھے امید ہے، کہ اللہ نے عمر کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کے بدولت منتخب فرمالیا ہے۔

اے عمرؓ! اللہ کا خوف کر۔ یہ سن کر عمرؓ نے کہا خبابؓ! مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرلوں۔ خبابؓ نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صفا کے پاس ارقمؓ کے مکان (بیت ارقم) میں چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔

عمرؓ نے دار ارقم پر پہنچ کر دستک دی۔ مسلمانوں نے دروازے کے شگاف سے عمرؓ کو دیکھا تو دروازہ کھولنے میں تردد کیا۔ لیکن حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا آنے دو اگر نیک ارادہ سے آیا ہے تو ٹھیک ورنہ اُسی کی تلوار اور اُسی کی گردن ہوگی۔ دروازہ کھول دیا گیا۔ عمرؓ اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھ کر عمرؓ کے پاس آئے۔ اور عمرؓ سے بغلگیر ہو کر ان کو زور سے دبایا اور فرمایا کہو! عمر

Marfat.com

کس ارادہ سے آنا ہوا؟ نبوت کی پرجلال آواز نے عمر کو کپکپا دیا۔ نہایت ہی ادب سے عرض کیا ''ایمان لانے کی خاطر'' رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کہا ''اللہ اکبر'' ساتھ ہی صحابہؓ نے اللہ اکبر کہا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ چھ نبوی کا ہے۔ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد ایمان لائے۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک اور روایت ہے۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اسلام قبول کرنے کے بارے میں ان سے یہ مروی ہے کہ وہ کہا کرتے میں اسلام سے بہت دور تھا۔ ایک دن میں بیت اللہ آیا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صلوٰۃ پڑھتے ہوئے پایا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر میں آج رات ان کی قرآت سنوں تو شاید حقیقت آشکار ہو جائے۔ دل میں سوچا اگر میں ان کے قریب ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی گھبراہٹ کا باعث بنوں گا۔ چنانچہ میں حطیم کی جانب سے غلاف کے اندر داخل ہو گیا اور آہستہ آہستہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بالکل سامنے آ گیا صرف میرے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے درمیان کعبہ کا غلاف حائل تھا۔

جب میں نے قرآن سنا تو مجھ پر محویت طاری ہوگئی، آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے، دل میں اسلام اتر گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صلوٰۃ پڑھنے تک میں وہیں غلاف کے اندر ہی دبکا رہا۔ پھر میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے گھر کے قریب آئے تو میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے جا ملا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کہا اس وقت ابن خطاب کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول اور قرآن پر ایمان لانے کی خاطر۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے الحمد للہ کہہ کر مجھے دعا دی ھداک اللہ یا عمر! پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے میرے سینہ پر ہاتھ پھیر کر ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا کون سا سبب ہوا۔ (تاریخ اسلام از ابن کثیر جلد ۳)

عمر رضی اللہ عنہ کا جوش ایمان بڑھا ہوا تھا۔ وہ تیز طبع اور طاقتور تھے اس واقعہ نے مکّہ میں کھلبلی مچادی۔ لوگوں میں چرچا تھا کہ حق کے پیغام پر بہترین عنصر لبیک کہہ رہے ہیں۔

Marfat.com

## رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس مشرکین کی سفارت:

مشرکین کو یاد ہے کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابو طالب سے کہا تھا اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ کر کہیں کہ سورج اور چاند کے عِوض میں تبلیغِ رسالت ترک کردوں تو مجھے یہ منظور نہ ہوگا۔ اگر اس راہ میں مجھے ہلاکت نظر آئے، تب بھی میں پیچھے نہ لوٹوں گا۔ لیکن پھر بھی مشرکین کے سردار اور وڈیرے سمجھتے تھے کہ شاید ہمارا کام لالچ دینے سے بن جائے۔ کیوں کہ مشرکین کے تمام حربے ناکام ہوتے جارہے تھے۔ ایذا رسانی کا حربہ بھی کارگر نہ ہوا، ڈرانے دھمکانے کی تدبیریں بھی ناکام رہیں اور اسلام کی تحریک و دعوت عام ہوتی جارہی تھی۔ لوگ اسلام کی طرف مائل ہوتے جارہے تھے۔ اب مشرکین کو یہ فکر ہورہی تھی کہ اس طرح سے تو اسلام عرب تو کیا ساری دنیا پر چھا جائے گا، اور ان کے باپ دادا کا مذہب ختم ہوجائے گا۔ اس لئے انہوں نے ایک تدبیر سوچی اور آپس کے مشورہ سے یہ طے کیا کہ بہلا پھسلا کر اور لالچ دے کر کام نکالنا چاہیے، شاید اس طرح کامیابی ہوجائے۔ اس تدبیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اُنہوں نے اپنے نہایت ہوشیار اور چالاک سردار عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا، اور اس کو خوب سکھا پڑھا کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا، اور کہا کہ وہ مشرکین کی طرف سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مال کی اتنی مقدار اور سرداری اور بادشاہت کا منصب وغیرہ پیش کریں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں عبادت میں مصروف تھے۔ مشرکین بیت اللہ میں حلقہ بنا کر ایک طرف بیٹھ گئے اور عتبہ وہاں سے اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی طرف متوجہ ہوئے تو بولا ”بھتیجے! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قریش میں بڑی عزت ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) عالی نسب ہیں، مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قوم کو بانٹ دیا ہے۔ لیکن میری بات سنو، میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں ان پر غور کرو اُمید ہے ان میں سے کوئی ایک آپ کو منظور ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ”ابوالولید آپ کہیں میں سنوں گا“ عتبہ نے کہا ہماری تجاویز یہ ہیں۔

(۱) جو کام تم نے شروع کیا ہے، اس سے تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم لوگ تمہارے لئے

Marfat.com

اتنی دولت جمع کر سکتے ہیں کہ عرب میں تم سے بڑا کوئی مالدار نہ ملے۔
(۲) اگر یہ نیت ہو کہ تم تمام عرب کے سردار بن جاؤ تو ہم تمہاری سرداری قبول کرنے کو تیار ہیں۔
(۳) اگر تم بادشاہی چاہتے ہو تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔
(۴) اگر تم پر کوئی جن آتا ہے، جسے تم خود دفع نہیں کر سکتے تو ہم لوگ از خود طبیب اور اس کا خرچ مہیا کر سکتے ہیں۔

جب عتبہ خاموش ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے ابوالولید! کچھ اور بھی کہنا ہے! عتبہ نے کہا، اسی قدر۔ ارشاد گرامی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورۃ حٰم السجدہ کی ابتدائی ۳۸ آیات تلاوت فرما دیں۔ آیت سجدہ (آیت ۳۸) پر پہنچ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سجدہ کیا، پھر سر اُٹھا کر کہا ''ابوالولید میرا جواب آپ نے سن لیا''۔

عتبہ بہت غور سے سن رہا تھا اور حیرت سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ رہا تھا۔ جنہیں نہ دولت کی لالچ نہ کسی منصب سے سروکار۔ عتبہ نے آج تک اتنا عظیم الشان آدمی نہیں دیکھا تھا اور ان سے جو کلام سنا تھا، ویسا کلام بھی اس کے کانوں نے کبھی نہ سنا تھا۔ اُن کی تلاوت کردہ آیتیں کمال بلاغت میں اعجاز کا نمونہ ہیں۔ ہر حرف اور ہر لفظ ایک سمندر ہے۔ عتبہ جمال رسالت اور اعجاز قرآن کے جلوؤں سے مسرور تھا، چکا چوند تھا۔ عتبہ اُٹھ کر مشرکین کے وڈیروں کی طرف چلا تو لوگوں نے دور سے اس کو دیکھتے ہی کہا! عتبہ کا تو چہرہ ہی بدل گیا ہے۔ یہ وہ صورت نہیں ہے جیسے لے کر گیا تھا۔ جب عتبہ آ کر بیٹھا تو لوگوں نے کہا کیا ہوا؟ اس نے کہا'' آج میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ کبھی اس سے پہلے نہ سنا تھا۔ واللہ! نہ یہ شعر ہے نہ سحر ہے، نہ کہانت۔ اے اہل قریش میری بات مانو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کلام رنگ لا کر رہے گا۔ فرض کرو اگر عرب اس پر غالب آ گئے تو اپنے بھائی کے خلاف ہاتھ اُٹھانے سے تم بچ جاؤ گے اور دوسرے اس سے نمٹ لیں گے۔ لیکن اگر عرب پر وہ غالب آ گیا تو اُس کی بادشاہی تمہاری بادشاہی اور اس کی عزت تمہاری عزت ہو گی''۔

سرداران مشرکین عتبہ کی بات سنتے ہی بول اُٹھے ''ابوالولید! آخر اس کا جادو تم پر چل گیا۔ عتبہ نے کہا میری جو رائے تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی اب تمہارا جو جی چاہے کرتے رہو۔

Marfat.com

## رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کرنے کی کوشش:۔

تمام ناکامیوں کی وجہ سے مشرکین بھڑک اُٹھے۔ایک روز مشرکین کے وڈیرے ''حطیم'' میں اکٹھا ہوئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کے منصوبے پر باتیں کرنے لگے کہ اچانک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بھی تشریف لے آئے اور آتے ہی خانہ کعبہ کا طواف شروع کر دیا۔طواف کرتے ہوئے جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان مشرکین کے پاس سے گزرے تو مشرکین نے شور مچایا اور چلائے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چہرہ مبارک سے ناگواری ظاہر ہوئی، جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) دوسرے چکر میں آئے تو پھر انہوں نے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیشانی پر اس حقارت آمیز رویہ سے کراہت کے آثار نمایاں تھے۔پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تیسرے چکر میں ان کے پاس سے گزرے تو اُنہوں نے پھر سابق رویہ اختیار کیا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا:۔

''تم لوگ سن رہے ہو! اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس (تمہارے) قتل (کا حکم) لے کر آیا ہوں''۔(الرّحیق المختوم از صفی الرحمٰن مبارک پوری)

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی یہ بات سن کر سب خاموش ہو گئے؛ یہاں تک کہ سب سے زیادہ کینہ ور بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو تسلی تشفی دینے لگا اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو منانے لگا یا ابا القاسم! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) خیر و برکت سے تشریف لے جائیں، چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) گھر تشریف لے گئے۔

دوسرے دن پھر مشرکین کا اجتماع حطیم میں ہوا۔چنانچہ وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ کل کی بات تم سب کو یاد ہے۔مشرکین یہ بات چیت کر ہی رہے تھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی تشریف لے آئے۔مشرکین نے یک لخت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو گھیرے میں لے لیا اور کہنے لگے، تو وہی ہے، جو ہمیں خبر دار کرتا ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ہاں، میں حق کہتا ہوں۔یہ سنتے ہی سب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ٹوٹ پڑے کوئی زدوکوب کر رہا تھا اور کسی نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی چادر پکڑ کر زور سے گلا گھوٹنا چاہا۔ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا دفاع کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے، افسوس! کیا تم ایسے آدمی کو مار رہے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔پھر وہ

Marfat.com

سب وہاں سے چلے گئے۔(تاریخ ابنِ کثیر)

## شعب ابی طالب میں محصوری ۷ تا ۱۰ نبوی:۔

حمزہ رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں نے اسلام قبول کرلیا تو مسلمانوں کی قوت میں اضافہ ہوا۔اس وقت تک مکّہ میں ہر خاندان کے کسی نہ کسی فرد نے اسلام قبول کرلیا تھا اور مکّہ سے باہر بھی بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے تھے اور ہوتے جارہے تھے۔اور مشرکین کے سفیر حبشہ سے ناکام لوٹ آئے،اس طرح مشرکین کے وڈیروں کا غصہ اور بھی بڑھ گیا تو اُنہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرنے کا بڑا منصوبہ بنایا۔سب مشرکین نے اس پر اتفاق کرلیا۔سید قریش ابو طالب کو خبر پہنچی تو اُنہوں نے بنو ہاشم و بنو مطلب کو اکٹھا کیا اور انہیں محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کی دعوت دی،اس پر تمام بنی ہاشم و بنی مطلب نے لبیک کہا۔اور خانہ کعبہ سے لگ کر اس کا عہد و پیمان کیا (صرف ابولہب اور اس کے گھر والے ان سب سے الگ ہوگئے)۔سید قریش ابو طالب نے اس موقع پر دوٹوک الفاظ میں کہا"واللہ! یہ لوگ اپنی پوری جماعت کے ساتھ بھی محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے قریب نہیں پہنچ سکتے،جب تک کہ میں دفن ہوکر خاک میں نہ مل جاؤں"۔

مشرکین کو جب معلوم ہوا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کرنے پر وہ قادر نہیں ہیں،جس کی تصدیق سید قریش ابو طالب کے عزم سے ہوگئی تو اُنہوں نے ایک دستاویز ماہ محرم ۷ھ نبوی میں لکھی، جس میں کہا گیا کہ بنو ہاشم و بنو مطلب جو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا قبیلہ ہے،اور جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ ہے،اس لئے ان سے ہر طرح کا رشتہ چھوڑ دو۔ان سے کوئی چیز نہ خریدو،نہ اُنہیں فروخت کرو،نہ اُنہیں گلی و بازاروں میں چلنے پھرنے دو اور نہ ان سے بات چیت کرو،جب تک کہ وہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ان (مشرکین) کے حوالے نہ کردیں۔سب نے اس دستاویز کے مطابق عہد کیا اور اس پر مہریں لگائیں،تعداد میں اسی ۸۰ مہریں تھیں (طبری)۔اس دستاویز کو خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا گیا۔

جب اس معاہدہ کا علم سید قریش ابو طالب کو ہوا تو انہوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو ساتھ لیا اور شعب ابی طالب میں چلے گئے۔یہ لوگ صرف حرمت کے چار مہینوں (رجب،ذیقعدہ،ذولحجہ،محرم)

Marfat.com

میں وادی سے باہر آجا سکتے تھے۔

بنی ہاشم و بنی مطلب تین برس تک وہیں محصور کر دئے گئے۔ اور اس پورے عرصے میں مشرکین نے محاصرہ بہت ہی سخت رکھا۔ محصورین کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ ان کے تمام راستے بند کر دئے گئے۔ ان کے پاس کھانے کو کوئی چیز نہیں پہنچنے دی جا رہی تھی۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس جو کچھ تھا، وہ سب خرچ کر ڈالا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ساری دولت خرچ کر ڈالی۔ سید قریش ابوطالب، عباس رضی اللہ عنہ و حمزہ رضی اللہ عنہ اور تمام لوگوں کے پاس جو کچھ تھا، وہ سب ان تین سالوں میں خرچ ہو گیا۔ اس کے بعد نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔ لوگ درختوں کے پتے کھا کھا کر زندگی بسر کرنے لگے۔ سعدؓ بن ابی وقاص کا بیان ہے، کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آگیا، میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر آگ پر بھونا اور پانی میں ملا کر کھالیا۔

محصورین کے بچے بھوک سے اتنے روتے تھے کہ ان کے رونے کی آوازیں شعب ابی طالب کے باہر سنی جاتی تھیں۔ کافر یہ آوازیں سن سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ لیکن چند لوگ چھپ چھپ کر کچھ چیزیں بھیجتے بھی تھے۔ ایک دن حکیم بن حزام جو سیدہ خدیجہؓ کے بھتیجے تھے، گندم لے کر اپنے غلام کے ساتھ شعب ابی طالب میں جا رہے تھے، ان کو ابوجہل بن ہشام نے دیکھ لیا اور وہ گندم ان سے چھین لینا چاہا۔ اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آگیا، اس نے کہا کیوں الجھ رہے ہو؟ تو ابوجہل نے کہا یہ بنی ہاشم کے پاس گندم لے جا رہا ہے اور یہ معاہدہ کا پابند نہیں ہے۔ ابوالبختری نے کہا اس کی پھوپھی کا غلہ اس کے پاس محفوظ تھا، کیا تُو اسے لے جانے سے روک سکتا ہے؟ چھوڑ و جانے دو، ابوجہل پھر بھی حائل ہو گیا تو ابوالبختری نے اُسے مارا اور زمین پر پٹک کر اس کو پاؤں سے روند ڈالا۔

ہشام بن عمرو بن حارث اونٹ پر غلہ لاد کر رات کے وقت شعب ابی طالب میں دھکیل دیتا تھا۔ محصورین غلہ اُتار کر اونٹ کو واپس چھوڑ دیتے۔ مشرکین نے ان کو بھی دھمکیاں دیں۔ لیکن ابوسفیان نے کہا چھوڑ و اس کو ایک آدمی صلہ رحمی کر رہا ہے تو اسے کرنے دیں۔

لیکن ان تمام سختیوں کے باوجود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پیغام تمام انسانوں کے لئے مسلسل

Marfat.com

جاری رہا کہ لوگوں گواہی دو کہ ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے''۔ بالخصوص حج کے دنوں میں ہر ایک قبیلے کے پڑاو پر دعوت حق دیتے رہے۔

## محاصرے کا خاتمہ

جب ظلم وستم برداشت کرتے کرتے تین سال کا عرصہ گذر گیا، تو بنی عبد مناف، آل قصی اور ابن ہاشم سے دامادی کا رشتہ رکھنے والوں اور ان کے بھانجوں نے باہم آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی کہ بنی ہاشم سے ہم نے قطع رحمی کی ہے، اور ان کی حق تلفی کی ہے۔ چنانچہ ایک رات ان کے درمیان اس ظالمانہ دستاویز کے ختم کر دینے پر اتفاق رائے ہو گیا۔ (تاریخ ابن کثیر)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک روز ہشام بن عمرو بن ربعیہ بن حرث اپنے منصوبے کے مطابق زہیر بن ابی امیہ بن مغیرہ کے پاس گیا۔ ہشام نے زہیر سے کہا، اے زہیر کیا تو اس بات سے خوش ہے کہ تو ہر قسم کے کھانے کھائے اور کپڑے پہنے اور تیرے ماموں بنی مطلب کسی چیز کی خرید وفروخت نہ کر سکیں اور ان کے بچے بھوکے مریں۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر وہ ابوجہل کے ماموں ہوتے اور ہم اُس سے کہتے کہ تو اپنے ماموں کو اس طرح ترک کر دے تو ہرگز ترک نہ کرتا۔ زہیر نے کہا پھر میں کیا کر سکتا ہوں، میں ایک تن تنہا شخص ہوں، کوئی دوسرا میرے ساتھ ہو تو کچھ کروں۔ ہشام نے کہا میں تیرے ساتھ ہوں۔ زہیر نے کہا پھر کسی تیسرے کو بھی تلاش کرو۔ ہشام نے کہا میں جاتا ہوں۔

پھر ہشام، مطعم بن عدی کے پاس آیا اور کہا اے مطعم کیا تُو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بنی عبد مناف کے دو گروہ ہلاک ہو جائیں اور تو ان کی ہلاکت میں قریش کا ساتھ دے۔ واللہ اگر تم ایسی بات چاہتے، تو وہ ہرگز تمہارے ساتھ نہ ہوتے، اور اگر ہوتے بھی تو فوراً اس عہد کو توڑ دیتے۔ مطعم نے کہا پھر میں کیا کروں؟ میں ایک اکیلا شخص ہوں، ہشام نے کہا دوسرا بھی تیرے پاس موجود ہے۔ مطعم نے کہا وہ کون ہے؟ ہشام نے کہا میں ہوں۔ مطعم نے کہا پھر تیسرے کو بھی تلاش کرو، ہشام نے کہا وہ بھی موجود ہے۔ مطعم نے کہا وہ کون ہے؟ ہشام نے کہا زہیر بن ابی اُمیہؓ ہے۔ مطعم نے کہا پھر چوتھے کو بھی تلاش کرو۔ ہشام نے کہا میں جاتا ہوں۔

Marfat.com

پھر ہشام وہاں سے ابوالبختری بن ہشام کے پاس آیا اور اس سے بھی وہی گفتگو کی۔ ابوالبختری نے کہا کہ اور کون ہمارا شریک ہے؟ ہشام نے سب کے نام بتائے۔ ابوالبختری نے کہا پھر ایک پانچواں شخص بھی تلاش کرو۔ ہشام نے کہا میں جاتا ہوں۔

ہشام وہاں سے زمعہ بن اسود کے پاس آیا اور وہی ذکر کیا زمعہ نے بھی وہی جواب دیئے۔ ہشام نے چاروں اشخاص کے اتفاق کا ذکر کیا۔ زمعہ بھی اُن کے ساتھ شریک ہوا۔ اور پھر ان پانچوں نے راتوں رات جمع ہو کر عہد موثق کیا کہ ہم ضرور اس عہد نامہ کو کل پارہ پارہ کر دیں گے۔ زہیر نے کہا کل صبح کو تم سب سے پہلے میں گفتگو شروع کروں گا تم میری ہاں میں ہاں ملانا۔

صبح ہوئی سب حسب وعدہ مجلس میں آئے۔ زہیر ایک بہت ہی قیمتی اور عمدہ حُلہ پہن کر آئے۔ آتے ہی انہوں نے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ بعد ازاں کہا اے مکّہ کے باشندو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگ تو سب کھاتے، پیتے اور پہنتے ہیں، مگر بنی ہاشم ہلاک ہوئے جا رہے ہیں۔ نہ اُن سے کوئی خریدتا ہے، نہ ان کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ واللہ! میں ہرگز نہ بیٹھوں گا، جب تک یہ ظلم اور قطع رحمی کا عہد نامہ پارہ پارہ نہ ہوگا۔ ابوجہل جو مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھا تھا، بولا تو جھوٹا ہے۔ یہ عہد نامہ ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا۔ زمعہ نے کہا تو سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ ہم اس کے لکھنے پر خوش نہ تھے۔ ابوالبختری نے کہا زمعہ سچ کہتا ہے۔ ہم اس مضمون کو پسند نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو برقرار رہنے دینگے۔ مطعم بولے تم سچ کہتے ہو اور ابوجہل جھوٹا ہے۔ ہم اس کے مضمون سے بیزار ہیں۔ ہشام بن عمرو نے اس عہد نامے کو ظلم، ظلم اور ظلم کا عہد نامہ قرار دیا۔ ابوجہل نے کہا معلوم ہوتا ہے، یہ بات رات ہی سے طے شدہ ہے، اور کسی دوسری جگہ پر یہ مشورہ پہلے ہی سے ہو چکا ہے۔ مطعم اس دستاویز کو پھاڑنے کے لئے اُٹھے اور دستاویز کو اُتار لیا تو دیکھا کہ اس کی تحریر کو دیمک نے چاٹ لیا تھا اور پھر اس کو پھاڑ دیا۔ اس طرح ظلم کی سب کاروائی باطل ہوگئی۔ (سیرت النبیؐ: از ابن ہشام)

پھر یہ پانچوں لوگ جو اس دستاویز کو ختم کرنے میں پیش پیش تھے، ہتھیار بند ہو کر شعب ابی طالب میں گئے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب سے کہا کہ اب آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا کر آباد ہوں۔ (سیرتِ سرورِ عالم: از سید مودودی)

اس طرح ۱۰ نبوی میں محاصرے کا خاتمہ ہُوا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

Marfat.com

اس معاہدے کے توڑنے کی کوششیں کرنے والے پانچ اشراف قریش میں سے پہلا ہشام بن عمرو تھا، ہشام بن عمرو نے فتح مکّہ کے دن اسلام قبول کیا۔

(مختصر سیرت الرّسولؐ: از شیخ محمد بن عبدالوہابؒ)

## مشرکین کے وفد کی سید قریش ابو طالب سے آخری گفتگو:۔

محاصرے کے خاتمے کے کچھ دنوں بعد سید قریش ابو طالب بیمار ہو گئے۔ مشرکین کے وڈیروں نے محسوس کیا کہ شاید یہ ان کا آخری وقت ہو، اس لئے اُنہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ چل کر ابو طالب سے بات کرنی چاہئے کہ وہ اپنے بھتیجے کو کسی بات کا پابند کر جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو طالب کی وفات ہو جائے اور ان کے بعد ہم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ کوئی سخت معاملہ کریں اور عرب کے لوگ ہمیں طعنہ دیں کہ دیکھو جی چچا زندہ تھا تو یہ لوگ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔ جب اس کا چچا مر گیا تو اس پر چڑھ دوڑے۔ چنانچہ تقریباً ۲۵ (پچیس) مشرکین کے وڈیروں کا وفد سید قریش ابو طالب کے پاس پہنچا۔ جن میں ابو جہل، امیہ بن خلف، عاص بن وائل، عُتبہ و شیبہ وغیرہ شامل تھے۔ اُنہوں نے ابو طالب سے کہا، جناب سید مکرم! آپ قریش میں بلند مرتبہ ہیں آپ اپنے مرض سے بھی واقف ہیں۔ آپ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ آپ اپنے بھتیجے کو بلائیں اور ہمارا اور اس کا مسئلہ طے کرا دیں۔ وہ ہمارے باپ دادا کے مذہب کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے۔

چنانچہ سید قریش ابو طالب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بلوا کر کہا اے بھتیجے یہ لوگ ''کچھ دو اور کچھ لو'' کے اصول کے تحت تم سے باتیں کرنے کے لئے آئے ہیں۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا چچا جان! میں تو صرف ایک کلمے کا طالب ہوں، جس سے آپ تمام عرب کے مالک بن جائیں گے، اور عجم بھی آپ کے تابع ہو جائیں گے۔ ابو جہل نے کہا ہاں! تمہارے باپ کی قسم ایک نہیں بلکہ دس کلمے ماننے کو تیار ہیں وہ کلمہ ہے کیا؟

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''لاالٰہ الااللہ'' پڑھو اور اس کے علاوہ تمام معبودوں کو چھوڑ دو۔ یہ سن کر وہ تالیاں بجا کر کہنے لگے۔

''کیا اس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا یہ تو بڑی عجیب بات ہے''۔ (ترجمہ: سورۃ

Marfat.com

(س۔۵)

یہ کہتے ہوئے وہ سید قریش ابوطالب کے پاس سے چلے گئے۔

# عامُ الحزن یعنی غم کا سال ۱۰ نبوی

دس نبوی کو عامُ الحزن (غم کا سال) اس لئے کہتے ہیں کہ:

(۱) اس سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچا سید قریش ابوطالب کی وفات ہوئی۔

(۲) اس سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی غمگسار بیوی سیدہ خدیجہ ؓ بھی وفات پا گئیں۔

## سید قریش ابوطالب کی وفات:

شعب ابی طالب میں محصوری کے خاتمے کے بعد سید قریش ابوطالب بیمار ہو گئے انکا مرض بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ۸۶ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ (طبری)

اس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں موجود تھے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سخت متاثر ہوئے اور اپنے چچا کی پیشانی پر سات مرتبہ ہاتھ پھیرا۔ پھر فرمایا، اے میرے چچا آپ نے بچپن سے بڑے ہونے تک میری نصرت اور امداد کی، اللہ میری جانب سے آپ کو جزاء خیر دے۔ پھر جنازے کے ساتھ ساتھ چلے اور فرماتے رہے کہ صلہ رحمی کا آپ کو صلہ ملے اور جزائے خیر حاصل ہو۔

وفات سے کچھ پہلے قریش کے سردار ابوطالب سے ملنے آئے تو ان کو کہا کہ سائل کی حاجت روائی کرنا، صداقت اور ادائے امانت کے پابند رہنا، پھر ان سے کہا کہ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا، کیوں کہ وہ امین اور تمام عرب میں سب سے سچا آدمی ہے۔ وہ ایسی بات لایا ہے جسے دل مانتا ہے اور زبان لوگوں کے خوف سے اس کا انکار کرتی ہے۔ مگر واللہ! میں گویا آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے غریب اور کمزور لوگ آگے بڑھ کر اس کی دعوت قبول کرلیں گے اور اس کے کلمہ کی تصدیق کریں گے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اُنہیں ساتھ لے کر خطرات میں کود پڑیں گے اور اے قریش کے سردارو! تم دُم چھلے بن کر پھرا کرو گے۔ (سیرت سرورِ عالم: از سید مودودی)

Marfat.com

وفات کے وقت سید قریش ابو طالب نے اپنی تمام اولاد کو وصیت کی کہ تم ہمیشہ بخیر رہو گے، جب تک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بات سنتے رہو گے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے رہو گے اس لئے تم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیروی اور ان کی مدد کرو راہ راست پر رہو گے۔

ابو طالب نے دو شادیاں کی، پہلی بیوی فاطمہؓ بنت اسد بن ہاشم تھیں، یہ مسلمان ہوئیں اور ان سے طالب، ام ہانیؓ، عقیلؓ، جعفرؓ، علیؓ اور ام طالبؓ پیدا ہوئیں، دوسری بیوی سے طلیق پیدا ہوا۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

## سیدہ خدیجہؓ کی وفات:۔

سید قریش ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیاری بیوی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۶۵ برس کی عمر میں دس رمضان ۱۰ نبوی کو ہوئی۔

آپ دنیا کی پہلی ہستی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ صلوٰۃ ادا کی۔

جبرئیل عَلَیْهِ السَّلَام نے سیدہ خدیجہؓ کو اللہ کا سلام پہنچایا۔

سیدہ خدیجہؓ نے اپنا سارا مال وزر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خوشی پر قربان اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

سیدہ خدیجہؓ ایسے رہتی تھیں، جیسے فرشتہ رحمت ہوں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زندگی کے ۲۵ سال اپنی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہؓ کے ساتھ گزارے۔

اہل عرب میں کسی بھی شخص کا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا کسی بھی طرح سے کوئی بھی بری بات نہیں سمجھی جاتی تھی، اس کے باوجود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ خدیجہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی۔ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تقریباً ۵۰ برس کے تھے۔ ۲۵ سال آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور سیدہ خدیجہؓ کا ساتھ رہا۔ ۱۵ سال نبوت سے پہلے اور ۱۰ سال نبوت کے بعد۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا، کہ اللہ

Marfat.com

نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو حکم دیا کہ سیدہ خدیجہؓ کو (جنت میں) ایک موتی کے محل کی خوشخبری دیں۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب بھی بکری کاٹتے تو سیدہ خدیجہؓ کی سہیلیوں کو اتنا گوشت بھیجتے جوان کو بس ہو جاتا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ خدیجہؓ کو جنت میں ایک ایسے موتی کے محل کی بشارت دی جس میں نہ شور ہوگا نہ غم۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہالہؓ بنت خویلد نے جو سیدہ خدیجہؓ کی بہن تھیں، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ان کی آواز سن کر سیدہ خدیجہؓ کی یاد آ گئیں اور فرمانے لگے یا اللہ کیا یہ ہالہؓ ہیں۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

ہر وہ چیز جس سے سیدہ خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوتی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بے حد متاثر کرتی تھی۔ اس کا ایک یادگار واقعہ یہ ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے داماد (سیدہ زینبؓ کے شوہر) ابوالعاص بن ربیع جب بدر میں قید ہو کر آئے تو فدیہ کی رقم کے طور پر سیدہ زینبؓ نے اپنے گلے کا ہار بھیج دیا، یہ وہ ہار تھا، جو سیدہ خدیجہؓ نے ان کو دیا تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا تو آب دیدہ ہو گئے، پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر تم سب کی مرضی ہو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دیا جائے، سب نے خوشی کا اظہار کیا۔

سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے پاس موجود تھے۔ سکرات کے عالم میں تھیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ حالت جو میں دیکھ رہا ہوں اس کے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ شاید اللہ اسی میں سے بھلائی پیدا کر دے۔ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ روتی ہوئی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے گلے لگ گئیں اور پوچھنے لگیں میری ماں کہاں ہیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تمہاری ماں کے لئے اللہ نے جنت میں ریشم کا ایک محل بنایا ہے جس میں نہ کسی طرح کی تھکاوٹ ہوگی اور نہ کسی قسم کا شور و غل ہوگا۔ (طبری)

Marfat.com

## سیدہ سودہؓ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح:۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سیدہ خدیجہؓ کی وفات کا سخت صدمہ تھا۔ مصائب کے پہاڑ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چار صاحبزادیوں میں سے سیدہ زینبؓ اور سیدہ رقیہؓ کی تو شادی ہو چکی تھی، لیکن دو کم سن صاحبزادیاں سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ اکیلی رہ گئی تھیں۔ حالات آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف اور خطرناک تھے۔ حق کا پیغام لوگوں تک پہنچانا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرض تھا، اس کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گھر سے باہر جانا پڑتا تھا۔

اللہ نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو نہایت ہی صالح طبیعت عطا کی تھی۔ سیدہ سودہؓ پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھیں۔ پھر انہی کی ترغیب سے ان کے شوہر سکرانؓ بن عمرو بھی ایمان لائے۔ پھر انہوں نے سکرانؓ اور اپنی والدہ کے ساتھ حبشہ کی طرف دوسری ہجرت میں شمولیت اختیار کی۔ ان کے شوہر سکرانؓ حبشہ میں وفات پا گئے۔ (رحمت للعالمین از محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

سیدہ سودہؓ ایک سن رسیدہ خاتون تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیوں کی دیکھ بھال کے لئے زیادہ موزوں ہو سکتی تھیں، اور سیدہ سودہؓ کے مصائب بھی ختم ہو سکتے تھے۔ اس لئے خولہؓ بنت حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدہ سودہؓ بنت زمعہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیں۔ جب تمام مراحل طے پا گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدہ سودہؓ کے والد نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ سیدہ سودہؓ کا نکاح پڑھایا۔ اور بچیوں کی دیکھ بھال اور گھر کے انتظام کے لئے فوراً ہی رخصت بھی کر دیا۔ (شاہکار اسلامی انسائکلو پیڈیا)

سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد سیدہ سودہؓ پہلی بیوی ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی تھی۔ (الرحیق المختوم: از صفی الرحمٰن مبارک پوری)

## سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح:۔

سیدہ عائشہؓ کا لقب صدیقہ ہے۔ وہ قریش کے خاندان بنو تیم سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے:۔

Marfat.com

سیدہ عائشہؓ بنت ابوبکرؓ بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی۔ والدہ کا نام اُم رومانؓ بنت عامر تھا۔

سیدہ عائشہؓ نے بچپن میں اپنے مسلمان ماں باپ کے گھر میں تعلیم پائی۔ وہ بچپن سے ہی بیحد ذہین اور عقلمند تھیں۔ اس زمانے میں عربوں کی یادداشت کمال کی حد تک تھیں۔ اور عرب بڑے فخر سے کہا کرتے تھے کہ لکھتے وہ ہیں جن کا حافظہ کمزور ہوتا ہے۔ لیکن سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی یاداشت ان سب سے بڑھ کر تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یادداشت میں ان کے برابر بھی کوئی نہ تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے تین سال پہلے دس نبوی میں مکہ میں شوال کے مہینے میں ہوا۔ اس وقت آپ کم سن تھیں، اس لئے رخصتی شوال دو ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ جب آپ بالغ ہوگئیں۔ مہر کی رقم پانچ سو درہم مقرر ہوئی۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ہو چکی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا میں نے تجھے دو بار خواب میں دیکھا۔ جیسے تو ایک ریشمی کپڑے کے ٹکڑے میں ہے اور جبرئیل (عَلَيْهِ السَّلَام) کہہ رہے ہیں، یہ تمہاری بیوی ہے، میں جو کھول کر دیکھتا ہوں تو اندر تو ہی تھی۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل صحیح بخاری کتاب المناقب)

سید مودودی لکھتے ہیں کہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی بھی رہنما کی بیوی اپنے شوہر کے کام کی تکمیل میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی سیدہ عائشہ صدیقہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کے بچپن میں اُن کی صلاحیتوں کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اسی بنا پر اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت کے لئے ان کا انتخاب اللہ نے خود فرمایا۔

جبرئیل (عَلَيْهِ السَّلَام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی تصویر سبز ریشم میں لائے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہا یہ دنیا اور آخرت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیوی ہیں۔ پس یہ انتخاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ (سیرت سرور عالم: از سید مودودی)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شروع ہی سے نہایت ذہین، بہت ہی عقل مند، بہت ہی مہذب، تیز فہم، روشن دماغ، دور رس نگاہ کی مالکہ اور دینی مسائل کے فہم و شعور میں ازواج مطہرات

Marfat.com

رضی اللہ عنہم میں امتیاز (Distinction) رکھتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بے حد محبوب تھیں۔

کتب احادیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید اور حدیث کے مطابق عقائد پر جس قدر گہری نگاہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی تھی، ان کے علاوہ شاید ہی کوئی اور ہو۔ (واللہ اعلم)

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر تمام مسلمانوں کے لئے علم کا ایک عظیم سرچشمہ بنی رہیں۔ ان سے دو ہزار دو سو دس حدیثیں مروی ہیں۔

ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو کوئی مشکل ایسی پیش نہ آئی جس کا علم سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس نہ ہو، یعنی ہر مسئلہ کے متعلق اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ معلوم تھا۔

صحابہ کرام کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے علم پر پورا بھروسا تھا۔ وہ اُمّ المومنینؓ کو مستند سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن کو مفتی کا مقام ملا ان میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سرفہرست تھیں۔ ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ کو جب کسی مسئلے میں الجھن ہوتی تو وہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھتے تھے پھر جو اُمّ المومنین فرماتیں وہ تسلیم کر لیا جاتا تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بے حد فیاض تھیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ خالہ سے بڑھ کر کسی کو میں نے فیاض نہ دیکھا۔

ایک بار سیدہ عائشہؓ کے پاس ایک لاکھ کی رقم آئی آپ رقم تقسیم کرنے لگیں، شام ہوتے ہوتے سب خیرات کر دی۔ اس دن آپ کا روزہ بھی تھا۔ کنیز نے عرض کیا افطار کے لئے تو کچھ بچا لیتیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا اس وقت کیوں نہ یاد دلایا۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے فضائل احادیث صحیحہ میں اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو بیان کرنے کے لئے سینکڑوں صفحات درکار ہیں۔

غور کرنے والوں کے لئے ہم ایک حدیث لکھ رہے ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے، جیسے اُمّ المومنین سیدہ سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

''یہ سیدہ عائشہؓ ہی ہے کہ میں ان کے لحاف میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی وحی کا نزول ہوتا ہے،

Marfat.com

مگر دیگر ازواج کے بستروں پر کبھی ایسا نہیں ہوا''۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکی اور طہارت کی آواز سے زمین و آسمان گونج اُٹھے، جب وہ وحی اتری جس کی قیامت تک تلاوت کی جائے گی۔

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ (سورۃ النور آیت ۲۶)

ترجمہ: ''پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں''۔ (سورۃ النور آیت ۲۶)

## سفر طائف ۱۰ نبویؐ:

سید قریش ابو طالب اور اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد مشرکین مکّہ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شدید تر مخالفت شروع کردی۔ حالات بد سے بدتر ہوگئے۔ سید قریش ابو طالب کی وفات کے بعد قبائلی روایات کے مطابق ابولہب بنو ہاشم کا سردار مقرر ہوا۔ ابولہب زیادہ دیر تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خلاف دل کی نفرت کو چھپا نہ سکا۔ اس لئے جلد ہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حمایت سے انکار کر دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو باغی قرار دے دیا۔ قبائلی نظام میں آدمی قبیلہ کی حمایت کے تحت زندگی گزارتا تھا۔ اب کوئی بھی شخص کسی خوف و خطرے کے بغیر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان لے سکتا تھا۔ ان حالات میں کسی اور قبیلہ کی پناہ حاصل کرنے کے بجائے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے طائف جانے کا فیصلہ کیا۔ طائف مکّہ کے جنوب مشرق میں تقریباً ایک سو کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک سرسبز شاداب شہر ہے۔ یہ شہر سلسلہ کوہ سراۃ میں سطح سمندر سے پانچ ہزار فٹ بلندی پر ہے۔ مکّہ کے دولت مند طائف میں زمینیں خریدتے تھے۔ ان کی جاگیریں طائف اور اس کے اطراف میں تھیں۔ وہ گرمیوں کا موسم گزارنے طائف آتے تھے۔ خاندان بنو ہاشم کی طائف میں رشتہ داریاں تھیں۔ بنو عبدہ یا لیل کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ماموؤں کا خاندان کہا جاتا ہے۔ ابولہب کی بیٹیوں کی طائف میں شادیاں ہوئی تھیں۔ عباس رضی اللہ عنہ کا اہل طائف سے کاروباری تعلق تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) طائف سے چند کلومیٹر دور حلیمہ سعدیہ کے گاؤں شحطہ میں اپنے بچپن کے چار، پانچ سال گزار چکے تھے۔

Marfat.com

طائف کی طرف اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیدؓ بن حارث تھے۔ مکّہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے آباد تھے سب کو قرآن سُناتے اور اسلام کی دعوت دیتے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پیادہ پا طائف پہنچے۔ طائف بھی مکّہ کی طرح سرداروں اور وڈیروں کے زیر اثر تھا۔ قبیلہ ثقیف کی سرداری عمیر کے خاندان کے پاس تھی۔ یہ تین بھائی تھے، عبد یالیل، مسعود اور حبیب۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ اور تبلیغ اسلام پر مدد چاہی مگر انہوں نے اسے منظور نہ کیا، بلکہ بہت بُرا جواب دیا اور غرور سے اکڑے رہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو''۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُنہیں چھوڑ کر دوسروں کا قصد کیا۔ انہوں نے بھی اسلام لانے سے انکار کیا۔ حق کی شہادت کے لئے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک ایک سردار کے پاس تشریف لے گئے اور ہر ایک سے گفتگو کی۔ اس کام میں طائف میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دس دن گزارے۔ لیکن سب نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حوصلہ شکنی کی اور دھمکی دی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اُن کا شہر چھوڑ دیں ورنہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جان کی خیر نہیں۔ پھر انہوں نے طائف کے لچوں، لفنگوں، گھٹیا چھوکروں اور غلاموں کو ہشکار کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے لگا دیا۔ ایک غول کا غول آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے راستے کے دونوں جانب اور پیچھے ہولیا۔ یہ بدمعاش گالیاں دیتے شور مچاتے، پتھر مارتے پتھر تاک کر ٹخنوں پر مارتے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نڈھال ہو جاتے تو بیٹھ جاتے۔ لیکن طائف کے غنڈے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بازو سے پکڑ کر اُٹھا دیتے اور پھر ٹخنوں پر پتھر مارتے اور تالیاں بجاتے، قہقہے لگاتے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جوتیاں اندر اور باہر سے خون میں لتھڑ گئیں۔ بہت بڑا غنڈوں کا ہجوم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے لگ گیا، اسی حالت میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آگے چلتے رہے۔ زیدؓ بن حارث بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پتھروں سے بچاتے ہوئے زخمی ہو گئے اور ان کا سر پھٹ گیا۔ ایک باغ کے قریب غنڈے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو چھوڑ کر چلے گئے۔ باغ عتبہ اور شیبہ کا تھا، جو ربیعہ کے بیٹے تھے، یہ باغ طائف سے پانچ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع تھا، یہاں پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) زخموں سے چُور چُور تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے باغ کی

Marfat.com

دیوار کے ساتھ کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگائی۔ پھر بڑی مشکل سے کھڑے ہوئے اور دو رکعت صلوٰۃ پڑھتے ہوئے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مبارک ہونٹوں سے درد بھری دُعا نکلی جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے۔

''الٰہی! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی فریاد کرتا ہوں۔تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔تو ہی کمزوروں کا رب ہے۔ اور تو ہی میرا بھی رب ہے۔ یا اللہ میری مدد فرما۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ میں تیرے ہی نور و جمال کی پناہ طلب کرتا ہوں جس سے ساری تاریکیاں روشن ہوجاتی ہیں۔ اور دنیا و آخرت کے سارے معاملے درست ہوجاتے ہیں۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ تیرے سوا کہیں سے کوئی قوت و طاقت نہیں مل سکتی۔ (رحمت اللعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

زیدؓ بن حارثہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے عرض کیا کہ آپؐ ان لوگوں کے لئے بددُعا کریں۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا میں ان کے لئے کیوں بددُعا کروں۔ اگر یہ لوگ ایک اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو اُمید ہے کہ ان کی نسلیں ضرور ایک اللہ پر ایمان لانے والی ہوں گی۔ (محسن انسانیتؐ از نعیم صدیقی)

باغ کے مالک عتبہ اور شیبہ دونوں قریش مکہ کے سردار اور مشرک تھے مگر جب انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا حال دیکھا تو کچھ جذبات اُمڈ آئے۔ انہوں نے اپنے ایک غلام عدّاس سے کہا کہ انگوروں کے کچھ خوشے لو اور ان کو ایک رکابی میں رکھ کر اس آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ اس میں سے کھائے۔عدّاس انگور لے کر آیا اور آپ کے سامنے رکابی (پلیٹ) رکھ دی اور کہا کہ آپ انگور کھائیں۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اسے قبول فرمایا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور زیدؓ نے عدّاس کو بھی انگور کھانے کے لئے کہا۔اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کہہ کر کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔عدّاس نے بِسْمِ اللّٰہِ سن کر تعجب کے لہجہ میں دریافت کیا ''یا صاحب محترم یہ کیا کلمہ ہے؟'' اس علاقے کے لوگ تو یہ کلمہ نہیں بولتے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تم کس علاقے سے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟ عدّاس نے کہا نصرانی ہوں، اور نینوا کا باشندہ ہوں۔ (نینوا کو آج کل موصل کہتے ہیں)۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

Marfat.com

نے اسے یونس علیہ اسلام کے بارے میں بتایا اور کہا کہ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ اور اُسے اسلام کی دعوت دی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے قرآن مجید پڑھ کر اسے سُنایا۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر عدّاس مسلمان ہو گیا۔ اس باغ میں ربیعہ کے بیٹے موجود تھے، اس لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے رات کو وہاں ٹھہرنا بہتر نہ جانا، کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن تھے۔

اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مکّہ کے راستے پر آگے بڑھ گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تھوڑی دور جا کر رُکے اور صلوٰۃ پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور اللہ سے دُعا کرتے ہیں یا اللہ میری مدد فرما، مجھے تنہا نہ چھوڑ دے۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مکّہ کے راستے پر مزید پیشرفت فرمائی، اور نخلہ میں جا کر ٹھہرے۔ پھر چند دن یہیں قیام فرمایا۔ وہاں پر عشاء یا تہجد یا فجر کی صلوٰۃ میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا، وہ وہاں پر قرآن مجید سُننے کے لئے رُک گئے۔ اس موقع پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سورت رحمٰن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جنوں نے سنا اور ایمان لے آئے۔ اور ان جنوں نے واپس جا کر اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اس کے متعلق علم نہیں ہوا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ان کو نہیں دیکھا اور نہ ان کے وجود کو محسوس کیا۔ پھر اللہ نے اپنے نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو یہ خوش خبری سورۃ احقاف اور سورۃ جن کی چند آیات میں سُنائی۔

چند روز بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نخلہ سے مکّہ تشریف لے جانے کے لئے روانہ ہوئے تو زیدؓ بن حارثہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وہاں کیسے داخل ہوں گے؟ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ ''اے زیدؓ جو حالات تم دیکھ رہے ہو، ان سے نکلنے کے لئے اللہ کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ وہ اپنے دین کا حامی و ناصر ہے اور اپنے نبی کو غالب کرنے والا ہے''۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مکّہ کے قریب پہنچ کر غار حرا میں ٹھہر گئے۔ یہاں سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ایک شخص کو بھیجا کہ میری والدہ کے فلاں رشتے دار سے جا کر کہو کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے۔ وہ شخص جاتا ہے، مگر واپس آ کر کہتا ہے کہ اس شخص نے انکار کر دیا ہے۔ اسی طرح سے ایک دوسرا شخص بھی انکار کر دیتا ہے۔ اب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ مطعم کا دادا نوفل بن عبد مناف نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے جدِ اعلیٰ ہاشم بن عبد مناف کا بھائی تھا

Marfat.com

اور عبد مناف قبیلہ قریش کی سب سے معزز شاخ تھی۔

چنانچہ مطعم کے پاس جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا پیغام پہنچا تو اگرچہ وہ مشرک تھا، مگر فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس سیدھا کوہ حرا پہنچا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ساتھ لے کر مکّہ میں آیا اور مطعم اور اس کے چھ یا سات بیٹے ننگی تلواریں لے کر خانہ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد مطعم اور اس کے بیٹوں اور اس کے قریبی رشتہ داروں نے ننگی تلواروں کے سائے میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو گھر تک پہنچایا۔

ابوسفیان نے مطعم بن عدی سے پوچھا ''کیا پناہ دینے والے ہو'' یا تابعدار ہو تو مطعم نے کہا پناہ دینے والا ہوں۔ تو ابوسفیان نے کہا یہ پناہ اور عہد توڑا نہ جائے گا۔ (تاریخ ابن کثیر)

پھر مطعم نے اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر، مکّہ میں اعلان کیا اے جماعت قریش!'' میں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پناہ دے دی ہے'' اور قریش نے اس کی پناہ کو منظور کیا۔

## مشرکین کی طرف سے اوچھی حرکتیں

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب طائف سے مکّہ واپس آ گئے تو مشرکین مکّہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پہلے سے بھی زیادہ مخالف اور دشمن ہو گئے۔ اور چاہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اس قدر ستائیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مجبور ہوکر اسلام کی دعوت بند کردیں۔

ایک روز مشرکین کے ایک اوباش نے سر بازار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔

ایک دن جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کعبہ کے پاس صلوٰۃ پڑھ رہے تھے تو ابوجہل نے اپنے ایک گرگے سے اونٹ کی ایک اوجھڑی کی گندگی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے کپڑوں پر ڈلوادی۔ ابوجہل اور ابولہب اور کئی دوسرے وڈیرے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دشمنی میں رات دن سرگرم رہتے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب کہیں کسی جگہ دعوت اسلام دیتے اور تقریر فرماتے تو ابولہب گلا پھاڑ پھاڑ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تکذیب کرتا اور کنکر پھینکتا تھا۔

ایک میلے میں لوگوں نے دیکھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تقریر فرما رہے تھے اور ابوجہل دھول اُڑا رہا ہے، مٹی اچھال رہا ہے۔ ابوجہل نے تو اللہ کی راہ سے روکنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی باتوں سے اذیت پہنچاتا، صلوٰۃ سے روکنے کی کوشش کرتا اور اپنی کم ظرفی اور گھٹیا حرکتوں پر فخر کرتا۔ ابوجہل سے ملتے جلتے کئی لوگ تھے جن میں ہر ایک پر اللہ نے ایسی بلا نازل کی جو عبرت اور نصیحت سے بھرپور تھی۔

## مشرکین کے عجیب مطالبات

مشرکین کے چند وڈیرے ایک شام کعبہ کے پاس جمع ہوئے، باہم مشورہ کیا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس پیغام بھجوایا جائے جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آئیں تو سخت گفتگو کرو اور جھگڑا کرو اور مناظرہ کرو حتّٰی کہ ان کو بالکل لاجواب کر دو، چنانچہ انہوں نے یہ پیغام بھیجا کہ مکّہ کے سردار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے گفتگو کرنے کی خاطر جمع ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا خیال تھا کہ شاید وہ اسلام کی طرف مائل ہو چکے ہوں، چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے اسلام لانے کی اُمید میں جلدی سے تشریف لائے۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جانتے ہیں کہ ہمارا علاقہ بہت تنگ ہے، اور نا کافی ہے۔ اس لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے اللہ سے دُعا کرو کہ ان پہاڑوں کو دور کر دے جنہوں نے ہمارے شہر کو تنگ کر رکھا ہے۔ اور یہاں نہر جاری کر دے اور ایسے چشمے بہائے جیسے ملک شام اور عراق میں ہیں۔ اور صفا پہاڑ کو سونا بنا دے۔ اور ہمارے باپ دادا جو مر گئے ہیں، ان کو زندہ کر دے، تاکہ ہم ان سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے قول کی تصدیق کریں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) رسول اللہ ہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے اللہ نے اس واسطے نہیں بھیجا ہے۔ مجھے جس کام کے لئے بھیجا ہے، وہ میں کر رہا ہوں۔ اور اس کی رسالت میں نے تم کو پہنچا دی ہے۔ اگر تم اس کو قبول کرو،

Marfat.com

تو دنیا و آخرت میں تمہیں بھلائی نصیب ہوگی اور اگر تم رد کردو تو میں صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرمادے۔ پھر انہوں نے کہا، اگر یہ کام آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لئے نہیں کرسکتے ہو تو اپنے لئے یہ کام کرو کہ اپنے رب سے دُعا کرو، کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کوئی فرشتہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کے لئے بھیجے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب نہریں، باغ، اور محل پیدا کردے اور سونے اور چاندی کے خزانے عنایت کرے، تاکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مشقت نہ کرنی پڑے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہو کہ بازاروں میں پھرتے ہو اور معاش تلاش کرتے ہو، جیسے ہم کرتے ہیں۔ اگر یہ باتیں ہو جائیں تو ہم جان لیں گے کہ بے شک آپ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رب سے ایسی دُعا نہیں کرتا اور نہ ایسی باتوں کے لئے بھیجا گیا ہوں، مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر تم قبول کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، ورنہ میں حکم الٰہی کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ فرماتا ہے۔ پھر وہ (مشرکین) اور بھی بیہودہ گوئی کرنے لگے، کسی نے کہا تم آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر گرادو، کسی نے کہا تم ایک سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھو اور ہم لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھتے جائیں، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے چار فرشتے اپنی تصدیق کے لئے لاؤ۔ جب وہ اس قسم کی باتیں کرنے لگے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے نہایت افسردگی کی حالت میں گھر تشریف لے آئے۔ کیوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی قوم کی ہدایت اور بہبودی کا بے حد خیال تھا، اور یہاں معاملہ برعکس پیدا ہوا۔

(مشرکین نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے طرح طرح کے معجزات کا مطالبہ کیا اور مختلف اوقات میں کئی بار کیا، جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور جن کا جواب بھی قرآن مجید میں دے دیا گیا ہے)۔

## اسلام کی آواز دور دور تک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تھا کہ جب حج کا موسم ہوتا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر

Marfat.com

ایک قبیلہ کو دعوتِ حق دیتے اور جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سُنتے کہ کوئی مکّہ سے باہر کا شخص آیا ہے تو اُس سے مل کر اس کو بھی دعوت دیتے۔

جس زمانے میں دعوتِ حق مکّہ کے اندر مشکل ترین مرحلے سے گزر رہی تھی، اللہ نے اسی زمانے میں مکّہ سے باہر کے کچھ لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازا، ان میں بعض کے نام یہ ہیں۔

(۱) سویدؓ بن صامت (۲) ایاسؓ بن معاذ

(۳) طفیلؓ بن عمرو دوسی (۴) ضماد ازدیؓ

# مختلف مقامات پر تبلیغ

طائف سے مکّہ واپس آکر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عرب کے تمام قبیلوں میں تبلیغ کا کام پہلے کی طرح جاری رکھا۔ حج کے ایام اور میلوں کے موسم میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قبائل کے خیموں اور پڑاؤ پر تشریف لے جاتے اور ان کو اللہ کی طرف بلاتے، قرآن سُناتے اور ان کو بتاتے کہ میں (محمدؐ) اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان سے فرماتے کہ وہ اسلام قبول کرلیں، اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حفاظت کریں، تاکہ جس مقصد کے لئے وہ (محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) مبعوث ہوئے ہیں، وہ مقصد واضح کرسکیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہتے چونکہ مکّہ کے سرداروں نے مجھے اللہ کے پیغامات پہنچانے سے روک دیا ہے، اس لئے آپ لوگ دعوتِ حق کے کام میں میری مدد کریں اور اپنے علاقے میں مجھے لے چلیں۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تبلیغ کے ان دوروں میں ابوجہل اور ابولہب اور مشرکین مکّہ کے دوسرے بدمعاش برابر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے لگے رہتے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تکذیب کرتے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا تمسخر اُڑاتے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بڑے حوصلے، صبر، اور ہمت کے ساتھ حق کی دعوت میں ڈٹے رہے اور مشرکین کے کمینہ پن کو اپنی دعوت کی راہ میں ایک تنکے کے برابر بھی نہ سمجھا، کیوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) خود کو اس کا مکلّف سمجھتے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو یقین تھا کہ اللہ ہی ولی اور

Marfat.com

نصیر ہے۔

''میرا ولی اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی ہے، تمام لوگوں کا بھی وہی ولی ہے''۔(ترجمہ: سورت الاعراف آیت ۱۹۴)

''اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی ولی ہے اور نہ نصیر''۔(ترجمہ: سورت العنکبوت آیت ۲۲)

''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے اوّلیاء بنالئے ہیں، ان کی مثال مکڑی جیسی ہے، جو اپنا ایک گھر بناتی ہے، اور سب گھروں سے زیادہ کمزور گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے، کاش یہ لوگ علم رکھتے''۔(ترجمہ: سورت العنکبوت آیت ۴۱)

''کیا اُنہوں نے اس (اللہ) کے سوا دوسرے اوّلیاء بنائے ہیں؟ ولی تو اللہ ہی ہے۔ وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔(ترجمہ: سورت الشوریٰ آیت ۹)

''یہ اللہ کے سامنے تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے اوّلیاء ہیں اور متقیوں کا ولی اللہ ہے''۔(ترجمہ: سورت الجاثیہ آیت ۱۹)

شرک کرنے والے کہتے رہتے ہیں کہ تم ان سے ڈرو جن کو ہم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے، یہ تمہیں نقصان پہنچادیں گے۔ اللہ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے قصے میں ان تمام بیہودہ دلیلوں کا سدباب کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''اور ان سے ان کی قوم نے جھگڑا کیا تو اس نے کہا کیا تم لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو۔ اس (اللہ) نے تو مجھے سیدھا راستہ دکھایا ہے اور جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو میں ان سے نہیں ڈرتا، ہاں اگر میرا رب کچھ چاہے تو وہ ضرور ہوسکتا ہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہُوا ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟''۔(ترجمہ: سورت الانعام آیت ۸۰)

''اور میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جب کہ تم اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اب دونوں فریق میں سے امن کا مستحق کون ہے، اگر تم سمجھ رکھتے ہو''۔(ترجمہ: سورت الانعام آیت ۸۱)

''جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے مخلوط نہیں کیا ان کے لئے امن ہے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں۔(ترجمہ: سورت الانعام آیت ۸۲)

Marfat.com

# قبائل میں تبلیغ کی روداد

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم دعوت حق کے سلسلے میں عرب کے اکثر و بیشتر قبیلوں کے پاس گئے۔ اُن میں سے چند کا مختصر ذکر درج ذیل ہے۔

(۱) کندہ:

یہ جنوبی عرب کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس قبیلے کے پاس ان کے پڑاؤ پر تشریف لے گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور اس کام کے لئے مدد چاہی، مگر انہوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔

(۲) بنی عبداللہ:

یہ کلب قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ یہ شمالی عرب میں وسیع علاقہ میں پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا پیغام قبول نہیں کیا۔

(۳) بنی حنیفہ:

یہ بنی بکر بن وائل کی ایک شاخ تھی۔ انہوں نے دعوت حق کو قبول نہیں کیا اور سب سے زیادہ تلخ جواب دیا۔

(۴) بنی بکر بن وائل:

یہ عرب کے بڑے لڑاکا قبیلوں میں شمار ہوتا تھا۔ اور وسط عرب سے مشرق ساحل تک اس کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے قبیلے میں گئے اور فرمایا لوگو" لاالٰہ الاالله " کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور ان کو قرآن سنایا۔ اور پھر ان سے باتیں کرتے ہوئے دریافت فرمایا تمہاری تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا ان گنت ریت کے ذروں کی طرح۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دریافت کیا کہ تمہارا دفاع اور جنگی طاقت کیسی ہے؟ انہوں نے کہا کوئی دفاع نہیں، ہم لوگ فارس کے ہمسایہ ہیں۔ ہم ان سے محفوظ نہیں، اور نہ ہم کسی کو پناہ دے سکتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ایک وقت آئے گا، جب تم ان کے محلات میں قیام کرو گے۔ اس گفتگو کے وقت کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ فارس (ایران) جیسی طاقت ور سلطنت پر کمزور عربوں کو فتح نصیب

Marfat.com

ہوگی۔ لیکن اس گفتگو کے ۱۶ یا ۱۷ سال بعد انہیں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے عربوں کو فارس (ایران) کے محلات میں قیام کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ جس کا ذکر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیا تھا۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۳۳ بار سبحان اللہ کہو، ۳۳ بار الحمد اللہ کہو اور ۳۴ بار اللہ اکبر کہو۔ (البدایہ ونہایہ)

(۵) بنی عامر بن صعصعہ:

یہ قبیلہ عراق کی سرحد سے مکہ کے راستے پر آباد تھا۔ یہ عرب کے طاقت ور قبائل میں شمار ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو قرآن سنایا، اور دین حق کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بعد حکومت ہماری ہو تو ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ساتھ دیں گے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''حکومت اللہ کی ہے'' وہ جس کو چاہے دے۔ یہ سن کر انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دعوت قبول نہیں کی۔

حج سے فارغ ہوکر جب یہ لوگ اپنے علاقے میں واپس گئے تو انہوں نے اپنے ایک بوڑھے سردار کو بتایا کہ قریش میں سے بنی عبدالمطلّب کے ایک جوان نے ہم سے کہا کہ میں (محمد) رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہوں۔ اور ہمیں اس بات کی طرف بلایا کہ ہم اُس کے ساتھ ہوکر مخالفوں سے مقابلہ کریں اور اس کو اپنے شہر میں لے آئیں۔

یہ بات سن کر اس بوڑھے سردار نے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ لئے اور کہا اے بنی عامر اس بات کی کیا تلافی ہوسکتی ہے کہ تم اُن نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو چھوڑ آئے؟ بے شک وہ جو کچھ کہتے ہیں، حق کہتے ہیں۔

یہ اُن بہت سے قبائل میں سے چند ہیں، جن سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تبلیغ کے دوروں میں ملے، ان دوروں میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو طرح طرح کے لوگوں سے سابقہ پیش آیا، ان کے جوابات اور انداز مختلف تھے۔

(۱) کسی نے اچھے طریقے سے جواب دیا۔

(۲) کسی نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بعد ریاست کی شرط لگائی۔

Marfat.com

(۳) کسی نے بہت بُرا جواب دیا۔

(۴) خزرج کے چھ افراد نے اسلام قبول کیا۔ (تفصیل آگے درج ہے)

## یثرب (مدینہ) میں اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دعوت حق کا آغاز کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شدید ترین مخالفت کی گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دبانے اور ناکام کرنے کے لئے مشرکین جو کچھ کر سکتے تھے، وہ سب اُنہوں کیا، مگر اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کام ''دعوت حق'' کو بڑھاتا رہا۔

حسب دستور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۱ھ نبوی کے موسم حج میں قبائل عرب پر دعوت اسلام پیش کر رہے تھے کہ مقام عقبہ کے پاس قبیلہ خزرج کے چھ افراد سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملاقات ہوئی، جو یثرب (مدینہ) سے آئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ اُنہوں نے کہا ہم قبیلہ خزرج سے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کیا تم بیٹھ سکتے ہو تو وہ بیٹھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اللہ کی کبریائی، اللہ کی عظمت وجلال کا بیان شروع کیا اور اُنہیں بتایا کہ اللہ ہی خالق ہے اور وہ ہی رب ہے۔ وہ اللہ اکیلا ولی اور نصیر کافی ہے۔ اور شرک سے ان کو نفرت دلائی اور فرمایا کہ میں (محمدؐ) اللہ کا رسول ہوں اور نیکی و پاکیزگی کی تعلیم فرمائی۔ گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ اور قرآن مجید کی تلاوت کی۔

جب قرآن مجید کی تلاوت سنی اور وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تو ان کی کیفیت ہی بدل گئی۔ ایسی شیریں زبان اور ایسا بیان تو اُنہوں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ ان کی اُمیدیں جاگیں۔ اُنہوں نے آپس میں کہا اچھا تو یہ نبی آخر الزماں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جن کے حالات دمشق اور بیت المقدس جانے والے قافلوں کے لوگ بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور جن کے بارے میں یہودی ہمیں ڈراتے ہیں کہ عنقریب ایک نبی غلبہ والا ظاہر ہونے والا ہے۔ ہم اس کے ساتھ مل کر تم کو شکست دیں گے اور تمہارے اوپر غلبہ قائم کریں گے۔ اور اُنہوں نے آپس میں کہا ایسا نہ

Marfat.com

ہو کہ یہودی ایمان لانے میں ہم پر سبقت لے جائیں۔ یہ کہہ کر اُنہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُن سے فرمایا ''کیا تم لوگ اپنے شہر میں مجھے امن وامان دے سکتے ہو۔ اور دین کی تبلیغ میں میرا ساتھ دے سکتے ہو''۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کو آپس کی عداوت اور دشمنی میں چھوڑ کر آئے ہیں، پس اگر اللہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ان کو اکٹھا کر دے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی ہم سب کے امام اور امامِ اعظم ہوں گے۔ اور اُنہوں نے وعدہ کیا کہ ہم دین اسلام کی دعوت دیں گے اور آئندہ حج میں ان شاء اللہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ملاقات کریں گے۔

یثرب (مدینہ) کے چھ سعادت مند جو ایمان لائے وہ قبیلہ خزرج سے تھے ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) اسعدؓ بن زُرارہ

(۲) عوفؓ بن حارث بن رفاعہ (عوف بن عفراء)

(۳) رافعؓ بن مالک بن عجلان

(۴) قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ

(۵) عقبہؓ بن عامر بن نابی

(۶) جابرؓ بن عبداللہ راَب

حج کے بعد یہ لوگ یثرب واپس چلے گئے اور وہاں اسلام کی تبلیغ کرنے لگے، اسلام یثرب میں خوب پھیلا اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

## دوسری بیعت عُقبہ

عقبہ کے مقام پر اسلام قبول کرنے والے اوّلین چھ اصحاب نے وعدہ کیا تھا کہ اگلے سال ان شاء اللہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ملاقات کریں گے۔ وعدے کے مطابق اگلے سال ۱۲ سنہ نبوی کے حج کے موسم میں بارہ آدمی مکّہ آئے۔ بارہ آدمیوں میں سے جابرؓ بن عبداللہ راَب کو چھوڑ کر باقی پانچ تو وہی تھے، جو پچھلے سال آچکے تھے اور نئے سات یہ تھے۔

(۱) معاذؓ بن حارث۔ (معاذ بن عفراؑ)۔ (قبیلہ خزرج)

Marfat.com

(۲) ذکوانؓ بن عبدالقیس ۔(قبیلہ خزرج)

(۳) عُبادہؓ بن صامت ۔(قبیلہ خزرج)

(۴) یزیدؓ بن ثعلبہ ۔(قبیلہ خزرج)

(۵) عباسؓ بن عُبادہ بن نضلہ ۔(قبیلہ خزرج)

(۶) ابوالہیثیمؓ بن تیہام ۔(قبیلہ اوس سے)

(۷) عُویمؓ بن ساعدہ ۔(قبیلہ اوس سے)

ان بارہ آدمیوں نے منیٰ کی گھاٹی (عُقبہ) میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملاقات کی ۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُنہیں اسلام سکھایا اور فرمایا۔

آؤ! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے، چوری نہ کریں گے، زنا نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گے ۔اور یہ کہ کسی امرِ معروف میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نافرمانی نہ کریں گے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا حکم سنیں گے اور مانیں گے خواہ خوش حال ہوں یا تنگ حال ۔ان باتوں پر ان لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے بیعت کی ۔اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اگر تم نے اس عہد کو وفا کیا تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر کسی نے ممنوع کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے چاہے وہ عذاب دے چاہے معاف فرمادے۔

جب یہ لوگ حج سے یثرب واپس جانے لگے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ان کی تعلیم کے لئے مصعبؓ بن عمیر کو ساتھ کر دیا، مصعبؓ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے ۔بہت قیمتی پوشاک پہنتے تھے ۔جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے ۔مگر جب مسلمان ہوئے تو اسلام اور ایمان کے طفیل روحانی سکون حاصل ہُوا، تب اُنہوں نے جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو چھوڑ دیا۔

مصعبؓ یثرب (مدینہ) میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے اور قرآن مجید پڑھانے لگے ۔اور مشرکین کے گھر گھر پہنچ کر اسلام کی تبلیغ شروع کر دی ۔اور ان کو قرآن مجید سُنایا۔ قرآن کی آواز کو رسوخ واثر حاصل ہونے لگا اور اہل یثرب جوق در جوق دائراہ اسلام میں داخل ہو

Marfat.com

نے لگے ان میں اوس وخزرج کے بڑے بڑے رئیس اور سردار بھی شامل تھے۔ جن میں سعدؓ بن معاذ، اسیدؓ بن حضیر، سعدؓ بن عبادہ، ابوایوب انصاریؓ اور سعدؓ بن ربیع جیسے ذی اثر لوگ بھی شامل تھے۔

مصعبؓ یثرب میں اسعدؓ بن زررہ کے گھر رہتے تھے، اور ان کو یثرب والے المقری (پڑھانے والا) کہتے تھے۔

مصعبؓ کی تعلیم وتربیت اور تبلیغ سے یثرب (مدینہ) میں اسلام کو وسعت حاصل ہوئی اور ایک ہی سال میں خاندان کے خاندان اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

# اسراء ومعراج

نبوت کے بارہویں سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک بہت بڑے اعزاز سے نوازا گیا۔ ہوا یوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک رات مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دیکھا جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم آئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بُراق پر سوار کیا جو جنت سے لایا گیا تھا۔ بُراق بہت تیز رفتار تھا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فوراً مسجد اقصیٰ پہنچ گئے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھنے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) عالم بالا کی سیر کو چلے۔

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے کے سفر کو معراج کہتے ہیں۔

اسراء کے معنی رات کے وقت لے چلنے کے ہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ سفر رات کو پیش آیا تھا اس لئے اس کو اسراء کہتے ہیں۔ اسے معراج بھی کہتے ہیں۔ معراج عروج سے نکلا ہے اس لئے اس کا نام معراج ہوا۔

بعض اقوال یہ بھی ہیں کہ اسراء اور معراج کے واقعات الگ الگ اوقات میں پیش آئے تھے۔ لیکن علماء امت اور محدثین کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ یہ دونوں واقعات بیک وقت پیش آئے تھے۔ (واللہ اعلم)

اس سفر مبارک کے دو حصے ہیں ایک اس کا زمینی حصہ یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور ایک اس کا آسمانی حصہ یعنی مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک۔

"پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تا کہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں وہی سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

(ترجمہ: سورۃ الاسراء، آیت ۱)

حدیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ بہت تفصیلات سے لکھا گیا ہے۔ سیرت کی مختلف کتابوں میں سے یکجا کر کے اس واقعہ کا خلاصہ ہم یہاں لکھتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

Marfat.com

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک رات مسجد حرام میں سو رہے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دیکھا سامنے جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم حاضر ہیں، جن کی نورانی شکل جیسے برف کا گالہ دونوں بازوؤں میں قوس وقزح کی رنگت کے پر لگے ہوئے ساتھ میں ایک عجیب سواری جسے انہوں نے براق بتایا۔ براق کے دونوں بازوؤں میں پر لگے ہوئے تھے۔ براق نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھتے ہی اپنی پشت کو سکیڑ لیا۔ یہ اشارہ تھا سوار ہو جانے کے لئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس پر سوار ہو گئے۔ براق ہوا میں تیرنے لگا اس کی اڑان کا رخ شمال کی سمت تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ ساتھ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم بھی تھے۔ براق چشم زدن میں مکّہ سے مدینہ ہوتا ہوا پہاڑوں اور صحرا کو اپنے پیچھے چھوڑ کر کوہ سینا کے اس مقام سے گزرا جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلاَم کو شرف ہم کلامی بخشا تھا اور پھر براق بیت اللحم کے اس مقام کے اوپر تھا جہاں پر عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلاَم کی ولادت ہوئی تھی۔ یہاں سے اس نے ایک طویل جست بھری۔ راستے میں قدم قدم پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو روکنے کے لئے مدھم سی آوازیں اور خوبصورت سی شکلیں سامنے آئیں، لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی خوبی رسالت کی وجہ سے پورے مطمئن تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جس مقام پر مجھے روکنا منظور ہوگا براق وہاں خود بخود رک جائے گا۔ حتیٰ کہ بیت المقدس میں مسجد اقصیٰ کے پاس آ پہنچے، یہاں پر براق از خود ٹھہر گیا۔ یہاں تک کی سیر کے بعد مسجد اقصیٰ کے اندر جو برکات اور عجائبات قدرت کا مظہر ومخزن ہے وہ سب آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دکھایا گیا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے پانی، دودھ، مشروب اور شہد کے چار پیالے پیش کئے گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دودھ کا پیالہ اُٹھالیا۔ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم نے مبارک باد دی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فطرت کی راہ پا گئے۔

اس کے بعد ایک سیڑھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے پیش کی گئی۔ جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آسمان کی طرف چلے۔ عربی زبان میں سیڑھی کو معراج کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے یہ سارا واقعہ معراج کے نام سے مشہور ہوا ہے۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بالترتیب ساتوں آسمانوں کی سیر کی جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ملاقات انبیاء عَلَیْہِم السَّلاَم سے ان کے مقامات یعنی ان کی اپنی اپنی

Marfat.com

جنت میں ہوئی پہلے آسمان پر آدم عَلَیْہِ السَّلاَم سے۔ دوسرے پر یحیٰی عَلَیْہِ السَّلاَم اور عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلاَم سے۔ تیسرے آسمان پر یوسف عَلَیْہِ السَّلاَم سے چوتھے پر ادریس عَلَیْہِ السَّلاَم سے پانچویں پر ہارون عَلَیْہِ السَّلاَم سے، چھٹے پر موسیٰ عَلَیْہِ السَّلاَم سے اور ساتویں پر ابراہیم عَلَیْہِ السَّلاَم سے ملے۔

پھر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جنت کی سیر کرائی گئی جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے خالق کائنات کے ایسے عجائب اور مظاہر اور آرام وراحت کے مناظر دیکھے جو نہ آنکھوں نے کبھی دیکھے، نہ کانوں نے کبھی سنے اور نہ تصور اور وہم وگمان میں کبھی آئے۔ پھر جہنم کو دیکھا کہ ایسے عبرتناک شدید اور پرہول عذاب وسزا سے بھری ہوئی ہے، جس کے سامنے دنیا کی سخت سے سخت سزا، بڑی سے بڑی عقوبت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اُس آگ کی شدت کے سامنے لوہے و پتھر اور اس سے بھی سخت چیز کی کچھ حقیقت نہیں۔

یہ دلکش اور عبرت ناک دونوں قسم کے مناظر دیکھتے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ سدرۃ المنتہیٰ جو ناقابل عبور سرحد کا نشان ہے۔ سدرۃ عربی زبان میں بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ لفظ منتہیٰ انتہا سے بنا ہے۔ جس کا مفہوم وہ جگہ اور مقام ہے، جہاں جا کر کوئی چیز ختم ہو جائے۔ یہاں سے آگے کسی مخلوق کا گزر نہیں۔ یہ انتہا ہے۔ وحی یہاں سے آتی ہے اور اس کو فرشتے یہاں سے لیتے ہیں۔ یہاں پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رب کی عظیم الشان نشانیوں کو دیکھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی جو باتیں ارشاد ہوئی ان میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) ہر روز پانچ وقت صلوٰۃ پڑھنا فرض ہے۔

(۲) کوثر اور دوسرے انعامات آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عطا فرمائے گئے۔

(۳) سورت بقرہ کی آخری آئتیں تعلیم فرمائی۔

(۴) شرک کے سوا دوسرے سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا۔

پھر اسی رات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم واپس تشریف لائے۔ صبح کو جبرئیل عَلَیْہِ السَّلاَم آئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پانچوں وقت کی نماز کی کیفیت اور ان کے اوقات سے

Marfat.com

آ گاہ کیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ایسے صلوٰۃ پڑھو جیسے مجھے صلوٰۃ پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

(بخاری)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دینی امر کے خلاف کوئی عمل کیا وہ مردود ہے۔ (مسلم)

یہ تھا وہ بلند ترین تجربہ جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہوا۔ جسے ہم معراج کے نام سے جانتے ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ واحد تجربہ نہیں ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بے شمار تجربات ومشاہدات کرائے گئے ہیں۔ یہ مکاشفات کی شکل میں بھی ہوئے ہیں۔ یہ رؤیا کی شکل میں بھی ہوئے ہیں اور حالت بیداری میں بھی ہوئے ہیں۔ ان دونوں یعنی نوم و بیداری کی درمیانی کیفیت میں بھی ہوئے ہیں۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صلوٰۃ الکسوف پڑھا رہے ہیں اور جنت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے لائی گئی۔ اور بے اختیار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ہاتھ اُٹھا اور آگے بڑھا تاکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جنت کے کسی درخت کا پھل توڑ لیں۔ یہ ہاتھ کا اُٹھنا اور بڑھنا ایک بے اختیاری عمل تھا۔ پھر جہنم سامنے لے آئی گئی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بے اختیار اچانک پیچھے ہٹے۔ یہ پورا تجربہ صلوٰۃ میں ہو رہا ہے۔ عالم بیداری میں ہو رہا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مجمع میں ہیں، وہاں ہو رہا ہے۔ ہم ان مشاہدات کا احاطہ کرہی نہیں سکتے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہوئے۔

بخاری کی ایک طویل روایت کے مطابق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خواب میں جبریلؑ ومیکائیلؑ نے آسمان میں مختلف مقامات کی سیر کرائی۔ وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اوپر کی طرف ایک روشن چیز کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا گھر ہے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جنت ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اس میں جانا چاہا تو بتایا گیا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عمر کا کچھ حصہ ابھی باقی ہے، جسے پورا کرکے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس میں جائیں گے۔ اگر عمر پوری ہو چکی ہوتی تو ابھی چلے جاتے۔ (بحوالہ اسلام یا مسلک پرستی، از منور

Marfat.com

سلطان۔ بہشتی زیور از اشرف علی تھانوی)

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم زندگی کا وہ باقی حصہ پورا کر کے اب جنت الفردوس کے اعلیٰ ترین مقام پر ہیں۔(بخاری جلد ۳، کتاب الدعوات۔ بحوالہ اسلام یا مسلک پرستی)

☆☆☆

Marfat.com

# تیسری بیعت عقبہ ۱۳ھ نبوی

تیسری بیعت جو منیٰ کے پاس عقبہ کے مقام پر ۱۳ھ نبوی میں یثرب (مدینہ) کے مسلمانوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھ پر کی۔

دوسری بیعت عقبہ کے اگلے سال حج کے موقعہ پر یثرب سے ۷۵ مسلمانوں کا ایک قافلہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملنے کے لئے مکّہ آیا، جس میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ یثرب سے تقریباً چارسو کفار بھی حج کے لئے مکّہ آئے تھے، جو مسلمانوں کے ساتھ ہی تھے۔ اس لئے مسلمانوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملنے کے لئے درپردہ رابطہ کیا اور طے پایا کہ ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ میں جمرہ اول یعنی جمرہ عقبہ کے پاس جو گھاٹی ہے، اسی میں جمع ہوں اور یہ اجتماع رات میں بالکل خفیہ طریقے پر ہوا۔ یادرکھیں یہ وہ اجتماع ہے، جس نے اسلام اور شرک کی جنگ میں تاریخ کا رخ موڑ دیا۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں، کعبؓ بن مالک کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملاقات کا وقت طے ہونے کے بعد پھر ہم حج کے واسطے چلے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ہم سے ملاقات کے واسطے وسط ایام میں تشریق کا وعدہ فرمایا۔ پھر ہم حج سے فارغ ہو گئے۔ اور ملاقات کی شب آئی۔ ابو جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام ہمارے سردار ساتھ تھے، (جو ابھی اسلام نہ لائے تھے) لیکن ان کو ہم نے اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اور ہم اپنا راز مشرکین سے جو ہماری قوم کے تھے، ظاہر نہ کرتے تھے۔ مگر ہم نے اپنے سردار عبداللہ سے کہا کہ اے ابو جابر تم ہمارے سردار اور شریف انسان ہو۔ ہمیں تم پر بڑا افسوس ہے کہ تم جہنم کے ایندھن بنو گے اور ہمیشہ اس میں جلتے رہو گے۔ تمہیں موجودہ حالت سے نکالنا چاہتے ہیں۔ پھر ہم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اس وقت ہم نے ان سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تشریف آوری کا ذکر کیا۔ ہمیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ہدایت کی تھی کہ نہ کسی سوتے کو جگائیں اور نہ کسی غیر حاضر کا انتظار کریں۔ ہم رات کو اپنے ڈیروں سے ایک ایک دو دو کر کے نکلے اور چھپتے چھپاتے عقبہ کی گھاٹی میں جمع ہوئے۔ ہم اس وقت تہتر مرد تھے، اور دو عورتیں ہمارے ساتھ تھیں۔ ہم اس گھاٹی میں اکٹھے ہو کر، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا انتظار کرنے

Marfat.com

لگے کہ اتنے میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب کے ساتھ تشریف لائے۔

سب سے پہلے عباسؓ بن عبدالمطلب نے گفتگو شروع کی۔ انہوں نے کہا، اے لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دشمن ہو گئے ہیں۔ اگر تم لوگ کوئی عہد باندھنے لگو تو پہلے سے سوچ سمجھ لینا کیوں کہ یہ نازک اور مشکل کام ہے۔ جو کچھ کرو اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے، کہ کچھ بھی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم یہاں سے ان کو لے جا کر پھر ان کے دشمنوں کے سپرد کر دو۔

ان لوگوں نے سید قریش عباسؓ کو کوئی جواب نہیں دیا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا کہ جو کچھ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ارشاد فرمائیں اور جو عہد بھی ہم سے لینا چاہیں لے لیں۔ ہم اس پر قائم ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے گفتگو فرمائی، پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے قرآن مجید کی تلاوت کی۔ اللہ کا کلام سن کر لوگوں کا ایمان بڑھ گیا اور وہ پر جوش ہو گئے۔ سب لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے شہر میں چل کر رہیں تا کہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

(۱) ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

(۲) دین کے فروغ میں میری مدد کرو گے۔

(۳) جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں تو تم میرے اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اپنے اہل وعیال کی مانند کرو گے۔ اور تمہارے لئے جنت ہے۔

اس پر براءؓ بن معرورؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ہاتھ تھام لیا اور کہا ''ہاں اس ذات کی قسم! جس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، ہم یقیناً اس چیز سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی حفاظت کریں گے، جس سے اپنے بال بچوں کی حفاظت کرتے ہیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہم سے بیعت لیجئے'' اتنے میں ابوالہیثم بن تیہان نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے اور یہودیوں کے درمیان حلیفانہ تعلقات ہیں، اب ہم وہ تعلقات ختم کرنے والے ہیں، تو کہیں ایسا تو نہیں ہو کہ جب اللہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو غلبہ عطا کر دے تو پھر ہمیں چھوڑ کر

Marfat.com

اپنی قوم کے پاس پلٹ آئیں''۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے تبسم فرمایا اور فرمایا ''اطمنان رکھو۔ تم جس سے لڑو گے، میں اُس سے لڑوں گا اور تم جس سے صلح کرو گے میں اس سے صلح کروں گا۔ تمہارا ذمہ میرا ذمہ ہے اور تمہاری حرمت میری حرمت ہے''۔

اس کے بعد فوراً ہی عباسؓ بن عبادہ بن فضلہ انصاری نے کہا ''اے لوگو، تم جانتے بھی ہو کہ تم کس بات پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ اس بات کی بیعت ہے کہ ہر ایک سرخ وسیاہ آدمی سے تم کو لڑنا ہوگا۔ اگر تم یہ دیکھو کہ جب تمہارے مال برباد ہوں گے اور تمہارے اشراف قتل ہو جائیں گے، اُس وقت تم ان سے پھر جاؤ گے تو اسی وقت اس بیعت کو ترک کر دو۔ واللہ! اگر اُس وقت تم نے ایسا کیا تو دنیا و آخرت کی ذلت تم کو نصیب ہوگی اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ چاہے کیسی ہی مصیبت تم کو پہنچے، مال برباد ہو، یا اشراف قتل ہوں تم اپنی بیعت پر قائم رہو گے، تو پھر بے شک انہیں لے لیجیے اور ان کا ہاتھ تھام لو اور بیعت کرلو۔ کیوں کہ اللہ کی قسم یہ دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔

لوگوں نے کہا:

''ہم بیعت کرتے ہیں''

عین اسی وقت اسعدؓ بن زرارہ (یہ پہلی بیعت عقبہ میں مسلمان ہوئے تھے) اُٹھے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: اہل یثرب، ذرا ٹھرو ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خدمت میں اونٹوں کے کلیجے مار کر یعنی لمبا سفر کر کے آئے ہیں اور اس یقین کے ساتھ آئے ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں اور آج آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو نکال کر اپنے ساتھ لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمہارے جوان اور تمہارے سردار قتل ہونگے اور تلواریں تمہارا خون بہائیں گی۔ اب اگر تم لوگ یہ سب برداشت کر سکتے ہو تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ہاتھ تھام لو اور تمہارا اجر اللہ پر ہے۔ لیکن اگر تمہیں اپنی جانوں کا خوف ہے تو پھر ابھی سے چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیوں کہ اس وقت عذر کر دینا، اللہ کے ہاں زیادہ قابل قبول ہوگا''۔

اس پر سب لوگوں نے کہا:

اسعد! اپنا ہاتھ ہٹاؤ اللہ کی قسم! ہم اس بیعت کو ہرگز نہ چھوڑیں گے اور نہ اس کو توڑیں گے۔

اس کے بعد ایک ایک کر کے سب لوگوں نے بیعت کی۔ روایت ہے کہ سب سے پہلے بیعت

Marfat.com

کرنے والے بھی اسعدؓ بن زُرارہ تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ ابوالہیثمؓ بن تیہان تھے اور ایک قول یہ ہے، کہ براءؓ بن معرور تھے۔

یہ سب لوگ بیعت کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اندر سے ۱۲ نقیب منتخب کرو۔ انصار نے ان کا انتخاب کیا۔ ان میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

قبیلہ خزرج:

(۱) اسعدؓ بن زُرارہ بن عدس۔ (یثرب میں امام صلوٰۃ تھے)

(۲) عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ۔ (یہ پڑھے لکھے تھے)

(۳) براءؓ بن معرور بن صخر۔ (بہت ہی پرجوش مسلمان تھے، ہجرت سے پہلے وفات پا گئے تھے)

(۴) سعدؓ بن ربیع۔ (لکھنا پڑھنا جانتے تھے)

(۵) رافعؓ بن مالک۔ (جنگ اُحد میں شہید ہوئے)

(۶) عبداللہؓ بن عمرو بن حرام۔ (جنگ اُحد میں شہید ہوئے)

(۷) عبادہؓ بن صامت۔ (دوسری بیعت عقبہ میں شامل ہوئے تھے)

(۸) سعدؓ بن عبادہ بن ولیم۔ (مشہور صحابی)

(۹) منذرؓ بن عمرو۔ (لکھنا پڑھنا جانتے تھے)

قبیلہ اوس:

(۱۰) اُسیدؓ بن حُضیر۔ (جنگ بعاث میں انہی کے والد اوس کے سردار تھے)

(۱۱) سعدؓ بن خیثمہ۔ (جنگ اُحد میں شہید ہوئے)

(۱۲) ابوالہیثمؓ بن تیہان یا رفاعہؓ بن منذر (واللہ اعلم)

جب ان نمائندوں کا انتخاب ہو گیا تو ان سے ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور عہد لیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم سب لوگ اپنے اپنے لوگوں کے معاملات کے کفیل ہو۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُنہیں یثرب (مدینہ) میں تبلیغ اسلام کا

Marfat.com

حکم دیا۔

یہ ہے تیسری اور آخری بیعت عقبہ۔ اس بیعت کے وجہ سے واقعات کا رخ بدل گیا اور تاریخ کا دھارا تبدیل ہو گیا۔

## ہجرت کی اجازت

تیسری اور آخری بیعت عقبہ کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ ہجرت کر کے یثرب (مدینہ) چلے جائیں۔ اس لئے حج کے بعد محرم کے مہینے میں مسلمانوں نے ہجرت شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ مسلمان یثرب پہنچنا شروع ہو گئے۔ جو ہجرت کر رہے تھے اُنہیں ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، بچے، گھربار، دوست اور رشتے دار چھوڑنے پڑ رہے تھے۔ مگر خوشی یہ تھی کہ یثرب جا کر اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کر سکیں گے۔ ہجرت کرنے والوں کو آگ کا پہاڑ اور آگ کا دریا پار کرنا پڑ رہا تھا۔

مشرکین مکّہ نے ہجرت کرنے والوں کا تعاقب شروع کر دیا۔ مسلمانوں میں سے بعض کو پکڑ کر مکّہ واپس لے آئے۔ جن کے ساتھ سخت مظالم کئے گئے۔ کمزور مسلمانوں کو پکڑ کر ان سے ہجرت نہ کرنے کا وعدہ لیتے اگر وہ وعدہ نہ کرتے تو انہیں قید کر دیتے تھے۔ اس طرح کئی مسلمانوں کو قید کیا گیا۔ مگر مشرکین ہجرت کو نہ روک سکے۔ اور مسلمان ایک ایک دو دو کر کے پیدل اور سوار متواتر مدینہ جاتے رہے۔

مہاجرین صحابہؓ میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابی ابو سلمہؓ بن عبدالاسد تھے۔ یہ عقبہ کی آخری بیعت سے ایک سال پہلے یعنی ۱۲ھ نبوی میں مدینہ چلے گئے تھے کیوں کہ انہوں نے انصار کے اسلام قبول کرنے کی خبر سن لی تھی اور اس سے پہلے یہ حبشہ جا کر پھر مکّہ آ گئے تھے۔

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابو سلمہؓ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اُونٹ کو تیار کیا اور مجھے اس پر سوار کر لیا، میری گود میں میرا بیٹا سلمہ بھی تھا۔ ہم باہر نکلے تو میرے خاندان بنی مخزوم کے چند لوگوں نے ہمیں گھیر لیا اور اُنہوں نے ابو سلمہؓ سے

Marfat.com

اونٹ کی نکیل چھین لی اور ابو سلمہؓ سے کہا اُم سلمہؓ ہماری لڑکی ہے، اس کو تیرے ساتھ نہیں جانے دیں گے کہ تو اس کو شہر بشہر لئے پھیرے۔ ان لوگوں نے میرے شوہر سے مجھے چھین لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابو سلمہؓ کا خاندان بنی عبد الاسد طیش میں آ گئے، اُنہوں نے کہا یہ لڑکا ابو سلمہؓ کا ہے، ہم اپنا لڑکا اُم سلمہؓ کے پاس نہیں چھوڑیں گے، جب کہ تم نے اس کو ابو سلمہؓ سے چھین لیا ہے، چنانچہ اُنہوں نے سلمہؓ کو دونوں طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ جس سے بچے کا ہاتھ اُتر گیا تو میرے خاندان نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ابو سلمہؓ کے خاندان کے لوگ اُسے لے گئے۔ اور میرے خاندان کے لوگ مجھے لے گئے۔

ابو سلمہؓ تنہا ہی مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اس طرح مجھے اپنے شوہر اور بیٹے سے الگ اور جدا کر دیا گیا۔ اور میں بالکل تنہا رہ گئی۔ ایک سال تک اسی مصیبت میں گرفتار رہی کہ میں روز شام کو اسی جگہ جا کر رویا کرتی تھی، جہاں سے بچہ اور شوہر سے جدا کی گئی تھی۔ ایک روز میرے چچا کے ایک بیٹے نے مجھ کو وہاں پر روتے ہوئے دیکھا، اس کو رحم آیا اور اس نے ہماری قوم سے جا کر کہا کہ تم اس مسکین اور کمزور کو کیوں ستاتے ہو۔ تم نے اس کو اس کے شوہر اور بچہ سے جدا کر دیا ہے، اس کو چھوڑ دو۔ پس اُنہوں نے مجھ سے کہا جا اپنے شوہر کے پاس چلی جا۔ جب بنو عبد الاسد نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے میرے بیٹے سلمہؓ کو میرے پاس بھیج دیا۔

سیدہ امّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ پھر میں اپنے اونٹ کو تیار کر کے اور بچے کو ساتھ لے کر اونٹ پر سوار ہوئی اور اللہ کی مدد کے ساتھ اپنے شوہر کے پاس مدینہ پہنچ گئی۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

ابو سلمہؓ کے بعد سب سے پہلے مہاجرین میں سے عامرؓ بن ربیعہ اپنی بیوی لیلیٰؓ بنت ابی حثمہ کے ساتھ مدینہ آئے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

پھر ان کے بعد عبد اللہؓ بن جحش اپنی بیوی اور اپنے بھائی عبدؓ بن جحش کے ساتھ آئے۔ ان کی کنیت ابو احمد ہے۔ ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد مہاجرین پے در پے آنے لگے۔ جن میں عمارؓ بن یاسرؓ، بلالؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ پھر عثمانؓ بن عفان اُن کی اہلیہ سیدہ رُقیہؓ بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ ہجرت کی۔ پھر تو ہجرت کا ایک سلسلہ چل پڑا اور پورے کے پورے کنبے اپنے گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ جن کے تمام افراد ہجرت کر گئے اور ان کے گھر خالی پڑے رہ گئے۔ جن پر مکّہ میں لوگوں نے قبضہ کر لیا۔ فتح مکّہ کے بعد جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

درخواست کی کہ ہمارے گھر ہمیں واپس دلوائے جائیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) خاموش رہے، صحابہؓ نے اُن لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ پسند نہیں کرتے کہ مہاجرین کا جو مال اللہ کی راہ میں جا چکا ہے، اُسے واپس لینے کی کوشش کریں۔ خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اپنا مکان جو مکّہ میں تھا، ہجرت کے بعد اس پر قبضہ کر لیا گیا تھا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فتح مکّہ کے بعد وہ مکان واپس نہیں لیا۔

پھر عمرؓ بن خطاب نے ہجرت کی۔ وہ قریش کو چیلنج دیتے ہوئے بانگ دہل نکلے۔ اُن کے سامنے کوئی نہیں آیا۔ وہ بیس صحابہؓ کے ساتھ مدینہ آئے۔

حمزہ رضی اللہ عنہ ایک بڑے قافلے کے ساتھ مدینہ تشریف لائے۔ اور اسعدؓ بن زرارہ کے پاس اپنے والد عبدالمطلب کے ننھیال بنی نجار میں ٹھہرے۔

تقریباً سارے مسلمان مکّہ سے مدینہ ہجرت کر چکے تھے۔ اور عام مہاجرین حبشہ بھی مدینہ آ گئے تھے۔ مدینہ میں مہاجرین کو خوش آمدید کہا جاتا تھا۔ کوئی دو، تین ماہ کے عرصہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابوبکر صدیقؓ ان کے اہل خانہ کے سوا گنتی کے مسلمان مکّہ میں رہ گئے۔ وہ مسلمان بھی مکہ میں موجود تھے، جنہیں زبردستی روک لیا گیا یا ان کے خاندان والوں نے اُنہیں قید کر رکھا تھا۔ ان میں کچھ نوعمر لڑکے تھے اور باقی غلام وغیرہ تھے۔ مکّہ میں صہیبؓ رومی تھے۔ اُنہوں نے خاموشی سے اسلام قبول کیا تھا۔ وہ اپنی مرضی سے مکّہ میں سب سے آخر تک مقیم رہے۔ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاص کارکن کی حیثیت سے مکّہ میں مقیم تھے۔ تاکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مکّہ کے حالات و واقعات سے باخبر رکھ سکیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ البلاذری کے مطابق وہ مسلمانوں کے لئے خفیہ طور پر کام کرتے تھے۔ مدینہ سے جو خفیہ لوگ مکّہ بھیجے جاتے تھے وہ اُنہیں پناہ دیتے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچا عباسؓ جو اپنا اسلام چھپائے ہوئے تھے، ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ وہ بھی اسی زمرے میں آتے ہیں، تاہم ان کا معاملہ ذرا مختلف ہے۔ وہ مقدس چشمہ زمزم کے محافظ و نگران اور مکّہ شہر کی حکمران کونسل کے معزز رکن تھے۔ (خطبات بہاولپور)

☆☆☆

Marfat.com

# مشرکین کی دشمنی کے اسباب

مشرکین مکہ یہ دیکھ رہے تھے کہ مدینہ میں اسلام کا ایک مضبوط مرکز قائم ہو گیا ہے۔ اسلام جس حقیقت کا نام ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کو ہر حال میں بلا چوں و چرا قبول کیا جائے۔ مسلمانوں پر یہ فرض ہے، کہ وہ شریعت الٰہی کو نافذ کریں، اور عدل الٰہی کو قائم کریں۔ مگر اس اقتدار میں سے ان کی اپنی ذات کے لئے، یا اپنے قبیلے اور برادری کے لئے یا اپنی قوم کے لئے کوئی حصہ نہ ہو۔ بلکہ وہ سارا کا سارا اللہ کا ہو۔ "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" (اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں ہے۔) کا مدّعا وہ خوب سمجھتے تھے۔ عرب کے مشرکین بھی اپنی زبان دانی کی بدولت اِلٰہ کا مفہوم اور "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے معنے اور مطلب خوب جانتے تھے۔ انہیں اچھی طرح سے معلوم تھا کہ اقتدار پورے کا پورا کاہنوں، پروہتوں، قبائل کے سرداروں، وڈیروں اور امراٗ و حکام کے ہاتھ سے چھین کر اللہ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ وہ خوب جانتے تھے "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ" کا اعلان درحقیقت دنیاوی اقتدار کے خلاف ایک چیلنج ہے۔ جس نے الوہیت کی سب سے بڑی خصوصیت (حاکمیت) کو غصب کر رکھا ہے۔ یہ ان تمام قوانین اور نظاموں کے خلاف ہے جو اس قبضہ غاصبانہ کی بنیاد پر وضع کئے جاتے ہیں۔ اور تمام اُن قوتوں کے خلاف اعلان جہاد ہے، جو اسلام (امن و سلامتی) کے دشمنوں کو سہارا دیتے ہیں۔ عرب اپنی زبان کے نشیب و فراز سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کے حقیقی مفہوم کو پوری طرح سمجھ رہے تھے۔ اسی وجہ سے وہ اس دعوت امن و سلامتی کے خلاف اُس تشدد اور غیظ و غضب کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور اس پیغام حق کے خلاف وہ معرکہ آرائی کی جس سے ہر خاص و عام واقف ہے۔

## رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کا منصوبہ

شہادت حق "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے وہ (مشرکین) اندر ہی اندر خوف زدہ ہو چکے تھے۔ وہ دن رات اسی اندیشے میں رہنے لگے کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہیں ہجرت نہ کر جائیں۔ مشرکین کے جاسوسوں نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو کڑی نظروں میں رکھا تھا۔ وہ

Marfat.com

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی نقل وحرکت سے واقف تھے۔خفیہ بیعت عقبہ اور اہل یثرب کا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو مدعو کرنا سب ان مشرکین کے علم میں آچکا تھا۔اُنہیں معلوم تھا کہ عباسؓ بن عبدالمطلب مشرکین کے خیمے سے نکل کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جماعت میں شریک ہو چکے ہیں۔جاسوسوں نے اُنہیں یہ بھی بتایا کہ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مکّہ میں بالکل تنہا ہیں۔صرف علی رضی اللہ عنہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور چند عورتیں اور بچے رہ گئے ہیں۔اور اب وہ بھی زیادہ عرصہ مکّہ میں نہیں رہیں گے۔

ابوجہل اس بات پر زور ڈالتا ہے کہ اب وقت ضائع کرنے کا موقع نہیں محمد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے درمیان اتنے کمزور کبھی بھی نہیں رہے تھے جیسے اس وقت ہیں۔ان کے بااثر رشتہ دار نہیں رہے اور ساتھی ہجرت کر گئے۔پس یہ سوچ کر مشرکین نے دارالندوہ (Committee House) میں اجلاس بلوایا۔اس اجلاس میں ابوجہل پورے شیطان کے روپ میں شریک ہوا۔جو بہت سی عورتوں اور لڑکے لڑکیوں کا قاتل تھا اور جو غلاموں اور کمزوروں پر ظلم کرنے میں مشہور ومعروف تھا۔اُس کی اوچھی حرکتوں سے اس کے رشتہ دار بھی اکثر مصیبت میں پھنسے رہتے تھے۔

مکّہ کے جو سردار اس اجلاس میں شریک تھے ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوجہل بن ہشام (۲) عتبہ بن ربیعہ
(۳) شیبہ بن ربیعہ (۴) طعمہ بن عدی
(۵) عقبہ بن معیط (۶) حرث بن عامر
(۷) اسود مخزوی (۸) نضر بن حرث
(۹) ابوالبختری بن ہشام (۱۰) حکم بن ابی العاص
(۱۱) نبیعہ بن حجاج (۱۲) منبہ بن حجاج
(۱۳) اُمیہ بن خلف (۱۴) زمعہ بن اسود

وغیرہ

جو سردار اور وڈیرے شریک تھے، ان پر جنون طاری تھا۔اُنہوں نے خوب غور وخوض کیا اور پھر اپنی رائے دینے لگے۔ابوالبختری نے کہا کہ ان کو کسی ایسے مقام پر نظر بند کر دو جہاں کوئی ان سے مل نہ

Marfat.com

سکے۔ لیکن یہ رائے ابو جہل نے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ اس صورت میں ان کے ساتھی حملہ کر کے کسی وقت بھی چھڑا لیں گے۔ اور وہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی بدولت اکثریت اور طاقت حاصل کر کے تم پر چھا جائیں گے۔ پھر ان میں سے کسی شخص نے کہا کہ ہم محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکّہ سے جلاوطن کر دیں تو وہ ہم سے دور ہو جائے گا پھر ہمیں کوئی پروا نہیں وہ جہاں چاہے رہے۔

ابو جہل نے کہا تم دیکھتے نہیں کہ اس کی بات کتنی عمدہ اور اس کی آواز اور الفاظ کتنے میٹھے۔ اس کا انداز اور طرز عمل لوگوں کا دل جیت لیتا ہے۔ وہ اپنے حسن بیان اور اخلاق کریمانہ سے تمام عرب کے لوگوں کو اور خاص طور سے غلاموں اور کمزوروں کو اپنا ہم خیال اور ہمدرد بنالیگا۔ اور ان کو ساتھ لے کر ہم (مشرکین) پر حملہ کر دیگا اور ہمیں روند ڈالے گا۔ اور ہماری سرداری وڈیرہ شاہی اور حکمرانی چھین لے گا۔ اور ہمارا نام و نشان نہ چھوڑے گا اور جو چاہے گا وہ سلوک کرے گا۔

اور پھر ابو جہل نے کہا اب میری (ابو جہل کی) اس بارے میں ایک تجویز ہے اور میں (ابو جہل) نہیں سمجھتا کہ اب تک کسی نے ایسا سوچا ہو۔ اس نے کہا تم سب لوگ میری تدبیر پر عمل کرو تو ہم (مشرکین) کامیاب ہوں گے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ عرب کے ہر مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوان کا انتخاب کیا جائے اور پھر یہ سب مل کر رات کی تاریکی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکان کو گھیر لیں اور جب صبح وہ صلوٰۃ کے لئے نکلے تو اس وقت سب لوگ اپنی اپنی تلواروں سے ایک ساتھ حملہ کر دیں اور انہیں قتل کر دیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ جس قتل میں تمام قبیلے شامل ہوں گے، اس کا بدلہ نہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قبیلہ لے سکے گا اور نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقلد یعنی مسلمان۔ اور اگر وہ ہم سے خون بہا طلب کریں گے تو ہم سب مل کر ادا کر دیں گے۔ اس رائے کو ان ظالموں نے بہت پسند کیا۔ اور کہا کہ دیکھو ابو جہل قتل کا کتنا اچھا منصوبہ بنا لیتا ہے۔ ابلیس نے کہا یہ میرا پکا دوست ہے۔ ان سب نے کہا واقعی ابو جہل کے کیا کہنے ہیں۔ بس یہی رائے نہایت قوی اور صحیح ہے۔ اس پر کل آنے والی رات میں عملدرآمد کرو۔ اس رائے کے مقرر ہونے کے بعد ان لوگوں نے دارالندوہ ہی میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور خوب شراب پی اور رات دیر گئے اپنے اپنے گھروں میں جا کر سو گئے۔

ہمارے مورخین کی اکثریت کہتی ہے کہ پھر جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی سازش کی خبر دی۔

Marfat.com

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کہتے ہیں کہ کفار کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ اتنا خام تھا کہ اُسے خفیہ رکھنا ممکن ہی نہ تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خالہ بھاگی بھاگی آئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب کچھ بتا دیا۔ غالباً انہوں نے یہ سب کچھ اپنے شوہر کے خاندان والوں سے سنا تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے وقت قتل کرنے کی سازش تیار کر لی گئی ہے۔ (خطبات بہاولپور)

☆☆☆

Marfat.com

# رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ہجرت

ابوبکر صدیقؓ جب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے ہجرت کی اجازت مانگتے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فرماتے کہ تم جلدی نہ کرو شاید اللہ تمہارا ساتھی کردے۔ ابوبکر صدیقؓ کو امید تھی کہ شاید ساتھی سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مراد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اپنی ذات مبارک ہو۔ اس سبب سے ابوبکر صدیقؓ نے دو اونٹنیاں منتخب کیں اور چار ماہ تک انہیں خوب کھلاتے پلاتے رہے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

جب قریش نے فیصلہ کرلیا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کردیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ٹھنڈے دماغ سے سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ہجرت سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) روزانہ میرے والد (ابوبکر صدیقؓ) کے مکان پر آتے اور آئندہ کے اقدام کے بارے میں مشورہ کرتے۔ چھ مہینے تک نہایت رازداری کے ساتھ ساری تیاریاں مکمل کی گئیں اور ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت اللہ تعالیٰ کی اجازت ملنے کے بعد مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (پیغمبر انقلاب از وحیدالدین خان)

''اور دعا کرو کہ میرے رب مجھے داخل کر سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی جگہ پر اور مجھے نکال سچائی کے ساتھ نکلنے کی جگہ سے اور اپنے پاس سے طاقت کو میرا مددگار بنا''۔ (ترجمہ: بنی اسرائیل آیت ۸۰)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو جس دن ہجرت کا حکم ہوا، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ٹھیک دوپہر کے وقت تشریف لائے۔ ابوبکرؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو دیکھتے ہی کہا کہ آج ضرور کوئی نئی بات ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس وقت تشریف لائے ہیں۔ جس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قریب آئے، ابوبکرؓ نے تخت سے نیچے اُتر کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو تعظیم دی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو تخت پر بٹھایا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ بہت خوش ہوئے اور ان کو خوشی سے رونا آگیا۔ پھر ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں نے اسی دن کے

Marfat.com

واسطے دو اونٹنیاں تیار کر رکھی ہیں۔ یہ دونوں اونٹنیاں ابو بکرؓ نے بنی وائل کے ایک شخص عبداللہ بن اریقط کے پاس چرنے کو چھوڑ رکھی تھیں۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہجرت کی خبر مکّہ میں کسی کو نہ ہوئی سوائے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر کے لوگوں اور علی رضی اللہ عنہ کے۔ اُن سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے جانے کا کہہ دیا تھا، اور جو جو امانتیں لوگوں کی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس تھیں، وہ علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھیں، تاکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جانے کے بعد وہ امانتیں لوگوں کو واپس کر دیں۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

دیکھا آپ نے مشرکین جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اخلاق یہ ہے کہ قاتلوں کو امانتوں کی ادائیگی کی فکر میں ہیں۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جب ہجرت کا ارادہ کیا، تو ابو بکرؓ کے گھر کی پشت میں ایک کھڑکی تھی، اس میں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابو بکرؓ دونوں نکل کر مکّہ کے باہر ثور پہاڑ کے ایک غار میں تشریف لے گئے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

آج دنیا کا سب سے بڑا محسن (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) بغیر کسی قصور کے بے گھر ہو رہا تھا۔ آج وہ اُن گلیوں کو الوداع کہہ رہا تھا۔ جن میں وہ چل پھر کر جوان ہوا تھا، اور جن میں اس نے حق کا بول بالا کرنے کے لئے ہزاروں ہی پھیرے کئے تھے۔ اور جن میں اس نے بد اخلاقی سنی تھی اور ایذا سہی تھیں۔

آج وہ حرم کے مرکز کے روحانی منظر سے دور ہو رہا تھا۔ جس میں اس نے بار بار سجدے کئے تھے۔ بار بار قوم کے لئے فلاح کی دعائیں مانگی تھیں۔ بارہا قرآن پڑھا تھا اور بارہا اس مقدس چار دیواری اس واحد پناہ گاہ امن وسلامتی میں بھی مخالفین کے ہاتھوں دکھ اُٹھائے تھے اور ان کے دل چھیدنے والے بول سنے تھے۔

آج وہ اس شہر کو آخری سلام کر رہا تھا، کلیجہ کٹا ہوگا، آنکھیں ڈبڈبائی ہوں گی، جذبات اُمڈے ہوں گے، مگر اللہ کی رضا اور زندگی کا مشن چونکہ اس قربانی کا بھی طالب ہوا، اس لئے انسان کامل نے یہ قربانی بھی دے دی۔ (محسن انسانیت از نعیم صدیقی)

Marfat.com

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخری نگاہ ڈالتے ہوئے مکّہ سے یہ خطاب فرمایا:

''اللہ کی قسم! تو اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے۔اور اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑھ کر محبوب۔اگر یہاں سے مجھے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا''۔(محسن انسانیت از نعیم صدیقی)

غارِ ثور میں پہنچ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر ماسویٰ سے رخ ہٹا کر صلوٰۃ اور دعا اور ذکر الٰہی میں مستغرق ہو گئے۔ادھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے مطابق علی رضی اللہ عنہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بستر پر سو گئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سبز حضرمی چادر اوڑھ لی۔مشرکین تمام رات آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مکان کے باہر کھڑے رہے، ان کا منصوبہ تھا کہ صبح جب محمد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) صلوٰۃ فجر کی ادائیگی کے لئے کعبۃ اللہ جائیں گے تو وہ ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دیں گے۔مگر جب صبح ان کو یہ معلوم ہوا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے بستر پر علی (رضی اللہ عنہ) سو رہے تھے، تو وہ علی رضی اللہ عنہ پر غصہ نکال کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاش میں دوڑ پڑے۔

اور پھر ابو جہل اور اس کے ساتھی کہتے پھر رہے تھے محمدؐ، محمدؐ، محمدؐ کہاں ہیں محمدؐ، محمدؐ کہاں ہیں۔ مکّہ کے ہر گھر میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ہی نام لیا جا رہا تھا۔تمام کافر مرد اور عورتیں دوڑے پھر رہے تھے۔محمد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاش میں مسلمانوں کا ہر گھر اور مکہ کا کونہ کونہ چھان مارا گیا۔یہاں تک کہ پہاڑوں اور چٹانوں کے نیچے اور غاروں کے اندر تلاش کئے گئے۔اس کے بعد ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے دو ماہر کھوجیوں کی مدد حاصل کی لیکن قدموں کے نشان کہیں نہیں مل رہے تھے۔کیوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ قدموں کے نشان مٹانے کے لئے اپنا ریوڑ اس راستے سے گھر میں لائے تھے۔جہاں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گزرے تھے۔لیکن کچھ دوسرے لوگ غارِ ثور تک پہنچے، مگر وہاں پر اُنہوں نے دیکھا کہ غار پر ہر طرف جھاڑیاں کھڑی ہیں گھاس اُگا ہوا ہے، اور ہر طرف غار کے کناروں پر خشک گھاس پھیلی پڑی ہے، اور غار کے اوپر جھاڑیوں پر مکڑی کا جالا تنا ہوا ہے۔جو لوگ آئے تھے وہ غار کے اندر جھانکے بغیر واپس لوٹ گئے۔ان کے ساتھیوں نے پوچھا غار کے قریب پہنچ کر بھی تم نے اس کے اندر نہیں جھانکا؟ انہوں نے جواب دیا ہم کیسے جھانکتے جب کہ غار کے منہ پر مکڑی نے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی پیدائش سے پہلے کا جالا تنا ہوا ہے اور کانٹے دار جھاڑ جھنکار کھڑا ہے۔ان علامات سے ہم نے سمجھا کہ غار میں کوئی فرد

Marfat.com

بشر نہ ہوگا۔ اور ہم اندر جھانکے بغیر واپس چلے آئے۔

اسی موقع پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے پاؤں کے نیچے دیکھے تو ہمیں دیکھ لیگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تمہارا کیا خیال ہے، اُن دو آدمیوں کے متعلق جن میں تیسرا اللہ ہے۔ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی بات کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو گے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ اس کی مدد اُس وقت کر چکا ہے جب اُسے کافروں نے نکال دیا تھا۔ جب وہ دو میں کا ایک تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ (ترجمہ: سورت التوبہ آیت ۴۰)

کافروں نے بہت بھاگ دوڑ کی، پہاڑوں کی غاروں میں چٹانوں کے نیچے ہر جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلاش کیا آخر کہیں بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ملے تو انہوں نے اعلان عام کر دیا کہ جو شخص بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دے یا گرفتار کرلائے، اس کے لئے ایک سو اونٹ کا انعام ہے۔

راز داران ثور صرف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہؓ دو صاحب زادیاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اور ایک غلام عامرؓ بن فہیرہ تک محدود تھے۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کام پر مامور تھے کہ کفار کے تمام حالات اور دن بھر کی تمام کاروائیوں سے رات کے وقت غار ثور میں آکر مطلع کیا کریں۔ اسی طرح عامر رضی اللہ عنہ کو حکم تھا کہ بکریوں کا ریوڑ دن بھر ادھر اُودھر چراتے پھرا کریں، اور رات کے وقت اس ریوڑ کو غار ثور کے قریب چراتے ہوئے لے آیا کریں۔ جب عبداللہؓ اپنے فرائض انجام دے کر چلے جاتے تو عامرؓ بکریوں کا دودھ دُوہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتے۔ اور ریوڑ کو عبداللہؓ کے قدموں کے کھوج مٹانے کے لئے اسی راہ سے مکہ لے آتے۔ اس طرح عبداللہؓ کے قدموں کے نشان ریوڑ سے مٹ جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین روز تک غار ثور میں چھپے رہے۔

Marfat.com

مشرکین رات دن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاش میں مارے مارے پھرے۔ تیسرے دن مشرکین کا جوش وخروش سرد پڑ گیا۔ تو عبداللہ بن اریقط کے پاس پیغام بھیجا کہ اونٹنیاں لے کر کوہ ثور کے دامن میں آجاؤ۔ حسب منصوبہ چوتھی رات عبداللہ بن اریقط تین اونٹنیاں لے کر پہنچے۔ وہاں پر عبداللہؓ بن ابی بکرؓ کو منصوبے کے مطابق موجود پایا۔ وہاں سے یہ لوگ ایک مخصوص جگہ پر گئے، جہاں پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، ابوبکر صدیقؓ سیدہ اسماءؓ سیدہ عائشہ صدیقہؓ موجود تھے۔ سیدہ اسماءؓ اور سیدہ عائشہؓ کچھ دیر پہلے اپنے بھائی عبداللہؓ کے ساتھ ایک اونٹ پر آئیں تھیں۔ عامرؓ بن فہیرہ اس جگہ سب سے پہلے آنے والوں میں سے تھے۔

سیدہ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ زادِ سفر لائیں تھیں، اس میں باندھنے والا بندھن نہیں مل رہا تھا، اس لئے انہوں نے فوراً اپنا کمر بند (Belt) کھولا اور دو حصوں میں اُسے چاک کیا، ایک سے توشہ باندھا اور دوسرے کو کمر پر باندھ لیا۔ اس بروقت و بامحل تدبیر کو دیکھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُن کو ذات النطاقین کہا۔ چنانچہ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہ ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ (صحیح بخاری)

اس کے بعد ایک اونٹنی پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سوار ہوئے۔ دوسری پر ابوبکر صدیقؓ اور عامرؓ بن فہیرہ سوار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط جو ساحل سمندر کی طرف سے مدینہ کا راستہ جانتے تھے، ایک اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور یہ قافلہ رات کے پہلے حصہ میں روانہ ہوا۔ ان مہاجرین کو الوداع کہنے والے، آخری سلام پیش کرنے والے پُر آب آنکھوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ سے دُعائیں مانگتے ہوئے مکہ میں اپنے گھر میں آ کر صلوٰۃ پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ ان کے نام یہ ہیں عبداللہؓ بن ابی بکرؓ، سیدہ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ بنت ابی بکرؓ۔ یہ سب لوگ اللہ پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں اس لئے ان کو کسی دوسری چیز کا خوف نہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اوس اور خزرج کے ایمان لانے کے بعد چھ مہینے کے دوران ہجرت کا انتہائی کامل منصوبہ بنایا۔ اور اسکے بعد مکّہ سے نکلے۔ کیوں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسی شخص کی مدد کرتا ہے، جو خود اپنی نصرت کے لئے کوشاں ہو اور اپنے ساتھ اپنے بھائی کی مددگاری کے لئے کوشش کرنے والا ہو۔

''تم اللہ کی سُنت میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے اور اللہ کے طریقے (سنت) میں کبھی تغیّر نہ پاؤ

Marfat.com

گے''۔ (ترجمہ: سورت فاطر آیت ۴۳)

آپ نے دیکھا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ایسے غار میں داخل ہوئے، جس پر جھاڑ جھنکار اس طرح کھڑا ہوا تھا کہ باہر سے دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ اس میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ جھاڑیاں کاٹی نہ جائیں۔

اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا کی افواج اس طریقے پر عمل کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ:

''اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کریگا اور تمہارے قدموں کو جمادے گا''۔

(ترجمہ: سورت محمد آیت ۷)

یہاں اللہ کی مدد کرنے سے مراد اللہ کی اسکیم، اللہ کے منصوبے کے ساتھ موافقت ہے۔ یعنی واقعات کو ظہور میں لانے کے لئے اللہ کا جو نقشہ ہے اور اس کے لئے اللہ نے جو موافق حالات فراہم کئے ہیں ان کے ساتھ اپنی کوشش کو جوڑ دینا، جو لوگ اس طرح اللہ کی نصرت کریں ان کو جماؤ حاصل ہوتا ہے اور بالآخر وہ کامیاب رہتے ہیں۔ اللہ کی اس دنیا میں اللہ کے منصوبے سے مطابقت کرکے ہی کوئی نتیجہ حاصل کیا جا سکتا ہے نہ کہ بطور خود آزادانہ عمل کرکے۔ (پیغمبر انقلاب از وحید الدین خان)

مکّہ میں جادوگروں، رملیوں، نجومیوں اور دوسرے تمام اقسام کے شیطانوں میں ہلچل مچ گئی۔ وہ چاہتے تھے، محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کسی بھی طرح مدینہ نہ پہنچ پائیں۔ ابوجہل اور دوسرے مشرکین مکّہ ان کے پیچھے دوڑ پڑے اور کہا جلدی بتاؤ کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہاں ہیں اور جلدی جادو کرو، تم پچھلے ۱۳ سال میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور کسی ایک بھی مسلمان پر جادو کرنے میں ناکام رہے ہو۔ اب تو جلدی کرو۔

اللہ فرماتا ہے:

''جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا (شیطان) کا کچھ زور نہیں چلتا''۔ (ترجمہ: بنی اسرائیل آیت ۶۵)

''اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ کسی شان سے وہ آئے''۔ (ترجمہ: سورت طٰہٰ آیت ۶۹)

''بے شک نہیں ہے اس (شیطان) کے لئے کچھ زور، ان لوگوں پر جو مومن ہیں اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں''۔ (ترجمہ: سورت النحل آیت ۹۹)

Marfat.com

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ پر پورا بھروسا رکھتے ہیں۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو غار میں خبر یں مل چکی تھیں کہ مشرکین نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاش میں شہر اور ارد گرد کا چپہ چپہ چھان مارا ہے۔اور ان کے جاسوس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی نقل وحرکت معلوم کرنے کے لئے سرگرم ہیں اور لوگ انعام کے لالچ میں تاک میں لگے ہوئے ہیں۔اس لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بہت محتاط ہو گئے اور پھونک پھونک کر قدم اُٹھانے لگے۔

دلیل راہ عبداللہ بن اریقط ،آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اشارہ ملتے ہی چل پڑا۔وہ اس قافلہ کو سب سے پہلے مدینہ کے بجائے یمن کے رخ پر لے گیا اور جنوب کی سمت خوب دور تک چلا گیا، پھر مغرب کی طرف مڑا اور ساحل سمندر کا رخ کیا، پھر ایک ایسے راستے پر پہنچ کر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے، شمال کی طرف مڑ گیا۔ یہ راستہ ساحل بحر احمر کے قریب اور سنسان تھا۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور ساتھی رات بھر چلتے رہے۔اور پھر دوسرے دن دوپہر ہوئی تو ایک چٹان کے سائے میں ٹھہرے۔

مشرکین مکہ نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ لائے گا اسے ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے۔اس بڑے انعام کے لالچ میں بنی مدلج کا ایک شخص سراقہ بن مالک بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش میں تھا۔سراقہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے قافلے کو چٹان کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔

سورج مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہو چکا تھا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھی روانگی کی تیاری کر رہے تھے کہ اتنے میں سُراقہ اپنے غلاموں کے ساتھ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف مُڑا۔وہ گھوڑے پر سوار تھا۔مُڑتے ہی اُس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور ساتھ ہی سُراقہ گھوڑے کی پشت سے زمین پر گر پڑا۔اس حالت میں اس کے اسلحہ نے اسے شدید تکلیف پہنچائی۔اس سے پہلے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھی اُسے پکڑتے اس نے چیخ چیخ کر معافی مانگنی شروعِ کردی۔ معاف کرنا اور درگزر کرنا ،آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی عادت اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا دستور تھا۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اسی بات کی نصیحت فرماتے تھے۔رحمتہ للعالمین (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُسے معاف کر دیا۔پھر سُراقہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم ) کو مہمان بنانا چاہا، مگر اس کی یہ پیش کش شکریہ کے ساتھ مسترد کردی گئی۔ پھر اُس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) سے عاجزانہ الفاظ میں گذارش کی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) میرے لئے پروانہء امن وامان لکھ دیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے کہنے پر چمڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر سُراقہ کو دیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس وقت سُراقہ سے فرمایا ''اے سُراقہ ! اس وقت تیری کیا شان ہوگی، جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔

(سُراقہ فتح مکّہ کے بعد مسلمان ہوا اور اسی تحریر کو اس نے اپنے لئے دستاویز امان بنایا۔ پھر اس واقعہ کے ۱۸ سال بعد فتح مدائن (ایران) کے مال غنیمت میں کسریٰ کے کنگن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے سُراقہ ؓ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے۔ اور زبان سے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ کی بڑی شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن سُراقہ کے ہاتھوں میں پہنائے )۔

پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں سے آگے بڑھ گئے اور شام کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کا گذر قوم خزاعہ کی ایک ضعیف خاتون ام معبد کی سرائے سے ہوا۔ وہ مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ یہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) اور ساتھ والوں نے دودھ پیا اور روانہ ہوگئے۔

اثنائے راہ میں ینبوع کے مقام پر بنواسلم کے لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے پاس آئے۔ ان کے سردار بریدہ بن حصیب اسلمیؓ اور ان کے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ جو ستر سے زیادہ گھرانے تھے۔ ان لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے پیچھے عشاء کی صلوٰۃ پڑھی۔ ان لوگوں نے مرتے دم تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی تقلید پر قائم رہنے کا عہد کیا۔ قبیلے کے محافظ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قافلہ کو اپنی حدود کے آخر تک چھوڑ آئے۔ بریدہؓ غزوہ احد کے بعد مدینہ آگئے۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کا قافلہ مقام عرج میں پہنچا، جہاں بعض اُونٹ والے ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس جگہ سے قبیلہ اسلم کے ایک رئیس نے جن کا نام اوس بن حُجر تھا۔ اُس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے اونٹ پر سوار کیا۔ اور ایک غلام مسعودؓ بن ہنیدہ کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے ساتھ کیا کہ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کو مدینہ کے قریب چھوڑ آئے۔ غزوہ اُحد کے موقعہ پر بھی اوس بن حُجر نے مشرکین مکّہ کی آمد کی خبر، اپنے اسی غلام کے ذریعے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو

Marfat.com

بھجوائی تھی۔اوس مسلمان ہو گیا تھا لیکن عرج ہی میں قیام پذیر رہا۔

مسعودؓ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے قافلہ کو لے کر عرج سے رکوبہ کی دائیں جانب ثنیۃ العابر میں آیا۔ یہاں سے بطن ریم کی طرف آیا۔ وادی ریم میں پہنچے تو زبیرؓ بن العوامؓ سے ملاقات ہوئی جو مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام سے واپس آرہے تھے۔ انہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور ساتھیوں کو سفید لباس ہدیہ میں پیش کیے۔ یہ لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے انتظار میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔

وادی ریم سے چل کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا قافلہ مقام قباء میں پہنچا۔ جس روز آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہاں پہنچے ہیں ربیع الاول کی بارھویں تاریخ، پیر کا دن اور دوپہر کا وقت تھا۔ (جوامع السیرۃ از ابن حزم)

دوشنبہ (پیر) ۸ ربیع الاول ۱۴ نبوت یعنی ۱ ہجری مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قباء میں وارد ہوئے۔ (الرّحیق المختوم از صفی الرّحمٰن مبارک پوری)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قبا پہنچنے کی تاریخ میں راویوں کے بیانات مختلف ہیں، لیکن صحیح بات جو معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یکم ربیع الاوّل ۱ھ کو مکّہ سے نکل کر غارِ ثور میں تشریف لے گئے۔ تین شب و روز وہاں پر رہے۔ چار ربیع الاوّل کی رات کو وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور ۱۲ ربیع الاوّل کو دوپہر کے وقت قبا پہنچ گئے۔ اس شمسی حساب سے یہ تاریخ ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء ہے۔ (سیرت سرورِ عالم از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی مکّہ سے روانگی کی خبر جب سے اہلِ مدینہ نے سنی تھی۔ وہ لوگ روزانہ صبح ہی صبح جنوب کی طرف نکل جاتے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے انتظار میں کھڑے رہتے تھے۔ جب دھوپ بہت تیز ہو جاتی تو واپس اپنے گھروں کو پلٹ آتے تھے۔

دوپہر کا وقت تھا اور لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا انتظار کر کے جا چکے تھے۔ ایک شخص نے ایک بلند مقام سے دیکھا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک مختصر قافلے کے ساتھ کھجوروں کے ایک باغ کی طرف سے آرہے ہیں۔ اس کے پکارنے سے سب لوگ جوش اور مسرت سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہتے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے گرد جمع ہو گئے۔ مرد خوب ہتھیار لگا لگا کر آئے اور عورتیں

Marfat.com

اپنے بچوں کو لے کر آئیں اور دف بجا بجا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا استقبال کیا۔

قبا، مدینہ کی جنوبی سمت میں پانچ کلومیٹر پر واقع ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ ایک کنویں کا نام قبا تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قبا مشہور ہو گیا۔ یہ شاداب علاقہ ہے جس میں انگوروں، کھجوروں، انجیروں اور اناروں کے باغات ہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قبا (مدینہ) میں کلثومؓ بن ہدم کے مکان میں ٹھہرے جو قبیلہ اوس کی شاخ بنی عمرو بن عوف کے ایک رئیس تھے۔

یہاں پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک سادہ سی مسجد بنائی۔ یہ مسجد کلثومؓ بن ہدم کے کھیت میں بنائی جو مسجد قبا کے نام سے جانی جاتی ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وہیں صلوٰۃ پڑھا کرتے تھے۔

مکّہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لوگوں کی جو امانتیں محفوظ تھیں، ان کو علی رضی اللہ عنہ نے ان دنوں میں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں جن دنوں میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) غار ثور میں تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے غار ثور سے چلنے کے بعد علی رضی اللہ عنہ بھی منصوبے کے مطابق اُسی راستے سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے قبا میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے آملے۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ مقیم ہو گئے۔

دیکھا آپ نے اور یہ بات خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے کہ کافر دوڑے دوڑے پھر رہے تھے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قتل کر دیں۔ دوسری طرف ان کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی دیانت وامانت پر اس قدر اعتماد تھا کہ اپنی قیمتی چیزیں زیورات، سونا، چاندی وغیرہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی کے پاس امانت رکھ جاتے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مکّہ سے رخصت ہوتے وقت بھی امانت داری کو اس احتیاط سے ملحوظ رکھا کہ علی رضی اللہ عنہ کو صرف اس لئے چھوڑ گئے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں۔

ہجرت کا واقعہ اسلامی تاریخ کا اہم ترین واقعہ ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ ہجرت سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) روزانہ میرے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے مکان پر آتے اور آئندہ کے اقدام کے بارے میں مشورہ کرتے، چھ مہینے تک نہایت رازداری کے ساتھ ساری تیاریاں

Marfat.com

مکمل کی گئیں، اس کے بعد ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک معتمد رہنما کو لے کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ (پیغمبر انقلاب از وحید الدین خان)

ہمارے کئی ایک مورخین نے اس واقع کی اصل حقیقت کو طلسماتی کہانیوں میں گم کر دیا ہے۔ طلسماتی کہانیوں کے اضافوں کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ آدمی کی نگاہ عجائبات اور طلسمات کی طرف چلی جاتی ہے اور حکمت اور نصیحت کا پہلو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

''تو تم ایک طرف کے ہو کر دین پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ اللہ کی فطرت کو جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اختیار کئے رہو۔ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تغیّر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (ترجمہ: سورت الرّوم آیت ۳۰)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم قبا میں چار دن، یا گیارہ دن، اور جب تک اللہ نے چاہا، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہاں رہے۔ اور جب اللہ کا حکم ہوا تو یہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔

# ہجرت کے وقت کا مدینہ

مدینہ کا قدیم نام یثرب تھا۔ یہ مکّہ سے ۲۷۵ میل (۴۴۰ کلومیٹر) دور شمال میں واقع ہے۔ (شاہکار اسلامی انسائکلو پیڈیا)

اس شہر کو یثرب بن مہلائل نے جو عمالقہ سے آیا تھا آباد کیا۔ پھر یہودی یہاں پر آئے اور اس علاقے پر قابض ہو گئے، اور شہر کو عمالقہ سے چھین لیا۔ (تاریخ ابن خلدون از عبدالرحمٰن بن خلدون)

یہودیوں کے بعد قحطان خاندان کے دو بھائی یمن سے آئے۔ اُنہی دو بھائیوں کے نام پر اوس اور خزرج قبیلوں کے نام پڑے۔ یہ قبیلے بت پرست تھے۔ ان کا خاندان وقت کے ساتھ پھیلتا گیا۔ (شاہکار اسلامی انسائکلو پیڈیا) اور پھر وہ یثرب میں یہودیوں پر حاوی ہو گئے۔

مدینہ کے شمال میں جبل اُحد، جنوب میں جبل عیر، مشرق اور مغرب دونوں طرف پتھریلے میدان ہیں۔ یہ تقریباً بارہ مربع میل پر پھیلا ہوا علاقہ ہے جو انتہائی زرخیز اور شاداب ہے۔ یہاں پر پانی وافر

Marfat.com

مقدار میں دستیاب ہے۔آب وہوا معتدل اور خوشگوار ہے۔

یہ سرسبز نخلستان ہے۔ جسے ہر طرف سے کھجوروں کے بلند وبالا اور تناور درختوں نے اپنے جھرمٹ میں لیا ہوا ہے۔وافر پانی، زرخیز زمین خوشگوار آب وہوا کا پایا جانا اور یہاں کے جغرافیائی محل وقوع اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ یہ شہر بہت قدیم زمانے میں آباد ہو گیا تھا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تشریف لانے کے وقت مدینہ کی بستی پندرہ سے زیادہ گاؤں یا دیہاتوں پر مشتمل تھی۔ ہر گاؤں کے اندر ہی بڑے بڑے محلے تھے اور ان کے اندر ہی مکانات، کھیت، کھجوروں کے باغات اور کنویں وغیرہ تھے۔ اور ان میں بڑے بڑے خاندان آباد تھے۔ اس وقت مدینہ میں پچاس سے زیادہ قلعے تھے۔ اور بڑی حویلیاں تھیں۔ مدینہ متحدہ دیہاتوں کا نام تھا۔ ہر گاؤں یا دیہات کی اپنی الگ پنچائت تھی۔ قبیلے کا سربراہ پنچائت کا بھی سربراہ ہوتا تھا۔ خاندانوں کے رئیس پنچائت کے بھی ممبر ہوتے تھے۔ ہر دیہات کا نام دار (حویلی) کے نام پر تھا۔

اس وقت قبائل کی تقسیم اس طرح سے تھی۔

(۱) خزرج کے نو بڑے قبیلے جو مزید کئی شاخوں میں بٹے ہوئے تھے، اور ان کے خاندان

(۲) اوس کے تین بڑے قبیلے اور ان کی شاخیں اور ان کے خاندان۔

(۳) یہود کے تین بڑے قبیلے اور ان کی شاخیں اور ان کے خاندان۔

## مدینہ میں ورود مسعود

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قبا میں چار دن یا کچھ زیادہ دن قیام کے بعد اللہ کے حکم سے مدینہ کا قصد فرمایا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بنونجار کے پاس پیغام بھیجا۔ وہ لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دادا کے ننھیالی تھے۔ وہ ہتھیار لگا کر آئے۔ دوسرے قبائل بھی سوار و پیادہ جمع ہو گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اونٹنی پر سوار ہو کر انصار کے گھیرے میں دار بنونجار کی طرف روانہ ہوئے۔ بنوسالم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بطن وادی میں اس مقام پر جمعہ پڑھا، جہاں اب مسجد ہے۔ جو مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں ایک سو آدمیوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ جمعہ پڑھا، یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔ (رحمۃ للعالمین از قاضی سلیمان

Marfat.com

سلمان منصور پوری)

## پہلے جمعہ کا خطبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے جمعہ کا خطبہ جو مدینہ پہنچ کر بنی سالم بن عوف میں پڑھا تھا۔ مفہوم کچھ اس طرح سے ہے۔

''حمد صرف اللہ کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں۔ مدد و بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ اور نافرمانی کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں، وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور رسول ہے۔

اسی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانے میں بھیجا ہے۔ جب کہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا پر نہ آیا۔ علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی۔ اُسے آخری زمانے میں اس الساعۃ (قیامت) کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے۔ جو کوئی اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ یاب ہے۔ اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا۔ درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو میں تمہیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے، یہ ہے کہ اُسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے اللہ نے تمہیں پرہیز کرنے کو کہا ہے، ان سے پرہیز کرو۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈر کر کام کر رہا ہے، تقویٰ بہترین مددگار ثابت ہوگا۔ اور جب کوئی شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کا معاملہ خفیہ وظاہر میں درست کر لے گا اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوگی تو ایسا کرنے سے اس کے لئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد جب انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر معلوم ہوگی ذخیرہ بن جائے گا۔

لیکن، اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اس کا ذکر قرآن میں موجود ہے کہ انسان پسند کریگا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں۔ اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ تو اپنے بندوں پر نہایت

Marfat.com

مہربان ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کے حکم کو سچ جانا اور وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت یہ ارشاد الٰہی موجود ہے۔

''ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی، اور ہم اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتے''۔

اپنے موجودہ اور آئیندہ ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو، کیوں کہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری، عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو روشن، رب کو راضی اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔

مسلمانو! خوش رہو۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگزاشت نہ کرو۔ اللہ نے اسی لئے تم کو اپنی کتاب سکھائی ہے اور اپنا راستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ کر دیا جائے۔ لوگو! اللہ نے تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ اور جو اللہ کے دشمن ہیں، اُنہیں دشمن سمجھو اور اللہ کے راستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو۔ اس نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو۔ اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے۔ اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو، اور آئیندہ زندگی کے لئے عمل کرو۔ کیوں کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو درست کر لیتا ہے اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان معاملہ کو درست کر دیتا ہے۔ اور اللہ بندوں پر حکم چلاتا ہے۔ اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ اللہ بندوں کا مالک ہے۔، اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور کوئی طاقت اللہ عظمت والے کے سوا نہیں ہے۔ (رحمتہ للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

جمعہ کی صلوٰۃ سے فارغ ہوئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس عباسؓ بن عبادہ، عتبانؓ بن مالک اور بنو سالم کے لوگ آئے اور انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ارشاد فرمایا میں اللہ کے طرف سے مامور ہوں۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور یثرب (مدینہ) کی جانب بڑھے اور اسی دن سے یثرب کا نام مدینتہ النبی ہو گیا۔ جسے مختصراً ''مدینہ'' کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

مدینہ کے لوگ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے استقبال کے لئے ٹوٹ پڑ رہے تھے۔ اہل مدینہ نے اس سے پہلے ایسا شاندار دن نہیں دیکھا تھا۔ مدینہ کے تمام لوگ اپنے گھروں سے نکل آئے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) آگے بڑھے انصار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی اونٹنی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ یہاں تک کہ اونٹنی دار بنو بیاضہ میں پہنچی تو زیادؓ بن لبید، فروہؓ بن عمرو اور بنو بیاضہ کے لوگ آگے بڑھے اور کہا یارسول اللہ ہمارے ہاں قیام فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا میری اونٹنی مامور ہے اس کا راستہ چھوڑ دو۔

آج اس پرشکوہ رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی زیارت کے لئے اہل مدینہ کے بچے، بوڑھے، عورتیں اور مرد بے قرار ہیں۔ اور جب اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے اونٹنی کی مہار اپنے ہاتھ سے چھوڑ کر اس کی گردن پر رکھ دی کہ جہاں رب کی مشیّت کا اشارہ ہوگا، وہ ازخود بیٹھ جائے گی، تو ہجوم کا نظام رفتار بالکل بدل گیا، لوگ دوسری دوسری گلیوں سے آ آ کر راستوں کے کناروں پر کھڑے ہو گئے۔ اہل مدینہ مشتاق تھے، ایسی ہستی کی زیارت کے لئے جس نے توحید کی ترویج کے لئے اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور جو اس راہ میں متواتر تیرہ برس تک لوگوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنا رہا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی اونٹنی اور آگے بڑھی اور دار بنو ساعدہ کے قریب پہنچی تو سعدؓ بن عبادہ، منذر بن عمروؓ اور بنو ساعدہ کے لوگوں نے بھی یہی عرض کیا، یارسول اللہ ہمارے ہاں قیام فرمایئے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ مامور ہے۔ اونٹنی آگے بڑھی جب دار بنو حارث بن الخزرج پہنچی تو سعدؓ بن الربیع، خارجہؓ بن زید اور عبداللہؓ بن رواحہ نے اونٹنی کی مہار تھام لی اور کہا، یارسول اللہ ہمارے ہاں قیام فرمایئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے پھر وہی فرمایا یہ مامور ہے۔ الغرض جب اونٹنی دار بنو عدی بن نجار پہنچی جو عبدالمطلّب کے ننھیالی تھے تو سُلیطؓ بن قیس اور دوسرے بہت سے افراد نے آگے بڑھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) ہمارے ہاں قیام فرمائیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے اُنہیں بھی وہی جواب دیا کہ یہ مامور ہے یہ لوگ بھی خاموش ہورہے۔

بالآخر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی اونٹنی دار بنو مالک بن نجار کے ہاں اس مقام پر پہنچی جہاں آج مسجد نبوی ہے تو وہ بیٹھ گئی۔ لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نہیں اُترے، پھر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی اور

Marfat.com

پھر کچھ دور تک گئی، پھر مڑ کر دیکھنے کے بعد پلٹ آئی اور اپنی پہلی جگہ پر دوبارہ بیٹھ گئی۔ تب رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس پر سے اتر آئے۔ اور فرمایا ''اگر اللہ نے چاہا! تو یہی منزل ہے''۔ اب لوگوں نے اپنے اپنے گھر لے جانے کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے عرض معروض شروع کی۔ ادھر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جلدی جلدی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا سامان اٹھالیا اور اپنے گھر لے گئے۔ اس پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا '' آدمی اپنے سامان کے ساتھ ہے''۔ اور اسعد بنؓ زرارہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی نکیل پکڑ لی اور اُسے لے گئے، وہ اُنہی کے پاس رہی۔

اونٹنی اس جگہ بیٹھی تھی جہاں اسعدؓ بن زرارہ نے ایک احاطہ بنا رکھا تھا، جس میں بغیر چھت کے چھوٹی مسجد تھی، وہاں مسلمان صلوۃ پڑھا کرتے تھے۔ یہ یثرب میں سب سے پہلی مسجد تھی۔

اسعدؓ بن زرارہ کو مدینہ کے لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے کا شرف حاصل ہے۔ سب سے پہلے اسعدؓ بن زرارہ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بیعت کی۔ ہر بیعت میں وہ شامل رہے۔ انہیں یہ امتیازی مرتبہ بھی حاصل ہوا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے انہیں ''نقیب النقباء'' مقرر فرمایا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابوایوبؓ کے مکان میں عارضی قیام کا فیصلہ فرمایا۔ مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے مکان تعمیر ہونے تک آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وہاں پر رہائش پذیر رہے۔ جب مسجد اور مکان تیار ہو گئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان میں تشریف لے آئے۔

## مسجد نبوی کی تعمیر

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اونٹنی دار بنو مالک بن نجار میں جہاں پر پہلے بیٹھ گئی تھی اور پھر اُٹھ جانے کے بعد جہاں تک جا کر واپس اپنی جگہ آ گئی تھی۔ زمین کا وہ ٹکڑا تھا، جسے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسلامی حکومت کے دارالخلافہ کے لئے منتخب کیا۔ یہ جگہ ویران، بنجر، غیر آباد تھی۔ یہاں

Marfat.com

کھنڈرات اور قبریں تھیں، جھاڑ جھنکار اور جنگلی درخت تھے۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ اور اونٹ بیٹھتے تھے۔ یہ قطعہ اراضی بہت بڑا تھا۔ یہاں پر اسعدؓ بن زرارہ نے ایک چھوٹے احاطہ میں ایک مسجد بنا رکھی تھی، جو بغیر چھت کے تھی۔ یہ پورے بنونجار کی ملکیت تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے یہ قطعہ زمین خرید لیا۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا پہلا قدم یہ تھا کہ دارالخلافہ میں مسجد کی تعمیر شروع کی، جس کے معمار و مزدور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہؓ کی جماعت تھی، اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بنفس نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک رہے۔ جھاڑ جھنکار کاٹ دیئے گئے قبریں اُکھاڑ دی گئیں، کھنڈرات ہموار کر دیئے گئے۔ بنیادیں پتھروں سے بھر دی گئیں۔ جو تین ہاتھ چوڑی اور تین ہاتھ گہری تھی۔ لمبائی ایک سو ہاتھ تھی اور چوڑائی بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ دیواریں کچی اینٹوں اور گارے سے بنائی گئیں۔ چھت پر کھجور کے تنے کے شہتیر اور کھجور کی شاخیں اور پتے وغیرہ ڈال دیئے گئے۔ درختوں کے تنوں کے ستون بنا دیئے گئے۔ چھت کی اونچائی سات ہاتھ یعنی تقریباً دس فٹ سے کچھ زیادہ تھی۔ دروازوں کے دونوں طرف کے پائے پتھر کے بنائے گئے۔ اور تین دروازے رکھے۔ ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا جنوب میں تھا۔ جب کعبۃ اللہ قبلہ مقرر ہوا تو جنوب کا دروازہ بند کر کے شمال کی جانب دروازہ بنایا۔ دوسرے دونوں دروازے اپنی جگہ پر قائم رہے۔

مسجد نبوی تعمیر کے پہلے مرحلے میں مربع شکل میں تھی۔ اور اس کا حدود اربع دس ہزار مربع ہاتھ تھا۔ جو تقریباً ۲۲۵۰۰ مربع فٹ بنتا ہے یعنی آدھا ایکڑ سے کچھ زیادہ۔ بارش ہوتی تو مسجد کی چھت ٹپکتی اور کیچڑ پھیل جاتی۔ مسلمانوں کے پاؤں اور کپڑے وغیرہ کیچڑ سے لت پت ہو جاتے تھے۔ بعد میں فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہؓ اسی کچے فرش اور کنکریوں اور مٹی میں صلوٰۃ پڑھتے۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر سے قبل آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا قاعدہ یہ تھا کہ جہاں پر صلوٰۃ کا وقت آجاتا وہیں صلوٰۃ پڑھ لیتے۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے، میری اُمت کے جس شخص کو جہاں صلوٰۃ کا وقت آجائے وہاں صلوٰۃ پڑھ لے۔ (صحیح بخاری

Marfat.com

کتاب الصلوٰۃ)

''آدمی کی صلوٰۃ گھر میں سب سے افضل ہے بجز فرض صلوٰۃ کے''

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بحوالہ المحلی از ابن حزم)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا'' کچھ صلوٰۃ گھروں میں بھی پڑھا کرو، اور ان کو قبریں نہ بناؤ''۔ (صحیح بخاری کتاب التہجد، صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ جماعت کی صلوٰۃ اکیلے شخص کی صلوٰۃ سے پچیس درجہ بڑھ کر ہے۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد)

ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جماعت کی صلوٰۃ اکیلی صلوٰۃ سے ستائس درجہ افضل ہے۔ (صحیح مسلم کتاب المساجد)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں ایک صلوٰۃ مسجد حرام کے سوا، دنیا کی تمام مسجدوں کی ایک ہزار صلوٰۃ سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التہجد، صحیح مسلم کتاب الحج)

احمد بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ''میری مسجد میں صلوٰۃ پڑھنا دوسری مسجدوں سے ہزار درجہ بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے کہ مسجد حرام کی صلوٰۃ میری مسجد کی صلوٰۃ سے ایک لاکھ درجہ زیادہ ہے''۔

(تاریخ کعبہ از محمد طاہر الکردی)

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کجاوے نہ باندھے جائیں (یعنی سفر نہ کیا جائے) مگر تین مسجدوں کی طرف ایک مسجد حرام دوسری میری مسجد (مسجد نبویؐ) تیسری مسجد اقصیٰ۔

(صحیح بخاری کتاب التہجد، صحیح مسلم کتاب الحج)

**ازواج مطہرات کے مکان:**

مسجد نبوی سے متصل مشرق میں ازواج مطہرات کے مکان بنائے گئے۔ جن کے دروازے مسجد نبوی میں کھلتے تھے۔ مگر بعد میں انہیں بند کر دیا گیا۔ تاہم سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے مکان سے ایک دروازہ

Marfat.com

مسجد میں باقی رکھا گیا۔ یہ مکان کچی اینٹوں کے تھے۔ ہر مکان ایک کمرے اور ڈیوڑھی پر مشتمل تھا۔ کمرے کے اندر سے لمبائی تقریباً دس ہاتھ اور چوڑائی تقریباً آٹھ ہاتھ تھی۔ کمرے کی چھت کی اونچائی اتنی تھی کہ کھڑا ہونے والا اپنا ہاتھ اُٹھا کر چھولے۔ چھت لکڑیوں اور کھجور کی شاخوں کی تھی، جس پر مٹی کی لپائی کردی گئی تھی۔ کمرے کا دروازہ ایک کواڑ کا تھا۔ کواڑ کی چوڑائی دو ہاتھ تھی۔ کواڑ کی لکڑی ساگوان کی تھی۔ ڈیوڑی کے آگے چبوترہ تھا۔ چبوترے کے آگے چھ یا سات ہاتھ عرض کا صحن تھا۔ ہر گھر کے گرد کچی اینٹوں کی چاردیواری تھی۔ یہ گھر سادگی کا مکمل نمونہ تھے۔

قرآن مجید میں اونچی اونچی اور لمبی لمبی عمارات کو ناپسند کیا گیا ہے۔

(دیکھیں سورت الحجر آیات ۸۲، ۸۳، سورت الشعراء آیات ۱۲۸ تا ۱۲۹، سورت الفجر آیات ۴ تا ۱۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً سات مہینے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام فرمایا۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مکانات تیار ہو گئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ اور ابورافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر بھیجا کہ مکّہ سے صاحبزادیوں اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو لے آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہؓ، عثمانؓ کے ساتھ حبشہ میں تھیں۔ سیدہ زینبؓ اپنے شوہر ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ مکہ میں تھیں۔ سیدہ زینبؓ کو ان کے شوہر نے بہت اصرار کر کے اپنے ساتھ مکّہ میں ہی رہنے پر راضی کرلیا تھا۔ سیدہ زینبؓ اپنی والدہ کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں، مگر ابوالعاص تاخیر سے اسلام لائے۔

زیدؓ دونوں صاحبزادیوں سیدہ اُم کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ اور اُم المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ لے آئے، چنانچہ وہ مسجد نبوی کے ساتھ بنائے گئے، چھوٹے چھوٹے کمروں میں اُتریں۔

ابوبکر صدیقؓ نے زیدؓ کے ساتھ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو خط بھیجا تھا کہ وہ اپنی والدہ اور اپنی بہنوں کو لے کر مدینہ آجائیں۔ عبداللہؓ بھی اپنی والدہ اُم رومانؓ اور اپنی بہنوں سیدہ اسماءؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ پہنچ کر سیدہ عائشہ صدیقہؓ اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ اپنے والد ابوبکر صدیقؓ کے گھر میں اُتریں۔ لیکن چند دنوں کے بعد ہی شوال ۱ھ میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی ہو گئی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی سے ملے ہوئے ایک چھوٹے سے گھر میں آگئیں۔

Marfat.com

# دارالاقامہ اور دارالعلوم

مہاجرین کے عارضی رہائش کے لئے مسجد نبوی کے صحن کے ایک حصہ میں سائبان (چھپر) بنادیا گیا تھا۔ چھپر کے نیچے رہنے والوں کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ کبھی یہ تعداد چار سو تک پہنچ جاتی تھی اور کبھی گھٹ کر دس بیس تک رہ جاتی تھی۔

یہ لوگ محنت مزدوری کرتے۔ اور قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے اور ہر غزوہ میں شریک ہوتے تھے۔ ان میں سے وہ لوگ جو قرآن مجید کی تعلیم زیادہ حاصل کر لیتے ''قراء'' کے نام سے مشہور ہوجاتے تھے۔ دعوت اسلام کے لئے کہیں بھیجنا ہوتا تو یہی لوگ بھیجے جاتے تھے۔ ان کے کچھ لوگ دن کو جنگل میں سے سوکھی لکڑیاں چن کرلاتے اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کھانا مہیا کرتے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اکثر ان کو کھانا اپنے پاس سے بھیجتے تھے۔

ان میں سے جو شادی کر لیتا، اسے دارالخلافہ میں دوسری جگہ مکان دیا جاتا تھا۔ بعض لوگوں کو دو کمروں اور بعض کو تین کمروں پر مشتمل گھر دیئے گئے۔ یہ گھر خاندان کے افراد کی تعداد کے حساب سے دیے گئے تھے۔ ہر شادی شدہ عورت کو ایک کمرے کی فراہمی لازمی تھی۔ بے روزگار افراد کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان کی فراہمی اسلامی حکومت کے سپرد تھی۔

مسلمان عورت، مرد و بچے کہیں بھی قیام رکھتے ہوں، حصول تعلیم کے لئے مسجد میں داخلے سب کے لئے جاری رہتے تھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد میں مدینہ میں دس مساجد تھیں، ان مساجد میں بچوں اور بڑوں کے لئے تعلیمی درس گاہیں قائم تھیں، جن میں قرآن مجید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ لکھنے کی مشق بھی کرائی جاتی تھی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی درس گاہ ان کے مکان میں تھی۔ عورتیں اور بچے مکان کے اندر مجلس میں بیٹھتے، باقی لوگ صحن میں بیٹھتے، درمیان میں پردہ حائل ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے شاگردوں کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی۔ جن میں چالیس کے قریب عورتیں شامل تھیں۔

پڑھے لکھے قیدیوں سے بھی بچوں کو پڑھانے کی خدمت لی جاتی تھی۔ جو قیدی دس افراد کو لکھنا

Marfat.com

پڑھنا سکھا دیتا اسے رہا کر دیا جاتا۔

زیدؓ بن ثابت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے اور حوصلہ افزائی سے عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھ لی تھی۔

قرآن وحدیث میں جگہ جگہ تعلیم کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور اسے حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تمہارے درمیان علم رکھتے ہیں''۔(ترجمہ سورت المجادلۃ آیت ۱۱)

اسلام میں علم حاصل کرنا ہر مسلمان، عورت و مرد پر فرض ہے۔ اسلام کے نزدیک تعلیم کا مقصد انسان کو زمین کی خلافت کا اہل بنانا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مسلمانوں پر فرض ہے۔ کہ وہ تعلیم کے ہر میدان میں سب سے آگے ہوں۔ سائنسی حقائق کا علم حاصل کرنے سے ہی فنی اور تکنیکی مہارتوں پر قدرت حاصل ہو گی۔ فنی اور تکنیکی مہارتوں پر غلبہ اللہ کا انعام ہے۔ اللہ کی نعمت ہے۔

''جو صرف دنیا مانگتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں''۔ اور جو کہتے ہیں ''ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ کو حساب چکاتے دیر نہیں لگتی''۔(ترجمہ سورت البقرہ آیات ۲۰۰ تا ۲۰۲)

''جو لوگ بس دنیا کی زندگی اور اس کی خوش نمائی کے طالب ہوتے ہیں ان کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لئے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جو کچھ انہوں نے دنیا میں بنایا وہ سب ملیا میٹ ہو گیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے (ترجمہ: سورت ہود آیات ۱۱۵، ۱۱۶)

''پڑھ رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تمہارا رب کریم ہے۔ جس نے قلم سے علم سکھایا۔ انسان کو علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا''۔(ترجمہ: سورت العلق آیات ۱ تا ۵)

''اور دعا کرو کہ میرے رب مجھے اور زیادہ علم عطا کر''۔(ترجمہ: طٰہٰ آیت ۱۱۴)

### آب رسانی کا انتظام:

مدینہ کی زمین میں پانی بہت تھا، مگر میٹھا پانی کہیں کہیں دستیاب ہوتا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسجد کے سامنے والے دروازے کے نزدیک کھجور کے جھنڈ میں ایک کنواں بنوایا، جس سے وضو اور

Marfat.com

طہارت کے لئے مسجد میں آب رسانی کا مناسب انتظام ہو گیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کون ایسا ہے جو رومہ کا کنواں مول لے کر پھر آپ بھی اپنا ڈول اس میں اسی طرح ڈالے جیسے اور مسلمان (یعنی اس کو وقف کردے) آخر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو (یہودیوں سے) خریدا (اور وقف کر دیا)۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سرکاری طور پر بھی کنویں کھدوا کر مسلمانوں کی مشکل آسان کردی۔

شجر کاری:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگائے یا کھیتی کرے، پھر اس میں سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ جانور کھائے تو اس کو صدقے کا ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری کتاب ۴ المزارعۃ)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ کے ہر سمت بارہ بارہ میل تک درختوں کا کاٹنا حرام قرار دے دیا۔ البتہ سوکھی ہوئی شاخوں اور زمینی پیداوار کے کاٹنے کی عام اجازت عطا فرمائی اور لکڑی مار کر درخت کے ہرے پتے جھاڑنے سے منع فرمایا، درخت کی ٹہنیوں کو جھکا کر توڑنے سے بھی منع فرمایا۔ (محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم از محمد رضا قاہرہ)

انسؓ بن مالک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت بھی آجائے اور تمہارے ہاتھ میں ایک قلم (PLANT CUTTING) ہو تو اگر ہو سکے کہ بغیر اس قلم کو زمین میں لگائے ہوئے نہ جائے تو اُسے ضرور زمین میں لگا دے۔ (الادب المفرد از امام بخاری)

☆☆☆

Marfat.com

# اذان کی ابتدا

قرآن مجید کا وہ حصہ جو مکّی سورتوں پر مشتمل ہے، پورے ۱۳ سال تک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوتا رہا۔ اس پوری مدت میں قرآن کا مدار بحث صرف ایک مسئلہ رہا ہے۔

لوگو! ''گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے''

۱۲ نبوی میں جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو معراج کا واقعہ پیش آیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو عظیم الشان نشانیاں دکھائی گئیں اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو معراج کے اسرار، اعلانات، احکامات، بشارتوں اور انعامات سے نوازا گیا تو اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو صلوٰۃ کا تحفہ بھی ملا ہے۔ معراج سے پہلے مکّہ میں صلوٰۃ کا قیام فرض نہیں تھا۔

مکّہ میں مشرکین نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف ہر وقت ہنگامہ کیے رکھتے تھے۔ اس لئے مکہ میں مسلمانوں میں خوف تھا اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ حد تو یہ تھی کہ مشرکین کے سرداروں کے پاس تمام اختیارات تھے پھر بھی وہ کمزور اور بے بس مسلمانوں کو بدامنی کا ذمہ دار ٹھہراتے تھے۔ اور باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ مکّہ کا امن ختم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو خوف زدہ کیا جاتا۔ اُنہیں دھمکیاں دی گئیں، مارا پیٹا گیا اور اُنہیں قتل کیا گیا۔ مسلمانوں کی عزت جان و مال کوئی چیز محفوظ نہیں تھی۔

ان حالات میں مسلمان وہاں چھپ چھپ کر صلوٰۃ پڑھا کرتے تھے۔ جماعت سے صلوٰۃ نہیں پڑھ سکتے تھے۔ مدینہ میں آکر مسلمانوں کو جماعت کے ساتھ صلوٰۃ پڑھنے کی مکمل آزادی حاصل ہو گئی۔ اس لئے مسلمان جماعت سے صلوٰۃ پڑھنے لگے۔ لیکن ایسا کوئی انتظام نہیں تھا جس سے تمام مسلمان صلوٰۃ کے لئے مقررہ اوقات پر جمع ہوسکیں۔ ہر آدمی وقت کا اندازہ کر کے آتا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ اس لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ لوگوں نے مختلف رائے دی، بعض نے بگل کا نام لیا، کسی نے ناقوس کا نام لیا، کسی نے گھنٹے بجانے والوں کا ذکر کیا۔ مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے یہ طریقے پسند نہیں فرمائے۔

Marfat.com

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے سے اذان کا طریقہ بتایا گیا۔ چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بلالؓ کو بلا کر اذان دینے کا حکم دیا۔

## مواخات (بھائی چارہ)

مکّہ میں مسلمانوں پر بہت مظالم ڈھائے گئے۔ انہیں بہت دکھ دیئے گئے۔ طرح طرح سے ستایا گیا۔ آخر مسلمانوں کو اسلام کی خاطر ہجرت کرنا پڑی۔

مہاجرین مکّہ سے اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے۔ وہ مدینہ میں بے سروسامان آئے۔ مکّہ میں بہت سے مسلمان بہت دولت منداور خوشحال تھے۔ لیکن کافروں سے چھپ کر نکلے، اس لئے اپنے ساتھ کچھ بھی نہ لا سکے۔ مہاجرین جس بے سروسامانی سے مدینہ آئے اس کے سبب سخت پریشانی اور افلاس میں مبتلا ہو گئے۔ ان پر رنج وغم اور اجنبیت کی حالت طاری رہنے لگی۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ انصار اور مہاجرین میں رشتہ اخوت قائم کر دیا جائے تاکہ مہاجرین کے دلوں سے پردیس کی وحشت دور ہو، اور انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے بھائی بھائی اور دکھ سکھ کے ساتھی بن جائیں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ مہاجرین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے کا شرف حاصل رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی، اس لئے ان میں ہر طرح کی قابلیت کے لوگ پیدا ہوئے۔ ان قابلیتوں کا فیض انصار کو بھی پہنچانا مقصود تھا۔ اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصار اور مہاجرین کو انسؓ بن مالک کے مکان میں طلب فرمایا۔ لوگ ان کے مکان میں جمع ہوئے۔ مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا۔ اور پھر ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بُلا بُلا کر فرماتے گئے کہ ''تم اب بھائی بھائی ہو''۔ چنانچہ یہی تعلق مواخاۃ یا ''بھائی چارہ'' کہلاتا ہے۔ اس طرح سے مہاجر اور انصار ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔ اور یہ رشتہ خون کے رشتہ سے بھی بڑھ کر ثابت ہوا۔ یہ ایسا فیصلہ کیا گیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کھجوروں کے باغات پیش کئے اور کہا کہ آپ (صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلّم) ان کو مہاجرین کے درمیان تقسیم فرمادیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے انکار فرمایا تو انہوں نے کہا۔

''پھر مہاجرین کام کردیا کریں اور ہم پھلوں میں مہاجرین کو شریک کرلیں گے''۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُسے منظور فرمالیا۔

سعدؓ بن ربیع بہت امیر آدمی تھے، جو عبدالرّحمٰنؓ بن عوف کے بھائی قرار پائے۔ سعدؓ نے عبدالرّحمٰنؓ کو بہت کچھ مال وغیرہ دینا چاہا، لیکن انہوں نے کچھ بھی لینے سے انکار کردیا، اور کہا اللہ آپ کو مبارک کرے۔ مجھے بازار کا راستہ بتادیجئے۔ بازار جاکر عبدالرّحمٰنؓ نے گھی اور پنیر خرید کر کاروبار شروع کیا۔

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ عبدالرّحمٰنؓ کے زردی کا نشان لگا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس آئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے نکاح کیا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پوچھا مہر کیا دیا؟ کہنے لگے گٹھلی کے برابر سونا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ولیمہ کر ایک بکری کا ہی سہی۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

پھر ان کی تجارت کو ترقی ہوتی گئی۔ خود ان کا قول تھا کہ خاک پر ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے۔

ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمانؓ بن عفان اور بہت سے مہاجر تجارت میں مشغول ہو گئے اور ان کی تجارت کو بہت ترقی ملی۔

اور جن مہاجرین کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، وہ انصار کے زمینوں پر محنت مزدری کر کے اپنا گھر چلانے لگے۔ غرض مہاجرین کسب حلال کرتے رہے اور جب ان کی تنگدستی دور ہوگئی تو انہوں نے اپنے مدنی بھائیوں کا شکریہ ادا کیا اور ان کی املاک ان کے سپرد کردی۔ اور آزادانہ زندگی بسر کرنا شروع کردی۔

## میثاق مدینہ

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو اس وقت مسلمانوں کی

Marfat.com

تعداد کوئی زیادہ نہیں تھی۔ مدینے کے تمام لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اوس اور خزرج اور ان کی ذیلی شاخوں کے بھی تمام کے تمام لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ یہودیوں کے بھی تین بڑے قبیلے اور ان کی ذیلی شاخیں آباد تھیں، جو مدینہ کے بڑے تاجر تھے۔ مدینے کا سارا کاروبار ان کے ہاتھ میں تھا۔ تمام تجارتی منڈیوں پر ان کا قبضہ تھا۔ سود خور قوم تھی۔ سود ان کی رگ رگ میں شامل تھا۔ سود کے بھاؤ وہ خود طے کرتے تھے۔ یہودیوں میں مکر، حسد، لالچ، اور بخل بھی بہت تھا۔ وہ اوس اور خزرج سے اپنے مفاد میں دوستی کرتے اور اپنے مفاد میں ان کو آپس میں لڑاتے۔ اور ان کے آپس میں لڑتے رہنے سے خوب فائدے حاصل کرتے۔

مدینے کے اسی سیاسی و اقتصادی ماحول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے انصار و مہاجرین میں مواخات قائم کی تاکہ مسلمانوں کو یہودی آپس میں نہ لڑا سکیں۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اوس اور خزرج کے باہمی اختلافات دور کیے اور آپس میں متحد کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین اور تمام باشندگان مدینہ کے درمیان ایک عہد نامہ تحریر فرمایا جس پر سب نے بخوشی دستخط کیے۔ جسے صحیفہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ جسے ''میثاق مدینہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری عہد نامہ ہے، جس کا پورا متن محفوظ ہے۔

## میثاق مدینہ کے متن کا مفہوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) یہ معاہدہ ہے، محمد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی (مہاجر) اور جو یثرب کے باشندے (انصار) ہیں۔ اور جو ان کی اتباع کریں، ان کے ساتھ الحاق کریں اور ان کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔

(۲) یہ تمام (مسلمان) دوسرے لوگوں سے الگ اُمت واحدہ ہیں۔

(۳) قریش کے مہاجرین اپنے موجودہ رواج کے مطابق باہم دیت یا خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۴) بنوعوف اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہاں

Marfat.com

ادا کریں گے، اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۵) بنوساعدہ اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط یعنی معروف اور انصاف کے ساتھ ادا کریں گے۔

(۶) بنوالحارث اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۷) بنوجسم اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۸) بنوالنجار اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۹) بنوعمرو بن عوف اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۱۰) بنوالنبیت اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۱۱) بنواوس اور ان کی ہر ذیلی شاخ اپنے موجودہ رواج کے مطابق حسب سابق باہم خون بہا ادا کریں گے۔ اور اپنے قیدیوں کا فدیہ مسلمانوں کے عرف اور قسط کے مطابق ادا کریں گے۔

(۱۲) مسلمان اپنے کسی زیر بار قرضدار کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے اور عرف کے مطابق فدیہ اور دیت میں اس کی مدد کریں گے۔

(۱۳) کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کو اس کے خلاف حلیف نہیں بنائے گا۔

(۱۴) مسلمان متقین اپنے میں سے ہر اس شخص کے خلاف ہوں گے، جو بغاوت کرے گا یا مسلمانوں کے درمیان ظلم، زیادتی، جرم یا فساد برپا کرے گا۔ ایسے شخص کے خلاف مسلمانوں کے ہاتھ ایک ساتھ اُٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(۱۵) کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کسی کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی مسلمان

Marfat.com

کے خلاف کسی کافر کی مدد کرے گا۔

(۱۶) اللہ کا ذمہ سب کے لئے مساوی ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی پناہ دے سکتا ہے۔ مسلمان دوسروں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔

(۱۷) یہودیوں میں سے جو بھی ہماری اتباع کرے گا، اسے مدد اور مساوات حاصل رہے گی، جب تک اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے، نہ ہی وہ مسلمانوں کے خلاف دوسروں کی مدد کرے گا۔

(۱۸) مسلمانوں کی صلح ایک ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جنگ کے دوران کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں سے الگ ہوکر صلح نہیں کریگا۔ صلح صرف باہم مساوات اور عدل کے مطابق ہوگی۔

(۱۹) غیر مسلمین کا جو دستہ ہمارے ساتھ شریک جنگ ہوگا، ایک دوسرے کا پشت پناہ ہوگا۔

(۲۰) جو مسلمان جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو جائے، ان کے پسماندگان کا تکفل (کفالت و تحفظ) مسلمانوں پر واجب ہوگا۔

(۲۱) کافروں سے بدلہ لینے کے لئے، مسلمان ایک دوسرے کی اعانت کریں گے۔

(۲۲) مشرکین مدینہ میں سے جو لوگ معاہدہ میں شامل ہیں، ان میں سے کوئی شخص کسی مشرک مکہ میں سے کسی کے جان و مال کو پناہ نہیں دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلہ میں مکہ کے کسی مشرک کی حمایت کرے گا۔

(۲۳) جو شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے گا، شہادت موجود ہوگی تو اس سے قصاص لیا جائے گا، سوائے اس کے کہ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کردیں، یا دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہوجائیں۔ مسلمانوں کی پوری قوت قاتل کے خلاف ہوگی، ان کے لئے بجز قیام حد کے کچھ جائز نہ ہوگا۔

(۲۴) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مجرم کی مدد کرے، یا اسے پناہ دے۔ جو اس کی مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو وہ روز قیامت اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور اس سے کوئی فدیہ یا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

(۲۵) جب کبھی تمہارے درمیان کسی معاملہ میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو اس کا حوالہ اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف کرنا ہوگا۔

(۲۶) اگر مسلمان جہاد میں اپنا مال خرچ کریں تو یہود کو بھی ان کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنا ہوگا۔

Marfat.com

(۲۷) قبیلہ بنوعوف کے یہود بھی اس معاہدہ میں شامل ہوں گے۔ اس میں ان کے موالی (غلام) بھی شامل ہوں گے۔ معاہدہ میں شریک جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے گا، وہ اپنی ذات اور اپنے گھر بار کے نقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔ یہود کے لئے اپنا دین ہوگا۔ اور مسلمانوں کے لیئے اپنا دین ہوگا۔

(۲۸) بنوالنجار کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی، جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۲۹) بنوالحارث کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی، جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۳۰) بنوساعدہ کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۳۱) بنوجشم کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی، جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۳۲) بنوالاوس کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی، جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۳۳) بنوثعلبہ کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی، جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۳۴) جفنہ ثعلبہ کی شاخ کے یہود بھی انہیں کی حیثیت میں شمار ہوں گے۔

(۳۵) بنوشطیبہ کے یہود کے لیے بھی وہی شرائط ہونگی، جو بنوعوف کے یہود کے لئے ہیں۔

(۳۶) بنوثعلبہ کے موالی انہیں کی حیثیت میں شمار ہوں گے۔

(۳۷) یہود کے گہرے دوست انہیں کی حیثیت میں شمار ہوں گے۔

(۳۸) اس معاہدہ میں شامل کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہیں نکلے گا۔

(۳۹) کسی زخم یا ضرب کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ جو شخص کسی کو قتل کریگا، وہ اپنے اور اپنے گھر کو ہلاکت میں ڈالے گا۔

(۴۰) اس معاہدہ والوں سے جو کوئی جنگ کرے گا، وہ اس کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(۴۱) اس معاہدے والے ایک دوسرے کی خیر خواہی اور باہم مشاورت کریں گے۔ وفا شعاری کو اپنایا جائے گا، نہ کہ غداری کو۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔ اللہ اس معاہدے کے صحیح ترین مشمولات کا محافظ ہے۔

(۴۲) یہود مسلمانوں کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے، جب تک وہ مل کر جنگ

Marfat.com

کرتے رہیں۔

(۴۳) وادی یثرب اس معاہدے والوں کے لئے حرم قرار پائے گی۔

(۴۴) پناہ گزین پناہ دینے والے کے مانند ہوگا، نہ کوئی اسے ضرر پہنچے گا اور نہ وہ غداری کریگا۔

(۴۵) کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

(۴۶) جب کبھی اس معاہدے والوں کے درمیان کوئی حادثہ پیش آجائے یا کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہو جس سے فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو فیصلے کے لئے اللہ اور محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف رجوح کیا جائے گا۔

(۴۷) مکّہ کے کسی مشرک کو اور اس کے معاون و مددگار کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

(۴۸) یثرب (مدینہ) پر حملہ آوروں کے خلاف سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(۴۹) اگر مسلمان کسی سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس کے پابند ہوں گے۔

(۵۰) ہر گروہ اپنے حصے کا اتنا ہی حق دار اور ذمہ دار ہوگا، جو اس کے ساتھ طے کیا گیا ہے۔ کمانے والا جو کماتا ہے، وہ اپنی کمائی کا ذمہ دار ہے۔

(۵۱) یہ دستور کسی ظالم اور غدار کے آڑے نہ آئے گا، جو کوئی باہر نکلے گا، امن کا مستحق ہوگا، اور جو کوئی گھر میں بیٹھا رہے گا، وہ بھی امن کا مستحق ہوگا بجز اس کے جو ظلم کرے گا یا غداری کرے گا۔

(۵۲) اللہ ان کا محافظ ہے، جو وفا شعار اور پرہیز گار ہیں اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے رسول ہیں۔

شروع میں مدینہ کے اطراف میں آباد تین یہودی قبیلے بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع اس معاہدے میں شامل نہیں ہوئے، لیکن تھوڑے عرصہ بعد یہ قبیلے بھی اس معاہدہ میں شامل ہوگئے۔ معاہدے پر سختی سے پابندی ہوئی قبائلی جنگ وجدل اور خون خرابہ بند ہوا، اور مدینہ میں امن قائم ہوگیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چاہا کہ مدینہ کے گرد و نواح اور دور دور تک کے تمام قبیلوں کو بھی اس معاہدہ امن میں شامل کرلیا جائے تاکہ دور دور تک امن قائم ہوجائے۔

امن قائم کرنے کے ارادہ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہجرت کے پہلے سال سے ہی امن کے لئے سفر شروع کیے۔ ''امن کے لئے سفر'' کے دوروں کے اجلاسوں میں آپ (صلّی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم) نے لوگوں سے ایک ہی بات کہی، جو سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کہی تھی، اے خدیجہؓ کہو!

اَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے یہ کلمہ بلند آواز سے پڑھا اور دل سے ایمان لائیں۔

یہ ایک ہی بات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے زیدؓ بن حارث کو کہی، اور علیؓ بن ابی طالب اور ابوبکر صدیقؓ کو کہی۔ اسی کلمہ کی تبلیغ شروع شروع میں خفیہ طور پر بھی کی گئی اور اسی کلمہ کا اعلان کوہ صفا پر بھی ہوا۔ اسی کلمہ کی تبلیغ کے لئے دعوتیں ہوئیں اور اسی کلمہ کا اعلان گلیوں میں، بازاروں میں اور میلوں میں ڈنکے کی چوٹ پر ہوا۔ دارارقم میں اسی کلمہ کا درس دیا گیا۔ اسی کلمہ کے لئے مکّہ کی بادشاہت کو ٹھکرایا گیا۔ اسی کلمہ کے لئے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا عَم محترم! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دیں اور چاہیں کہ میں (محمدؐ) اس کلمہ سے رک جاؤں تو ''محمد'' (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ اسی کلمہ کا اعلان خانہ کعبہ میں تلواروں کے سایہ میں کیا گیا۔ اسی کلمہ کا پیغام شعب ابی طالب سے تین سال تک جاری رہا۔ اسی کلمہ کے نصیب ہونے کی دعا طائف میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پتھروں سے مارنے والوں کی اولادوں کے لئے بھی کی جنہوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو لہولہان کر ڈالا۔ یہی کلمہ غار ثور میں ڈھال بن گیا۔ اسی کلمہ نے ہجرت کے راستہ میں سلامتی کی چادر تان دی۔ اسی کلمہ کے فلک شگاف نعروں نے مدینہ میں شاندار استقبال کیا۔ اسی کلمہ سے امن کے معاہدوں میں جان ہے۔ اسی کلمہ سے امن اور سلامتی کی ضمانت ہے۔ یہی کلمہ انسانوں کی آزادی کا ضامن ہے۔ یہ کلمہ سچائی کی دریافت ہے۔

سچائی کی دریافت کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے زندگی کے معنے کیا تھے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے یہاں ایک حدیث نقل کی جاتی ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا:

''میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے''۔

Marfat.com

(۱) کھلے اور چھپے ہر حال میں اللہ سے ڈرتا رہوں۔
(۲) غصہ میں ہوں یا خوشی میں، ہمیشہ عدل کی بات کہوں۔
(۳) غریبی اور امیری دونوں حالتوں میں اعتدال پر قائم رہوں۔
(۴) جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں۔
(۵) جو مجھے محروم کرے میں اسے دوں۔
(۶) جو مجھ پر ظلم کرے، میں اس کو معاف کر دوں۔
(۷) اور میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو۔
(۸) میرا بولنا یادِ الٰہی کا بولنا ہو۔
(۹) میرا دیکھنا عبرت کا دیکھنا ہو۔ (پیغمبر انقلاب از وحید الدین خان)

## منافقت کی ابتداء

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مدینہ میں ہجرت فرما کر آنے سے پہلے اوس اور خزرج کے قبیلوں میں جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ ہجرت سے کچھ ہی عرصہ پہلے دونوں قبیلوں میں جنگ بُعاث ہوئی تھی۔ اس جنگ میں اوس اور خزرج کے بہت سے بہادر مارے جا چکے تھے۔ یہودی ان دونوں قبیلوں سے حسد اور کینہ رکھتے تھے اور اُن کو آپس میں لڑاتے رہتے تھے تاکہ وہ کمزور رہیں اور یہودی ان کو قرض دیں اور سود در سود میں ان کو جکڑے رکھیں اور وہ دوگنا چوگنا دینے کے بعد بھی قرضدار ہی رہیں۔

یہودیوں نے ان قبیلوں میں سے کچھ لوگوں کو اپنا دوست بھی بنا رکھا تھا۔ یہودیوں کے اُنہی دوستوں میں سے ایک شخص عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا، جو قبیلہ خزرج کی ایک شاخ عوف کا ایک رئیس تھا۔ وہ بہت ہی چالاک شخص تھا۔ جنگ بُعاث کے بعد اوس اور خزرج بہت کمزور ہو چکے تھے۔ عبداللہ بن ابی نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا۔ دونوں قبیلے اس بات پر راضی ہو گئے کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول کو یثرب کا سربراہ بنا لیا جائے، اس حد تک تیاری ہو چکی تھی کہ عبداللہ بن ابی کے لئے ایک تاج بھی بنوا لیا گیا تھا۔ اسی دوران یثرب میں اسلام تیزی سے داخل ہوا اور لوگ مسلمان ہونے شروع ہو گئے۔ اوس اور خزرج کے زیادہ تر لوگ مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہجرت

Marfat.com

فرما کر مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ استقبال کے لئے امنڈ پڑے۔ اور اس کے بعد تمام قبیلوں نے ''میثاق مدینہ'' پر دستخط کر کے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے۔ اور اگر کوئی بھی تنازعہ اُٹھ کھڑا ہو تو فیصلے کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

میثاق مدینہ سے عبداللہ بن ابی کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور اس کی سربراہی و سرداری دھری کی دھری رہ گئی تو اس کے دل میں حسد کی آگ جلنے لگی۔ لیکن وہ بہت ہی چالاک آدمی تھا، اس لئے اس نے حسد اور دشمنی کے اظہار کو غیر مفید سمجھ کر اپنے دل میں چھپالیا اور وہ اور اس کے ساتھی صرف زبان کے مسلمان بن گئے۔ ابن ابی نے قبائل کے مشرکین سے رابطہ رکھا اور مشرکین بھی عبداللہ بن ابی کو اپنا غیر اعلانیہ سردار مانتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کے یہودیوں سے بھی بہت گہرے رابطے تھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عبداللہ بن ابی کے ساتھ معاملات میں ہمیشہ بڑے ضبط و تحمل کا مظاہرہ فرمایا، اور اس کے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور نیک سلوک اور شریفانہ برتاؤ کرتے۔ اور اس کی شرارتوں اور بیجا حرکتوں پر درگزر سے کام لیتے۔

عبداللہ بن ابی کا ایک بیٹا عبداللہؓ بن عبداللہ تھا اور کئی بیٹیاں تھیں۔ یہ سب کے سب مخلص مسلمان تھے۔ خصوصاً عبداللہؓ بن عبداللہ کا اخلاص بہت بڑھا ہوا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

# مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکّہ کے منصوبے

مسلمان مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے۔ مسلمانوں کی جائداد، گھربار، وغیرہ پر مشرکین مکہ نے قبضہ کرلیا اور جو غلام وغیرہ تھے، ان کی سخت نگرانی کی جانے لگی۔ پھر بھی مشرکین کو چین نہیں آرہا تھا۔ اور یہ سن سن کر مشرکین کی بے بسی اور بھی بڑھ جاتی تھی کہ مدینہ میں مسلمانوں کو عروج اور ترقی حاصل ہورہی ہے۔ اور مسلمانوں کی طاقت اور قوت بڑھتی جارہی ہے۔ مکّہ کے سرداروں اور پروہتوں نے امن کے علم بردار مسلمانوں کی طاقت کو اس زمین پر امن کا پھل دینے سے پہلے ہی ختم کردینے کا منصوبہ بنالیا۔ اور منصوبے پر مرحلہ وار عمل کرنے کا طریقہ طے کیا۔ مشرکین مکہ جانتے تھے۔ کہ مسلمان جو امن قائم کرنے اور ظلم کے خلاف خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے ہیں اور ان کے کسی سردار کسی دیوتا یا کسی اولیاء کو کسی بھی شکل میں کیسے بھی بُرے یا اچھے حالات میں الٰہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ مسلمان تو صرف اور صرف ایک اللہ کو الٰہ مانتے ہیں اور اسی کو الٰہ جانتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں اللہ اکیلا غوث (فریاد سننے والا) ہے۔

''کون ہے جو بے قرار کی دُعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے، کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی الٰہ ہے؟ تم کم ہی غور کرتے ہو''۔ (ترجمہ سورت النمل آیت ۶۲)

اللہ اکیلا گنج بخش (خزانے بخشنے والا) ہے۔

''اور زمین و آسمان کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے''۔ (ترجمہ: سورت المنافقون آیت ۷)

مسلمانوں کا ایمان ہے کہ صرف اور صرف اللہ اکیلا ہی مشکل کشا اور داتا ہے۔

''اگر اللہ تمہیں کسی مشکل میں ڈال دے تو اس کے سوا اس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں کسی خیر سے نوازنا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (ترجمہ: سورت الانعام: آیت ۱۷)

''اللہ ہی کی بادشاہت ہے، آسمانوں اور زمین کی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے اور بیٹیاں ملا جلا کر دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ جاننے والا قدرت والا ہے (ترجمہ: سورت: الشوریٰ آیات ۴۹ تا ۵۰)

Marfat.com

''اے لوگوں! تم سب اللہ کے در کے فقیر ہو اور اللہ تو غنی اور حمید ہے''۔ (ترجمہ: سورت فاطر آیت ۱۵)

مسلمانوں کی طرف سے اعلان ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے مشرکین کے سردار بہت خوف زدہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے لئے اس کلمہ کو بہت بڑا خطرہ سمجھا اس لئے کہ یہ درحقیقت تمام جاہلی معاشروں، ان کے اقتدار اور تمام بدی کی قوتوں کے خلاف اعلان جہاد ہے۔ اور یہ اعلان جہاد مسلمانوں نے کر دیا ہے۔ اس اعلان جہاد سے تو ساری دنیا میں امن کے بیج بکھر جائیں گے۔ اور اگر امن کے سایہ دار درخت بڑے ہو گئے تو یہ ظالم سردار، پروہت و پنڈت تو مر جائیں گے ان کا ظلم تو مٹ جائے گا۔ اس لئے مشرکین نے مسلمانوں کو ختم کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ مشرکین کے منصوبے کے تین نکات تھے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مدینہ کے منافقین، مشرکین اور یہودیوں سے مسلمانوں کو ختم کروا دیا جائے۔

(۲) مدینے جانے والے تمام راستے بند کر دئے جائیں تا کہ وہاں کے لوگ تنگ آ کر مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں۔

(۳) اور اگر ان دونوں نکات سے بات نہ بنے تو پھر مدینے پر حملہ کر کے تمام مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔

مشرکین مکہ کے سرداروں نے پہلے نکتے پر عمل کرنے کے لئے، سب سے پہلے عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس ایک دھمکی آمیز پیغام بھیجا کہ تمہارے بھائیوں نے ہمارے آدمی کو ہماری مرضی کے خلاف اپنے ہاں ٹھہرا لیا ہے۔ اب تم پر لازم ہے کہ اس سے لڑو اور اس کو وہاں سے نکال دو، ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب مل کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

اس خط کے ملنے کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ان کے مجمع میں خود تشریف لے گئے۔ اور انہیں سمجھایا کہ مشرکین مکّہ کے سرداروں نے تمہارے ساتھ چال چلی ہے اور تمہیں دھمکی دی ہے۔ اگر تم ان کی دھمکیوں میں آ گئے تو تمہارا بہت نقصان ہو گا وہ لوگ خوف زدہ ہو گئے۔ اس لئے ان کا مجمع منتشر ہو گیا اور مشرکین مکہ کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکی۔

Marfat.com

اس کے بعد مشرکین مکہ نے اندر ہی اندر مدینہ کے یہودیوں سے مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش شروع کردی اور جب ان کو یقین ہوگیا کہ یہودی ان کا ساتھ دیں گے اور عبداللہ بن ابی بن سلول بھی خفیہ طور پر ان کا ساتھ دیگا تو انہوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ تم مکہ سے تو صاف بچ کر نکل گئے اب ہم یثرب (مدینہ) پہنچ کر تمہارا کام تمام کردیتے ہیں۔ اس پیغام کے بعد انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ اس چھیڑ چھاڑ کے جواب میں مسلمانوں نے مدینہ کے اطراف اور دور دور کے قبیلوں سے امن کے معاہدے کرنے شروع کئے اور اس کے ساتھ ساتھ دفاعی فوجی مشقیں بھی شروع کردیں۔ مشرکین نے جو جو مظالم مسلمانوں پر مکہ میں کئے تھے وہ سب کے سب مسلمانوں کو یاد تھے۔ اور اب مسلمانوں پر حملہ کرنے کی دھمکیاں دی جارہی تھیں۔

مسلمانوں کے تجارتی قافلے مدینہ سے باہر نہیں جانے دیئے جارہے تھے۔ اور حد تو یہ ہوگئی تھی کہ باہر سے بھی لوگوں پر مدینہ جانے کی سخت پابندی لگادی گئی۔ اور عرب کے قبائل کو مشرکین مکہ نے پیغام بھیجے کہ وہ کسی بھی قسم کے تجارتی وسفارتی تعلقات مدینہ کے مسلمانوں سے ہرگز نہ رکھیں۔ دوسری طرف یہودیوں سے وعدے کئے گئے کہ ان کی ہر طرح سے مدد کی جائے گی۔ اس لئے یہودی میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرنے لگے۔ یہودی عرصہ دراز قبل سے ہی پست اخلاق ہوگئے تھے۔ کیوں کہ یہودی علماء یہودیوں سے کہتے رہتے تھے کہ تم کچھ بھی کرو پھر بھی جنت میں تم ضرور جاؤ گے۔ اس لئے یہودی شرک کرنے لگے۔ خوب خوب فحاشی پھیلاتے۔ ناحق قتل کرتے۔ چوری کرتے۔ جادوگری کرتے۔ مظلوم کی شکایت کرتے۔ سود کھاتے۔ عورتوں پر تہمت لگاتے۔ ہفتہ کے دن جھوٹ بولنے کی محفل سجاتے۔ اس کے علاوہ حسد، ریا، تکبر، عداوت، دشمنی، لالچ، بخل، خیانت، دھوکا، مکر، انسانیت کی تحقیر وتذلیل، اور دل وزبان کے تمام خبیث اعمال میں خوب شہرت حاصل کرلی۔ اور ان تمام برائیوں پر انہیں کوئی شرم بھی نہیں۔ ان حالات میں یہودیوں پر کوئی بھروسا نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے مسلمان ہر وقت اپنے دفاع کے لئے تیار رہتے اور وہ رات کو ہتھیار ساتھ لگا کر سوتے۔ اور فوجی مشقوں میں بھی بہت تیزی آگئی تھی۔

Marfat.com

# ایک ہجری کے کچھ اور واقعات

اسی سال انصار کے ایک بہت ہی معزز شخص رئیس کلثومؓ بن ہدم نے وفات پائی۔ کلثومؓ بن ہدم وہ شخص ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قباء میں ہجرت فرما کر تشریف لائے، تو انہیں کے مکان میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھہرے اور اکثر صحابہؓ کا بھی انہیں کے ہاں قیام تھا۔

اسی سال اسعدؓ بن زرارہ نے بھی وفات پائی، وہ نہایت ہی معزز شخص تھے۔ اسعدؓ بن زرارہ ان چھ شخصیتوں میں سے تھے جنہوں نے سب سے پہلے مکّہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور ان چھ میں اسعد رضی اللہ عنہ سب سے پہلے تھے۔

اسعدؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بڑے خدمت گزار اور اسلام کے بہت سرگرم معاون تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسعدؓ کی وفات پر شدید صدمہ پہنچا۔ انہوں نے جوانی کی عمر میں وفات پائی۔ یہودیوں نے ان کی وفات پر زبان درازیاں کی۔ اس موقع پر یہود کی خرافات سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "یہود کہتے ہیں، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہوتے تو ان کا اتنا سرگرم خاص نہ مرتا حالانکہ اللہ کی قضاء کے سامنے کسی کی نہیں چلتی"۔ (تاریخ ابن کثیر)

مسلمانوں پر مسجد حرام میں داخلہ بند کئے جانے کا اعلان:

ابوجہل نے ۱ھ میں اعلان کر دیا کہ وہ مسلمانوں کو مکّہ میں دیکھ لے گا تو انہیں قتل کر دیگا۔ سعدؓ بن معاذ عمرہ کے لئے مکّہ گئے تو انہیں ابوجہل نے یہ دھمکی دی کہ اگر تم (سعد رضی اللہ عنہ) ابوصفوان کے مہمان نہ ہوتے تو اپنے گھر سلامت نہ جا سکتے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

# فوجی مشقیں

فوجی مشقوں کے مقاصد:۔

(۱) اعلان عام کہ لوگو! گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

(۲) لوگو! مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ امن میں شامل ہو جاؤ اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

(۳) دفاعی اقدامات اور اقامتِ دین کے لئے جدو جہد کرو۔

(۱) لوگو! گواہی دو کے اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ اعلان عام ہے، انسان کو صرف ایک اللہ کی غلامی میں داخل کرنے کا۔

''بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں خلق کیا پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کئے۔ سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو، اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا ربّ ''۔ (ترجمہ: سورت الاعراف آیت ۵۴)

''پس بالا و برتر ہے اللہ، بادشاہ حقیقی، کوئی الٰہ نہیں سوا اس کے، رب ہے عرش کریم کا''۔ (ترجمہ: سورت المومنون آیات ۱۱۶)

''اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے، بادشاہ ہے، قدوس ہے، زبردست اور حکیم ہے''۔ (ترجمہ: سورت الجمعۃ آیت ۱)

''لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ نے انسان کو اللہ کے سوا ہر کسی کی غلامی و بندگی سے آزاد کر دیا اور انسان پر انسان کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم کر دی۔ انسان نہ خود قانون ساز ہو سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کا یہ حق تسلیم کر سکتا ہے کہ اللہ کے بندوں پر حکم چلائے۔ ''حکم کسی کا نہیں مگر اللہ کا'' (ترجمہ: سورت یوسف آیت ٦٧)

Marfat.com

یہ فیصلہ کن وحدانیت اسلام کی اساس ہے، اس کے مطابق کوئی انسان اللہ کے سوا کسی کا مطیع فرمان اور کسی کا غلام نہیں ہوسکتا۔صرف اللہ کی اطاعت اس پر فرض ہے۔انسان اپنے لئے اقدار حیات صرف اللہ سے اخذ کرسکتا ہے۔زندگی کی کوئی قدر اگر اللہ کے ترازو میں کوئی وزن نہیں رکھتی تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔کوئی قانون، کوئی رواج اور کوئی تنظیم جو اللہ کے نظام کے خلاف ہے بالکل کالعدم ہے۔لوگوں کے درمیان تمام اختلافات کا فیصلہ کتاب اللہ ہی سے ہوگا۔اللہ نے قرآن کو نازل فرمایا، حق کے ساتھ نازل فرمایا۔ضرورت اس بات کی تھی کہ ایک ایسی ترازو موجود ہو جس کے مطابق سارے انسان اپنے نظریات اپنے عقائد اور اپنے کسب وکمائی کا وزن معلوم کریں۔

انسان حقیقی معنوں میں صرف اس وقت آزاد ہوگا، جب اللہ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ قائم کیا جائے۔اور دین پورے کا پورا اللہ کا ہوجائے۔زمین کے خلیفہ (انسان) پر فرض ہے کہ اس کرۂ عرض پر صرف اللہ وحدہ کی حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ قائم کرے۔سب اللہ کے مطیع وفرماں بردار ہوں۔یہ ہے انسان کے لئے، آزادی کا وہ حقیقی دستور وآئین، جو اسلام کے سوا دنیا میں کوئی اور دستور وآئین اس کو نہیں دیتا ہے۔

## مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط

محمد اللہ کے رسول ہیں"۔(ترجمہ:سورت الفتح آیت ۲۹)

"جس نے رسول کی اطاعت کی بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔(ترجمہ:سورت النساء آیت ۸۰)

"درحقیقت ایمان لانے والوں پر اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا رسول اٹھایا جو انہیں اُس کی آیات سناتا ہے، اور ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، ورنہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوئے تھے"۔(ترجمہ:آل عمران آیت ۱۶۴)

"جو کچھ رسول تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روک دے اس سے رک جاؤ"۔

(ترجمہ:سورت الحشر آیت ۷)

"پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اُس نور پر جو ہم نے نازل کیا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے"۔(ترجمہ:سورت التغابن آیت ۸)

Marfat.com

''کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر منہ موڑیں تو اللہ ایسے کافروں کو پسند نہیں کرتا''۔ (ترجمہ: سورت آل عمران آیت ۳۲)

جس شخص نے قرآن کی کسی آیت یا حدیث صحیح کو کسی بھی دوسرے شخص کے قول کی بنا پر ترک کر دیا تو اس نے اس چیز کو ترک کر دیا جس کی اطاعت کا حکم اللہ نے اُسے دیا ہے۔ بخلاف ازیں اس نے اس شخص کے قول کو اختیار کیا جس کی اطاعت و تقلید کا حکم اللہ نے اُسے نہیں دیا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

''مومنو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں سے صاحب امر ہوں پھر اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو جائے تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی سب سے اچھا ہے''۔ (ترجمہ: سورت النساء آیت ۵۹)

''ان کے سامنے جب ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے اُن کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا؟ ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے آرام سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو اُن کے لئے رسول بنا کر بھیجتے''۔

(ترجمہ: سورت بنی اسرائیل آیات ۹۴، ۹۵)

## (۴) لوگو! مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ امن میں شامل ہو جاؤ اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

''اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور صالح عمل کریں کہ وہ ان کو اس طرح زمین کا خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنا چکا ہے اور اُن کے لئے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ نے اُن کے لئے پسند کیا ہے اور ان کی حالت خوف کی امن سے بدل دے گا۔ پس وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں''۔ (ترجمہ: سورت النور آیت ۵۵)

''اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان کرتے ہیں''۔

Marfat.com

(ترجمہ: سورت النحل آیت ۱۲۸)

''اور جب متقین (پرہیزگاروں) سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے۔ کہتے ہیں بہترین کلام۔ جو نیکوکار ہیں ان کے لئے دنیا میں بھی بھلائی ہے۔ اور آخرت کا گھر تو بہت ہی اچھا ہے۔ بڑا اچھا گھر ہے متقیوں کا''۔ (ترجمہ: سورت النحل آیت ۳۰)

''اور خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے طاغوت کی عبادت کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کیا''۔ (ترجمہ: سورت الزمر آیت ۱۷)

''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا اولیاء بنا رکھا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں''۔ (ترجمہ: سورت الزمر آیت ۳)

''جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے اولیاء بنا لئے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے، جو اپنا ایک گھر بناتی ہے، اور سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ علم رکھتے''۔ (ترجمہ: سورت العنکبوت آیت ۴۱)

''اللہ کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کے لئے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے۔ اقتدار صرف اللہ کے لئے خاص ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ خود اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ یہی سیدھا طریقہ ہے۔ (ترجمہ: سورت یوسف آیت ۴۰)

''اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے (غیب) سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے، اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تمہارا رب اس سے بے خبر نہیں ہے''۔ (ترجمہ: سورت ھود آیت ۱۲۳)

''حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے اُسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے''۔ (ترجمہ: سورت الزخرف آیت ۶۴)

## (۳) دفاعی اقدامات اور اقامت دین کے لئے جدوجہد:۔

حرم کی تولیت مشرکین مکّہ کے پاس ہونے کی وجہ سے تمام عرب قبائل مشرکین مکّہ کے زیر اثر تھے۔ لیکن پھر بھی بہت سے قبائل چاہتے تھے کہ مدینہ سے بھی ان کے تجارتی اور سفارتی تعلقات قائم

Marfat.com

رہیں۔لیکن مشرکین مکہ کی دھونس اور دھمکیوں سے چھوٹے چھوٹے قبائل خوف زدہ رہتے تھے،ڈرے ہوئے تھے، اس لئے مدینہ میں تجارتی مال پہنچنا بند ہوگیا۔ مدینہ کا ایک طرح سے محاصرہ ہوگیا۔ محاصرے کی حالت ختم کرنے کے لئے فوجی مشقیں شروع کی گئیں۔فوجی مشقیں دور دور تک کے علاقوں میں کی گئیں، تاکہ مشرکین کو احساس دلایا جائے کہ مسلمان کمزور نہیں ہیں مسلمانوں کی فوجی مشقیں بہت کامیاب رہیں۔اس لئے مدینہ کے آس پاس کے قبائل کا خوف ختم ہوا اور وہ مدینہ آنے جانے لگے۔

''وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے،خواہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو''۔(ترجمہ: سورت الصف آیت ۹)

# سریہ سیف البحر

| | | |
|---|---|---|
| (۱) | سپہ سالار: | سید حمزہؓ بن عبدالمطلب |
| (۲) | علم بردار: | ابو مرثد کنانہؓ بن حصین غنوی |
| (۳) | جھنڈے کا رنگ: | سفید |
| (۴) | فوجیوں کی تعداد: | تیس مہاجر صرف |
| (۵) | عرصہ: | ماہ رمضان ۱ھ مطابق مارچ ۶۲۳ء |
| (۶) | علاقہ: | شارع شام کے نزدیک عیص پہاڑی کے ساتھ سمندر کے کنارے تک۔ |
| (۷) | مقاصد: | (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد) |

Marfat.com

# سریہ رابغ

(۱) سپہ سالار: عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف
(۲) علم بردار: مسطحؓ بن اثاثہ بن مطلب بن عبد مناف
(۳) جھنڈے کا رنگ: سفید
(۴) فوجیوں کی تعداد: ساٹھ مہاجر صرف
(۵) عرصہ: ماہ شوال ۱ھ اپریل ۶۲۳ء
(۶) علاقہ: وادی رابغ کا علاقہ۔
(۷) مقاصد: (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد)

# سریہ خرار

(۱) سپہ سالار: سعدؓ بن ابی وقاص
(۲) علم بردار: مقدادؓ بن عمرو
(۳) جھنڈے کا رنگ: سفید
(۴) فوجیوں کی تعداد: آٹھ یا بیس مہاجر صرف
(۵) عرصہ: ماہ ذالقعدہ ۱ھ مئی ۶۲۳ء
(۶) علاقہ: خرار کی وادی کا علاقہ۔
(۷) مقاصد: (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد)

Marfat.com

# ۲ھ

## غزوۂ ابواٗ یا غزوۂ ودّان

(۱) سپہ سالارِ اعظم: محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

(۲) مدینہ میں خلیفہ مقرر
فرمایا ان کا نام: سعدؓ بن عبادہ

(۳) علم بردار: حمزہ رضی اللہ عنہ

(۴) جھنڈے کا رنگ: سفید

(۵) عساکر کی تعداد: ساٹھ مہاجر صرف

(۶) عرصہ: ماہ صفر ۲ھ اگست ۶۲۳ء

(۷) علاقہ: وادی فرع کے گاؤں ابواٗ اور گاؤں ودان
مدینہ سے آٹھ منزل (اسی میل) کا علاقہ۔

(۸) مقاصد: (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد)

۱ھ کی فوجی مشقوں کی وجہ سے مشرکین مکّہ کا دوسرے علاقوں کے قبائل پر دبدبہ کم ہوا تو مسلمانوں کو اُمید بندھی کہ بنوضمرہ، مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ امن میں شامل ہو جائیں گے اس لئے محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بنفس نفیس خود بنوضمرہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ بنوضمرہ کے سردار نے فرع کے علاقے میں داخل ہوتے ہی، محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا اپنے قبیلے کی روایت کے مطابق شاندار استقبال کیا۔ اور پھر بنوضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو ضمری نے گاؤں میں بیٹھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ معاہدہ امن لکھا اور معاہدہ امن پر دستخط کئے۔ معاہدہ کی دستاویز کے متن کا خلاصہ یہ ہے۔

Marfat.com

☆ مسلمانوں کی طرف سے بنوضمرہ کے اموال و جانیں مامون و محفوظ رہیں گی۔

☆ جو بنوضمرہ پر حملہ کریگا، مسلمان اس کے خلاف بنوضمرہ کی مدد کریں گے۔

☆ مسلمانوں پر حملہ ہوا تو بنوضمرہ مسلمانوں کے دشمن سے لڑیں گے۔

☆ جب بھی محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بنوضمرہ کو طلب کریں گے تو وہ ان کا ساتھ دیں گے۔

## ۲ ھ
## غزوہ بواط

| | | |
|---|---|---|
| (۱) | سپہ سالار اعظم: | محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم |
| (۲) | مدینہ میں خلیفہ مقرر | سعدؓ بن معاذ |
| (۳) | علم بردار: | سعدؓ بن ابی وقاص |
| (۴) | جھنڈے کا رنگ: | سفید |
| (۵) | عساکر کی تعداد: | دوسو |
| (۶) | عرصہ: | ماہ ربیع الاوّل ۲ ھ ستمبر ۶۲۳ء |
| (۷) | علاقہ: | وادی بواط و رضویٰ پہاڑی کا علاقہ۔ |
| (۸) | مقاصد: | (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد) |

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قبیلہ بنوضمرہ سے امن معاہدہ کرلیا تو مشرکین مکّہ نے مدینہ جانے والے راستوں کا محاصرہ اور سخت کر دیا اور مدینہ کے آس پاس کے قبائل میں خوف و ہراس پھیلانا شروع کر دیا، اس لئے راستوں کا محاصرہ ختم کرانے اور قبائل کا خوف زائل کرنے کے لئے یہ فوجی مشق کی گئی۔

Marfat.com

## ۲ھ
# غزوہ سفوان یا غزوہ بدر اولیٰ

(۱) سپہ سالار اعظم: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) مدینہ میں خلیفہ مقرر: زید رضی اللہ عنہ
(۳) علم بردار: علی رضی اللہ عنہ
(۴) جھنڈے کا رنگ: سفید
(۵) عساکر کی تعداد: ستر صحابہ
(۶) عرصہ: ماہ ربیع الاول ۲ھ ستمبر ۶۲۳ء
(۷) علاقہ: وادی سفوان اور بدر کا گاؤں۔
(۹) مقاصد: (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد)

کیوں کہ مشرکین مکہ نے مدینہ کے قریب کے علاقوں میں ڈاکے ڈالنے شروع کر دیے اس لئے ضروری ہو گیا تھا کہ مدینہ آنے والی شاہرہ پر امن قائم کیا جائے اور مسلمانوں کی گرفت مضبوط ہو سکے۔

## ۲ھ
# غزوہ عُشیرہ

(۱) سپہ سالار اعظم: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(۲) مدینہ میں خلیفہ مقرر: ابوسلمہ بن عبد اسد مخزومی
(۳) علم بردار: حمزہ رضی اللہ عنہ
(۴) جھنڈے کا رنگ: سفید

Marfat.com

(۵) فوجیوں کی تعداد: ڈیڑھ سو مہاجر صرف

(۶) عرصہ: ماہ جمادی الاول ۲ھ نومبر ۶۲۳ء

(۷) علاقہ: قبیلہ بنو مدلج کا گاؤں عشیرہ کا علاقہ (مدینہ سے ایک سو ساٹھ میل پر ہے)

(۸) مقاصد: (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد)

غزوہ ابوا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امن معاہدہ میں بنوضمرہ بھی شامل ہو گئے تھے۔ بنو مدلج، بنوضمرہ کے حلیف تھے، اس لئے بنو مدلج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنوضمرہ کی معرفت پیغام بھیجا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) عشیرہ میں تشریف لائیں تا کہ ہم بھی معاہدہ امن میں شامل ہو جائیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ماہ جمادی الاول میں عشیرہ تشریف لے گئے۔ وہاں پر بنو مدلج نے معاہدہ امن پر دستخط کئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جمادی الآخر کے شروع میں مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

## ۲ھ

# سریہ عبداللہؓ بن جحش

(۱) سپہ سالار: عبداللہؓ بن جحش

(۲) علم بردار: یہ فوجی مشق دشمن کے بالکل مرکز کے علاقہ میں کی گئی اس لئے علم ساتھ نہیں تھا

(۳) فوجیوں کی تعداد: بارہ مہاجر صرف

(۴) عرصہ: ماہ جمادی الآخر ۲ھ جنوری ۶۲۴ء

(۵) علاقہ: مکّہ اور طائف کی درمیانی وادی نخلہ کا علاقہ۔

Marfat.com

(۶) مقاصد: (دیکھئے باب فوجی مشقوں کے مقاصد)

محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس خبریں پہنچ رہی تھیں کہ مشرکین مکّہ پوری تیاری سے مدینہ پر حملہ کریں گے اور آج کل ان کی تیاری زور شور سے چل رہی ہے، اور وہ آس پڑوس کے قبائل سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں۔اس لئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عبداللہؓ بن جحش کو ایک فوجی دستہ کے ساتھ مکّہ کی طرف روانہ فرمایا اور ان کو ایک خط دیا اور حکم دیا کہ اسے دو دن کی مسافت طے کر کے پڑھیں ۔اور اس کے اندر تحریر کردہ حکم پر عمل کریں۔عبداللہؓ بن جحش نے اپنے مقررہ وقت پر خط پڑھا تو اس میں لکھا تھا جب تم میرے اس خط کو پڑھو تو آگے بڑھو یہاں تک کہ تم وادی بطن نخلہ میں جا کر ٹھہر جاؤ، وہاں سے مکہ کے حالات پر نظر رکھو اور مشرکین مکّہ کے ارادوں اور نقل وحرکت کی ہمیں خبر دو۔لیکن اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ لے جانے پر مجبور نہ کرنا۔یہ واقعہ بدر کبریٰ سے پہلے کا ہے۔عبداللہؓ بن جحش نے خط پڑھ کر اپنے ساتھیوں کو بھی سنا دیا۔اور کہا تم میں سے کوئی شخص مجبور نہیں ہے، جو واپس جانا چاہتا ہے جا سکتا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے مطابق عمل کروں گا۔چنانچہ وہ آگے چلے اور ان کے تمام ساتھی ان کے ساتھ چل پڑے، کوئی بھی ان میں سے پیچھے نہ مڑا۔

عبداللہؓ بن جحش مکّہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ کے ایک باغ میں ٹھہر گئے، جو مکہ کے نزدیک ایک جنگل میں گھرا ہوا تھا۔عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنا کام بڑے احسن طریقہ سے کرتے رہے اور وہ دو دو آدمی اہم خبروں کے ساتھ مدینہ روانہ کرتے رہے اس طرح جب چھ آدمی رہ گئے تو ایک حادثہ پیش آ گیا۔ہوا یوں کہ جمادی الآخر کی ۲۹ تاریخ تھی اور رجب شروع ہونے والا تھا، عمرو بن حضرمی کہیں سے شراب اور کشمش لے کر آیا، اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ اُسے لے کر جنگل میں چھپ گیا تھوڑی دیر بعد ان لوگوں نے مسلمانوں کو دیکھ لیا۔سورج غروب ہو رہا تھا، حضرمی اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیے۔مسلمانوں نے بھی جواب دیا اور تیر برسائے ایک تیر عمرو بن حضرمی کو لگا اور وہ وہیں مر گیا اور اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے۔عبداللہؓ بن جحش اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ آ گئے۔یہ مشرکین مکہ کا پہلا آدمی تھا، جو پچھلے ۱۴ سال میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا تھا۔

Marfat.com

اس واقعہ کو مشرکین مکّہ نے بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور پروپیگنڈہ کا ایک طوفان برپا کر دیا لوگوں میں یہ بات باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ پھیلائی کہ مسلمانوں نے رجب کے مہینے میں عمرو بن حضرمی کو قتل کیا ہے۔ جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے کہ خوب پروپیگنڈہ کیا جائے اور بار بار جھوٹ بولا جائے کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ انہوں نے اپنے طریقے کے مطابق عمرو بن حضرمی کے کردار کو تو بالکل ہی چھپا لیا اور یک طرفہ مسلمانوں کے خلاف زوردار پرچار کیا اور ان خبروں کو پھیلانے میں مدینہ کے یہودی اور منافقین بھی مشرکین کے ساتھ ہو گئے۔ دراصل مشرکین مکّہ یہ ڈھنڈورا اس لئے پیٹ رہے تھے کہ ان کی جنگی تیاریاں چھپی رہیں، اور یہودی اور منافقین ڈھنڈورچی کا کردار اس لئے ادا کر رہے تھے کہ ان کی سازشیں بے نقاب نہ ہوں۔

جب سادہ لوح لوگ متاثر ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے سورت البقرہ کی آیت ۲۱۷ میں ان لوگوں کو سمجھایا تا کہ قیامت تک آنے والے لوگ اس طرح کے ہونے والے واقعات سے سبق لیں اور مشرکین کے مکارانہ طریقوں کو اچھی طرح سے جان لیں۔

''لوگ پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو اس میں لڑنا بہت بُرا ہے۔ مگر اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام کا راستہ اللہ والوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بُرا ہے اور فتنہ خونریزی سے شدید تر ہے۔ وہ تو تم سے لڑے ہی جائیں گے، حتی کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں اس دین سے پھیر لے جائیں۔ (اور یہ خوب سمجھ لو کہ) تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھرے گا، اور کفر کی حالت میں مرے گا، اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے''۔ (ترجمہ: البقرہ آیت ۲۱۷)

## تحویل قبلہ ماہ شعبان ۲ھ

اس سال ایک عظیم الشان واقعہ پیش آیا کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت المقدس کے بجائے مسجد حرام (خانہ کعبہ) کو قرار دیا گیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بنوسلمہ میں ایک دعوت میں تشریف لے گئے تھے۔ اسی دوران ظہر کی صلوٰۃ کا وقت ہو گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وہاں پر موجود مسلمانوں کو صلوٰۃ

Marfat.com

پڑھانے کھڑے ہوئے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دو رکعتیں ہی پڑھائی تھیں اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے ہی تھے کہ یکا یک وحی کے ذریعے سے حکم ہوا مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے صلوٰۃ ہی کی حالت میں مسجد حرام کی سمت رخ پھیر لیا۔

اس کے بعد مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس کی عام منادی کرادی گئی۔ براءؓ بن عازب کہتے ہیں کہ ایک جگہ منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ لوگ رکوع کی حالت میں تھے۔حکم سنتے ہی سب کے سب اسی حالت میں مسجد حرام کی طرف مڑ گئے۔ (تفہیم القرآن از سید مودودی)

جس مسجد میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صلوٰۃ پڑھا رہے تھے اور جہاں قبلہ بدلنے کا حکم آیا تھا اس مسجد کا نام مسجد قبلتین رکھ دیا گیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب تک مکّہ میں رہے،صلوٰۃ پڑھتے وقت اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ خانہ کعبہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے ہوتا تھا اور بیت المقدس بھی سامنے پڑتا تھا،لیکن مدینہ میں وہ صورت برقرار نہیں رہی، کیوں کہ مدینہ سے بیت المقدس اور خانہ کعبہ دونوں دو مخالف سمتوں میں پڑتے ہیں۔ بیت المقدس مدینہ سے شمال کی طرف ہے اور خانہ کعبہ جنوب کی طرف۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے صلوٰۃ پڑھتے رہے۔کیوں کہ دنیا میں خانہ کعبہ اللہ کا سب سے پہلا گھر اور یہ گھر توحید خالص کا سب سے بڑا مظہر ہے۔اس لئے دراصل بیت المقدس سے کعبے کی طرف سمت قبلہ کا پھرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو دنیا کی امامت کے منصب سے باضابطہ معزول کیا اور امت محمدیہ کو اس پر فائز کر دیا۔

حکم ہوتا ہے:

''یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا، ہم دیکھ رہے ہیں''لو ہم اُسی قبلے کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو، مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔اب جہاں کہیں بھی تم ہو اسی کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ پڑھا کرو''۔ (ترجمہ: سورت البقرہ آیات ۱۴۴)

قبلہ بدلنا تھا کہ یہودیوں نے پورے مدینہ میں شور مچانا شروع کر دیا۔قبلہ کا بدل دینا،ان پر شاق گزرا۔کیوں کہ جب بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ تھا تو یہودی بڑے اترائے ہوئے تھے اور

Marfat.com

یہودیوں نے اس صورت حال سے فائدہ اُٹھانا چاہا اور یہودیت کے حق میں بطور دلیل استعمال کرنا شروع کر دیا۔ قبلہ کی تبدیلی سے یہودیوں کی دلیل ختم ہوگئی۔ تحویل قبلہ کا حکم عین حکمت پر مبنی اور نہایت ہی بر محل تھا۔ یہ خالق زمین و آسمان کا کلام ہے۔ جو فطرت کی طرح خوبصورت ہے۔ قطعی اور آخری ہے۔ اس کا مطمع نظر اصلاً اتحاد ہے۔

اللہ کو علم ہے کہ لوگ کیسے کیسے اور کیا کیا سوال اٹھائیں گے اس لئے قرآن، مخالفین کے سوالات کے جوابات پہلے سے یا بعد میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بتا دیتا ہے۔ تا کہ لوگ جب بھی سوال اُٹھائیں تو مسلمان جواب دے دیں۔ چنانچہ تحویل قبلہ کے سلسلے میں مسلمانوں کو ایک صحیح نقط نظر دے دیا جاتا ہے۔

سورت البقرہ کی آیات ۱۴۲ تا ۱۵۲ کا ترجمہ:

(آیت ۱۴۲): ''نادان لوگ ضرور کہیں گے انہیں کیا ہوا کہ پہلے یہ جس قبلہ کی طرف رخ کر کے صلوٰۃ پڑھتے تھے اس سے یکا یک پھر گئے؟ ان سے کہو مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے''۔

(آیت ۱۴۳): ''اور اس طرح ہم نے تمہیں اُمت وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔ پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لئے قبلہ مقرر کیا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کے لئے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہوا جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب تھے۔ اللہ تمہارے اس ایمان کو ہرگز ضائع نہیں کریگا۔ یقین جانو کہ اللہ لوگوں پر بڑا شفیق اور رحیم ہے''۔

(آیت ۱۴۴): ''یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں لو ہم اس قبلے کی طرف تمہیں پھیر دیتے ہیں۔ جسے تم پسند کرتے ہو، مسجد حرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو اس کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ پڑھا کرو۔ یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے خوب جانتے ہیں کہ یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے۔ اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے''۔

(آیت ۱۴۵): ''تم اہل کتاب کے پاس خواہ کوئی نشانی لے آؤ یہ تمہارے قبلے کی پیروی نہیں

Marfat.com

کریں گے، اورتم بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والےنہیں ہو، اورنہیں ہیں ان میں سے بعض پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی۔ اورتم نے اس علم کے بعد جوتمہارے پاس آچکا ہے، اگر ان کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا''۔

(آیت ۱۴۶): ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کوایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔مگران میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپاتا ہے''۔

(آیت ۱۴۷): ''یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پس تم ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا''۔

(آیت ۱۴۸): ''ہرایک کے لئے ایک رخ ہے جس کی طرف وہ مڑتا ہے پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔ جہاں بھی تم ہوگے اللہ تمہیں جمع کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

(آیت ۱۴۹): ''اور جہاں کہیں سے بھی تم نکلو اپنا منہ (صلوٰۃ کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیردو۔ بے شک یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے۔اور اللہ تم لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے''۔

(آیت ۱۵۰): ''اور جہاں سے بھی تمہارا گزر ہو اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف پھیرا کرو۔اور جہاں بھی تم ہو اس کی طرف منہ کرکے صلوٰۃ پڑھو تاکہ لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی حجت نہ ملے مگر جو ظالم ہیں، ان کی زبان کسی حال میں بند نہ ہوگی تو ان سے تم نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو، اور اس لئے کہ تم پر اپنی نعمت پوری کردوں اور تاکہ تم ہدایت پاؤ''۔

(آیت ۱۵۱): ''جیسا کہ بھیجا ہے ہم نے تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے''۔

(آیت ۱۵۲): ''سوتم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھونگا اور میرا شکرادا کرو اور کفر نہ کرو''۔

☆☆☆

Marfat.com

# ماہ رمضان کے روزوں کا حکم

''اے مسلمانو تم پر روزے لکھ دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر اس سے پہلے لکھے گئے تھے، تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔ (ترجمہ: سورت البقرہ آیت ۱۸۳)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اُترا، جو انسانوں کے لئے سراسر ہدایت ہے جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو حق و باطل کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے وہ روزے رکھے۔ اور جو مریض یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرے۔ اللہ آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔ تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور روزے اس لئے فرض ہوئے ہیں، تاکہ تم اس احسان کے بدلے کہ تمہیں اللہ نے ہدایت دی ہے، اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو''۔ (ترجمہ: سورت البقرہ آیت ۱۸۵)

قرآن مجید نے حکم صیام کے موقع پر ہم کو صوم کے تین نتائج کی اطلاع دی ہے۔

(۱) تاکہ تم متقی ہو۔

(۲) تاکہ تم اس عطائے ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو۔

(۳) تاکہ تم اس نزول خیر و برکت اور اس عطائے فرقان پر اللہ کا شکر ادا کرو۔

پس ایسے صائم اور روزے دار جن کے صوم میں اتقاء، تقدیس اور شکر کے تینوں عناصر شامل ہیں تو اس نے نتائج اور مقاصد حاصل کر لئے۔ اگر صحیح نتائج حاصل ہو جائیں تو عبادات میں صوم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ بہت ساری روایات کی رُو سے، جن میں بخاری اور مسلم کی روایات بھی شامل ہیں، ایک حدیث قدسی میں یہ الفاظ ہیں کہ ''روزہ خاص میرے لئے ہے، اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا''۔

☆☆☆

Marfat.com

# غزوہ بدر رمضان سنہ ۲ھ

اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان لانے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اور مکّہ کے کافروں کا غیظ و غضب بھی روز بروز اسی بات پر بڑھتا جا رہا تھا کہ لوگ اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ کافروں کو اپنے ہی ہاتھوں سے بنائی گئی مورتیاں ٹوٹتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ اللہ کے گھر کعبہ میں اُنھوں نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی دن رات یہ لوگ گرد صاف کرتے رہتے تھے۔ اور ان پر رنگ بھی کرتے تھے۔ اور ان کو اِلٰہ بھی بنا رکھا تھا۔

دوسری طرف ان کے پروہت، اور سردار، ''اِلٰہ'' ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ مشرکین نے ان کو اِلٰہ (حاکم) بنا بھی رکھا تھا۔ جب مسلمان کہتے کہ لوگو! گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ (حاکم) نہیں ہے تو ان ظالموں کی نیند اڑ جاتی تھی۔ اس لئے کافروں نے پہلے دن سے ہی مسلمانوں پر تشدد شروع کر دیا تھا۔ ان کا غیظ و غضب روز بروز بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اُنھوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے۔

کافروں نے اس سے پہلے بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ ہجرت کے وقت تو مکّہ کے سردار خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وہاں سے محفوظ نکل آئے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کے بدلے ایک سو اونٹ انعام میں دینے کا اعلان کیا تھا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مدینہ پہنچنے کے ساتھ ہی مکّہ کے کافروں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول کو اُنھوں نے خط لکھا کہ یا تو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے لڑو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم نے قسم کھالی ہے کہ ہم سب تم پر حملہ کر دیں گے، تمہارے جوانوں کو قتل کریں گے اور تمہاری عورتوں پر قبضہ کر لیں گے۔

Marfat.com

پھر مکّہ کے کافروں نے مدینہ کے یہودیوں کو خفیہ طور پر اپنے ساتھ ملا لینے کے بعد مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ مدینہ کے آس پاس ڈاکے ڈالنے شروع کر دیے اور مدینہ آنے وجانے والے تمام راستوں کو غیر محفوظ بنا دیا۔

جس کے جواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسلامی ریاست کی حدود کو دور دور تک بڑھانے اور ریاست کی سلامتی اور دفاع کو مضبوط بنانے کے لئے قبائل سے امن معاہدے کئے۔ اور فوجی مشقیں شروع کیں۔ فوجی مشقوں کے مقاصد کا ذکر ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

اسلامی سلطنت نے کفار مکّہ پر پابندی لگا دی کہ ان کے قافلے راہ داری حاصل کئے بغیر اسلامی سرزمین میں سے نہ گزریں۔ کفار مکّہ نے اس پابندی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسلامی فوج کے دستے ان علاقوں میں بھیجنے شروع کر دئے تاکہ کفار مکّہ کے ایسے قافلوں کو پکڑا جا سکے جو اسلامی حکومت کی عاید کردہ پابندی کا احترام نہ کریں اور علاقائی حدود کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ اقدام اخلاقی اعتبار سے بالکل درست تھا۔ کفار مکّہ نے اسلامی ریاست کو تسلیم نہیں کیا تھا۔ مدینہ کی حدود میں آئے دن ڈاکے ڈالتے، لوٹ مار کرتے۔ مسلمانوں کو حالت جنگ میں کھڑا کر دیا۔

ہجرت کے دوسرے سال مدینہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبریں ملی کہ ابوسفیان بن حرب مکّہ سے شام کی طرف بڑے تجارتی قافلے کو لے کر مدینہ کی حدود سے گزر رہا ہے۔ اس قافلے میں وہ لوگ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو مکّہ سے نکالا تھا اور ان کے اموال اور مملوکات پر قبضہ کر لیا تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ وہ دین اسلام پر ایمان لائے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے۔ اب وہی مکّہ کے کفار اسلامی ریاست کی سرحدوں کو روندتے ہوئے گزر رہے تھے۔ اور کفار مکہ کا یہ قافلہ اس لئے جا رہا تھا کہ اس تجارت سے ہونے والے منافع کو مدینہ کے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں صرف کیا جائے۔ کفار مکّہ نے مدینہ کے خلاف جنگ کا اعلان کر رکھا تھا۔ دنیا بھر میں یہ قانون ہے کہ دشمن کے آدمیوں کو اپنے علاقے سے نہیں گزرنے دیا جائے۔ اگر وہ طاقت کے گھمنڈ میں گھس آئیں تو انہیں گرفتار کیا جائے یا قتل کر دئے جائیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کفار مکّہ سے صرف یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ اسلامی ریاست کے زیر اثر علاقوں میں سے بغیر اجازت آمدورفت بند کر دیں۔ لیکن کفار مکّہ

Marfat.com

کا قافلہ بغیر اجازت اسلامی ریاست کی حدود کے اندر سے گزر کر شام چلا گیا۔ جسے روکنے کے لئے مسلمان مدینہ سے نکلے تھے لیکن یہ قافلہ بچ کر شام پہنچ گیا تھا۔ اب مسلمان اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو آدمی بھیجے اور انہیں حکم دیا کہ وہ قافلہ کے واپسی کے انتظار میں شام کے راستے پر گشت کرتے رہیں، یہ دونوں گشت کرتے ہوئے ''الحوراء'' کے مقام تک پہنچ گئے اور وہیں ٹھہر گئے، یہاں تک کہ ابوسفیان قافلے کے ساتھ آتے ہوئے وہاں سے گزرا۔ ان دونوں نے جلدی سے مدینہ خبر پہنچائی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کو نکلنے کی دعوت دی، لیکن سب کا نکلنا ضروری نہیں قرار دیا۔ چنانچہ اس دعوت پر ۳۱۳ (تین سو تیرہ) آدمیوں نے لبیک کہا۔

دوسری طرف قافلے کا سالار ابوسفیان بے حد محتاط تھا۔ وہ لوگوں کے مال کے بارے میں بہت فکر مند تھا جو اس کی تحویل میں قافلے کے ساتھ تھا۔ جس میں ایک ہزار سے زیادہ اونٹ تھے اور اس کے ساتھ ستر آدمی تھے اور جن کے پاس کم از کم پچاس ہزار دینار مالیت کا سامان تھا اور جس کا منافع مسلمانوں کو قتل کرنے کے منصوبوں پر خرچ کرنا تھا۔ ان منصوبوں پر کفار مکّہ نے جس کے پاس جو رقم تھی، ساری کی ساری دے دی تھی، نہ صرف مرد بلکہ عورتیں جو کاروبار میں بہت کم حصہ لیتی ہیں، ان کا مال بھی اس میں لگا ہوا تھا۔

ابوسفیان پھونک پھونک کر قدم بڑھا رہا تھا اُسے جو سوار بھی ملتے، وہ ان سے معلومات حاصل کرتا۔ ابھی وہ اسلامی ریاست کی حدود میں داخل ہوا ہی تھا اور وہ بدر سے دور تھا کہ راستے میں ملنے والے بعض سواروں سے اُسے معلوم ہوا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اپنے ساتھیوں کو اس کے قافلے کے خلاف نکالا ہے۔ لہٰذا اس نے قافلے کا رخ مغرب کی طرف پھیر دیا اور بدر کا راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ کا راستہ پکڑ لیا اور ساتھ ہی ایک گاؤں سے ضمضم بن عمرو غفاری کو تیز دوڑنے والے اونٹ پر مکّہ بھیجا۔ اس شخص نے مکّہ پہنچتے ہی عرب کے جاہلیت کے رواج کے مطابق اپنے اونٹ کے کان کاٹ دیئے، اس کی ناک چیر دی کجاوے کو اُلٹ دیا اور اپنا قمیص آگے پیچھے سے پھاڑ کر شور مچانا شروع کر دیا۔

''اے قریش تمہارا قافلہ خطرہ میں ہے۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے آدمی لے کر ابوسفیان پر حملہ کرنے کو ہیں اُمید نہیں کہ آپ لوگ اپنا مال بچا سکو۔ دوڑو، دوڑو، ابوسفیان کو بچاؤ''۔

Marfat.com

ابوجہل پہلے سے ہی تیار تھا۔ وہ اپنے منصوبے کے مطابق پہلے سے ہی خوب پروپیگنڈہ کررہا تھا کہ ہمارا جو قافلہ زرومال سے مالا مال ہے جب شام سے واپس آئے گا تو مسلمان اُسے ضرور لوٹ لیں گے۔ اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ سب لوگ جن کا مال تجارت میں لگا ہوا ہے اور وہ سب لوگ جن کے اقرباء قافلے میں گئے ہوئے ہیں اور وہ سب لوگ جو پکے بت پرست ہیں اور مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں، بالاتفاق مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ سارا کام ابوجہل کے منصوبے کے مطابق ہو رہا تھا۔ اس نے مکّہ کے لوگوں کو خوب اُبھارا۔ قریش غیظ و غضب میں آ گئے، مکّہ کے تمام سردار، جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ اور تقریباً ایک ہزار تین سو جنگجو جن کی سواری میں ایک ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے اور اپنے پالتو قاتلوں اور ڈاکوؤں کو ساتھ لے کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کو نکلے تھے۔

کفار مکّہ کے ساتھ بڑی تعداد میں گانے والیاں بھی تھیں، جو ڈھول بجا بجا کر گا رہی تھیں۔ کافر بہت اکڑے ہوئے اور بڑے تکبر میں تھے۔ اور ان کو اپنی کثرت تعداد اور اسلحہ پر بڑا ناز تھا۔ کفار مکّہ کا یہ لشکر شمال کی طرف بدر کی جانب تیزی سے بڑھا، جب یہ لشکر جحفہ میں پہنچا تو ابوسفیان نے انہیں اطلاع پہنچائی کہ وہ قافلے کو مسلمانوں سے بچا کر نکال لایا ہے اور ابوسفیان نے مشورہ دیتے ہوئے درخواست کی کہ وہ فوج کو لے کر مکّہ واپس چلے جائیں۔ ابوسفیان کا پیغام لانے والا قیس ابن امراء لقیس نے بھی مکّہ کے لشکر کو مشورہ دیا کہ اب وہ واپس آ جائیں اور یہ کہ ان کا قافلہ بچ کر نکل گیا ہے۔ اب کسی جنگ کی ضرورت نہیں۔ ابوجہل نے کہا ہم ہرگز نہ لوٹیں گے۔ ہم بدر میں ضرور جائیں گے۔ تین دن رہیں گے، اونٹ ذبح کریں گے، کباب کھائیں گے، شراب پئیں گے اور گانے والیاں ہم پر گائیں گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام عرب قبائل ہم سے خائف ہوں گے۔ قیس واپس ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ مکہ کا لشکر آگے بڑھ گیا ہے۔ ابوسفیان چیخا "اے بدبخت قوم! یہ ابوجہل کا فیصلہ ہوگا۔ وہ رئیس قوم ہے، اس کی یہ سرکشی، بدشگونی اور کمزوری ہے اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس لشکر کو مار لیا تو ہم ہمیشہ کے لئے ذلیل ہو جائیں گے"۔

ابوجہل کی گفتگو سننے کے بعد اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب ثقفی نے جو بنی زہرہ کا حلیف تھا اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی زہرہ، اللہ نے تمہارے مال اور تمہارے آدمی جو ابوسفیان کے ساتھ تھے کو

Marfat.com

نجات دے دی۔ تم اس (ابوجہل) کے کہنے میں نہ آؤ اور اپنے گھر کو چل دو۔ چنانچہ بنوزہرہ کے تمام لوگ اور بنی عدی بن کعب کے سب لوگ مکّہ کو واپس ہو گئے۔ بدر میں ان کا ایک آدمی بھی شریک نہیں ہوا تھا۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام) یہ تقریباً تین سو جوان تھے۔

جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خبر ملی کہ قافلہ اسلامی سلطنت کی حدود کی طرف بڑھ رہا ہے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس کو روکنے کے لئے اپنی فوج کے تین سو تیرہ جوانوں کے ساتھ نکلے۔ جن میں مہاجرین ۸۳، اوس ۶۱، خزرج ۱۶۹ تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مدینہ سے مع اپنے اصحاب کے آٹھویں رمضان المبارک کو کوچ فرمایا۔ اس فوج میں ۷۰ (ستر) اونٹ اور صرف ۲ (دو) گھوڑے تھے، جن میں ایک گھوڑا مقداد بن اسود اور دوسرا زبیرؓ بن العوام کے پاس تھا۔

مدینہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عدم موجودگی میں نیابت صلوٰۃ عمروؓ بن ام مکتوم کو مقرر فرمایا اور پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مقام روحا سے ابولبابہؓ کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر بھیجا۔

مسلمانوں کی اس فوج کے لئے تین جھنڈے تیار کئے گئے۔ پہلا جھنڈا مہاجرین کے لئے، یہ جھنڈا مصعبؓ بن عمیر نے اٹھا رکھا تھا۔ یہ جھنڈا سفید تھا۔ دوسرا جھنڈا انصار کے قبیلہ خزرج کے لئے، یہ جھنڈا خبابؓ بن منذر نے اُٹھا رکھا تھا۔ تیسرا جھنڈا انصار کے قبیلے اوس کے لئے، یہ جھنڈا سعدؓ بن معاذ کے سپرد تھا۔ یہ دونوں جھنڈے سیاہ رنگ کے تھے۔

مسلمانوں نے بہت تیزی سے منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے وادی ذفران سے نکل کر کچھ آگے قیام فرمایا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قریش مکّہ کے آنے کی خبر ہوئی کہ وہ قافلہ کی مدد کے لئے نکل پڑے ہیں اسی وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اصحاب کو مطلع کیا اور مشورہ کر کے پوچھا کہ کیا کرنا چاہئے۔ (جوامع السیرۃ از ابن حزم) مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زوردار تقریر کی۔ بار ثانی مشورہ فرمایا۔ مہاجرین نے قابل اطمینان جواب دیا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اچھی تقریر کی۔ بار ثالث آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ اب انصار سمجھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ یعنی انصار مشورہ دیں۔ اس موقع پر انصار کے سرداراوران کے دستے کے سالار سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ نے کہا یا رسول اللہ معلوم ہوتا ہے، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) چاہتے ہیں کہ ہم بات کریں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم) نے فرمایا''ہاں'' سعدؓ بن معاذ نے کہا ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر ایمان لائے ہیں ،آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تصدیق کی ہے اوراس بات پر گواہ ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو کچھ لائے ہیں وہ حق ہے۔اور ہم نے ہر امر پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے اطاعت کا عہد کیا ہے۔ ہم ہر حالت میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمایئے کسی سے معاہدہ نامنظور کیجئے۔ہمارے زر ومال جس قدر منشاء مبارک ہو لیجئے۔ہمیں جو مرضی مبارک ہو،عطا کیجئے۔ مال کا جو حصہ ہم سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) لے لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ہمیں جو حکم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) دیں گے،ہم اس کی تعمیل کریں گے۔اگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمیں سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو ہم اس میں گھس جائیں گے۔

قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو حق وصداقت کے ساتھ بھیجا ہے، ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دائیں، بائیں ، آگے، پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) دشمن کو گھیرنے کے لئے جلدی کوچ فرمایئے۔سعد رضی اللہ عنہ کی تقریر جاری ہی تھی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چہرے سے خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا''اب یہاں سے کوچ کرو اللہ کی طرف سے فتح کی بشارت ہے۔اللہ نے دشمن کے دو قافلوں میں سے ایک پر نصرت کا وعدہ فرمایا ہے''۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بدر کی جانب پیش قدمی کی اور وہاں اُسی رات پہنچے، جس رات کفار پہنچے تھے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بدر کے قریب جا کر پڑاؤ کیا (بدر ایک کنواں ہے جس کے نام سے ایک گاؤں مدینہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر آباد ہے)۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بنفس نفیس ایک صحابی کے ساتھ بہتر جگہ کی تلاش میں سوار ہو کر نکلے۔آگے بڑھ کر جگہ کا معائنہ کیا اور واپس ہوئے۔اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے شام کے وقت علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور سعدؓ بن ابی وقاص کو بدر کے کنویں کی طرف بھیجا کہ حالات کا پتہ لگائیں۔یہ لوگ واپس لوٹے تو ان کے ساتھ دو لڑکے تھے۔اس وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔یہ لوگ لڑکوں سے پوچھ کچھ کرنے لگے کہ تم کون ہو؟ اور کس کام پر

Marfat.com

مامور ہو؟ ان دونوں لڑکوں نے بتایا کہ ہم قریش کے غلام ہیں اور یہاں جانوروں کو پانی پلانے آئے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اصحابؓ نے اس خبر کو غلط سمجھا، کیوں کہ وہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان دونوں لڑکوں کا تعلق قافلہ سے ہے۔ اس لئے مزید معلومات کی غرض سے لڑکوں پر سختی کرنے لگے۔ جب ان لڑکوں پر سختی ہوئی تو سختی سے بچنے کے لئے لڑکوں نے کہا ''ہم ابوسفیان کے غلام ہیں اور قافلے کے لوگ ہیں''۔ اتنے میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صلوٰۃ سے سلام پھیرا اور فرمایا ''اگر یہ لوگ تم سے سچ کہتے ہیں تو تم انہیں دھمکاتے ہو اور جب جھوٹ کہتے ہیں تو تم دھمکانے سے رک جاتے ہو''۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان لڑکوں سے گفتگو فرمائی۔ اور ان سے معلومات حاصل کیں۔ انہوں نے بتایا کہ قریش اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے جو وادی کے آخری کنارے پر دکھائی دے رہا ہے، پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دریافت فرمایا یہ لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا بہت ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پوچھا تعداد کتنی ہے؟ اُنہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ تب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دریافت فرمایا کہ وہ لوگ روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ تو اُنہوں نے عرض کیا کہ ایک روز نو اور دوسرے روز دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ جس سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قریش مکّہ کی تعداد کا اندازہ نو سو سے لے کر ایک ہزار تک فرمایا۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پوچھا کہ مکّہ کے کون کون رئیس آئے ہیں؟ انہوں نے سب کے نام بتائے۔ یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا ''مکّہ نے اپنے جگر پارے تمہارے روندنے کے لئے اُگل دیئے ہیں''۔

## میدان جنگ ۱۶ رمضان ۲ ھ

جنگ سے ایک دن پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم فرمایا۔ مسلمانوں کا لشکر کافروں سے پہلے ہی میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ مسلمانوں کا لشکر میدان میں قریب ترین کنویں کے پاس اس جگہ آکر اُترا جو مدینہ کی جانب تھا۔ خبابؓ بن منذر نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کیا اس مقام کا انتخاب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے وحی کی وجہ سے کیا ہے جس سے پس و پیش ہمارے لئے ممکن نہیں یا یہ جنگی تدبیر ہے۔ یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا

Marfat.com

یہ ایک جنگی تدبیر ہے اللہ کا حکم نہیں ہے۔ اس پر خبابؓ بن منذر نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مقام جنگی تدبیر کے اعتبار سے مناسب نہیں ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو یہاں سے لے چلیں اور اس کنویں کے قریب جا کر قیام فرمائیں جو اور آگے ہے۔ اس کنویں کا پانی میٹھا ہے اور بہت ہے۔ ہم اس کے ساتھ حوض بنا کر اس کو پانی سے بھر لیں گے جس سے ہم ضرورت کے وقت پانی لے سکیں گے اور جس پر ہمارا قبضہ ہوگا اور ہمیں مسلسل پانی ملتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام حالات کا جائزہ لے کر فوراً آگے بڑھ کر میٹھے پانی کے کنویں پر قبضہ کر لیا۔ دفاعی پوزیشن کے لئے بلند زمین اور اونچا پتھریلا ٹیلہ چن لیا گیا۔ اس طرح دشمن کو اونچائی کی طرف نقل و حرکت کرنے میں تکلیف محسوس ہو اور چڑھائی پر پیش قدمی کرتے ہوئے صاف نظر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑوں کو اپنے دائیں بائیں رکھا اور ریت اور پتھروں کے ایک اونچے ٹیلے کو پشت کی طرف رکھا جہاں سے معرکہ کارزار نظر آسکے۔ اس ٹیلے پر مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چھپر کھجور کی شاخوں سے بنا دیا۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قیادت گاہ تھی۔ اس پر سعدؓ بن معاذ کی کمان میں انصاری جوانوں کی ایک جماعت پہرے اور حفاظت کے لئے مقرر تھی۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس چھپر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ان کا کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام لشکر تک پہنچانا تھا۔

### کافروں میں گھبراہٹ:

کفار مکہ نے اپنے ایک آدمی کو مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ جس نے انہیں واپس آ کر بتایا کہ مسلمان مقابلے کے لئے ڈٹے ہوئے ہیں میدان جنگ کا انتخاب انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر کیا ہے، تیز دھار تلواریں ان کے پاس ہیں اور ان کے تیور بتا رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص خود پروا نہیں ہونے دیگا۔ اور اس وقت تک قتل نہیں ہوگا جب تک کہ تم میں سے دو چار کو قتل نہ کر دے۔ یہ سن کر کافروں میں گھبراہٹ پھیل گئی اور ان کے دور اندیش لوگوں کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اور ان کے دل ڈوب گئے کیوں کہ تمام سردار، رئیس اور وڈیرے میدان جنگ میں چلے آئے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ مسلمانوں نے اگر ان سب سرداروں اور وڈیروں کا کام تمام کر دیا تو

Marfat.com

پھر کیا بنے گا، یہ سوچ کر عتبہ بن ربیعہ سے نہ رہا گیا اور اس نے کافروں کو بہت سمجھایا کہ مسلمانوں سے نہ لڑیں لیکن ابوجہل نے عتبہ کی بات نہ مانی اور اس نے کہا کہ عتبہ کا بیٹا مسلمانوں کی طرف ہے اس لئے عتبہ نہیں چاہتا کہ جنگ ہو۔ اس طعنے پر عتبہ کو بڑا غصہ آیا اور وہ جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔

۱۷ رمضان کی رات:

اس رات اسلامی فوج نے خوب آرام کیا اور رات بھر سوئے۔ کچھ جوان باری باری پہرا دیتے رہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری رات صلوٰۃ پڑھنے میں گزاری آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فتح اور نصرت کی دعا مانگتے رہے۔ اس رات فجر سے پہلے خوب بارش ہوئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فجر کی صلوٰۃ پڑھائی۔ صلوٰۃ پڑھنے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہاد پر مختصر وعظ فرمایا۔ مسلمانوں کو صرف اور صرف اللہ پر بھروسا کرنے اور صبر و ثابت قدمی اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی۔ اور پھر مسلمانوں نے دودھ اور کھجوروں سے ہلکا پُھلکا ناشتہ کیا۔

دوسری طرف کافروں کی فوج کے لوگ رات بھر گانے سنتے رہے اور شراب پیتے رہے اور صُبح انہوں نے کشمش، دودھ، شراب اور اونٹ کے گوشت سے ڈٹ کر ناشتہ کیا۔

میدان جنگ ۱۷ رمضان ۲ ھ:

۱۷ رمضان بروز جمعہ ۲ ھ کو اسلامی فوج کی صفوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ٹیلے اور سورج کو فوج کی پشت پر رکھا۔ اور تیر کے اشارے سے صفوں کو درست فرمایا اور پہل کاری دشمن پر چھوڑ دی گئی، اس طرح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی پسندیدہ زمین پر دشمن کو جنگ کے لئے مجبور کر دیا۔

لڑائی میں شور و غل عام بات ہے، لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم فرمایا کہ کسی کے منہ سے غیر ضروری آواز نہ نکلے۔ اور اس کے بعد دعا کی ''یا اللہ تیری نصرت، تیری مدد کی ہمیں ہر وقت طلب ہے، ہم تجھ ہی سے فریاد کرتے ہیں، یا اللہ ہماری مدد فرما''۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی طرف دیکھا جو وادی کے انتہائی آخری جانب سے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعا کی ''یا اللہ یہ کافر تکبر سے بھرپور ہیں، تیرے نافرمان اور تیرے رسول سے جنگ آور۔ یا اللہ! تیری نصرت تیری مدد کی ضرورت ہے''۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جگہ پر قائم رہنا۔ دشمن آگے بڑھے تو اسے آگے بڑھنے دینا۔ جب وہ تمہارے تیروں کی زد میں آجائے تو تیر خوب برسانا۔ دشمن اور قریب آجائے تو نیزوں کا استعمال کرنا۔ برچھی اور تلوار کا استعمال بعد میں کرنا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فوج کو شعار یا حرف شناخت (Code Word) عطا فرمائے تاکہ گھمسان کی لڑائی کے موقع پر اپنوں اور دشمنوں میں پہچان کے لئے کام آئے۔

مہاجرین کا حرف شناخت ''یا بنی عبدالرحمٰن'' اور انصار میں خزرج کا ''یا بنی عبداللہ'' انصار ہی میں قبیلہ اوس کا ''یا بنی عبیداللہ''۔ تمام مسلمانوں کا حرف شناخت ''احد'' تھا۔ اور نعرہ مقرر ہوا ''یاحیّ یا قیوم''۔

اسلامی فوج کے لئے یہ لڑائی دفاعی تھی۔ فوج کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کا حکم تھا۔ صف آرائی اور پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر ڈٹے رہنے کی تاکید تھی۔ اور پھر کفار کی فوج بڑھنے لگی اور اسلامی فوج کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔

''اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظر میں تھوڑا کر کے دکھایا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تاکہ اللہ کو جو کام منظور تھا وہ کر ڈالے۔ سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں''۔ (ترجمہ: سورت الانفال آیت ۴۴)

اور پھر عتبہ بن ربیعہ آگے بڑھا وہ کافروں کے لشکر کا سردار تھا اور ابوجہل کے طعنے سے سخت برہم تھا۔ وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر میدان جنگ کے بیچ میں آکر کھڑا ہو گیا اور مبازرت طلب کی۔ تین انصاری جوان آگے بڑھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صف میں چلے جانے کا حکم دیا۔ اور اپنے خاندان کے لوگوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ حمزہؓ بن عبدالمطلب، عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب اور علیؓ بن ابی طالب بن عبدالمطلب سے ارشاد ہوا کہ مقابلہ کے لئے نکلو۔ یہ مجاہدین شیروں کی طرح آگے بڑھے تو مسلم فوج نے ''یاحیّ یاقیوم'' کے نعرے بلند کئے۔ چونکہ یہ لوگ خود پہنے ہوئے تھے جس سے چہرے چھپ گئے تھے اس لئے عتبہ پہچان نہ سکا اور اس نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ سب نے نام اور نصب بتائے عتبہ نے کہا برابر کی چوٹ ہے، ہم پایہ اور معزز لوگ ہیں۔ پھر ان کے درمیان مقابلہ شروع ہوگیا، ہر ایک اپنی اپنی جوڑ کے مدمقابل تھا، سید مکرم علی رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے ولید کی کھوپڑی گردن سے جدا کردی۔ اسد اللہ اور اسد رسول حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کا سر اُڑا دیا۔ لیکن عبیدہ رضی اللہ عنہ کو شیبہ نے زخمی کر کے گرا دیا اور پھر حمزہؓ کو للکارا، حمزہؓ نے شیبہ کی کھوپڑی اُڑا دی۔ اسی دوران علیؓ عبیدہؓ کو کندھے پر اُٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

پھر کفار کی طرف سے عبیدہ بن سعید بن العاص جو سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا، نکلا اور چیخ چیخ کر پکارا "میں ابو کرش ہوں"۔ زبیر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے کو نکلے اور اپنی برچھی اس کافر کے سر پر اتنی زور سے ماری کہ لوہے کے خود کو چیرتی ہوئی اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر برچھی کو نکالا۔ برچھی میں دندانے پڑ گئے اور اس کے دونوں سرے مڑ گئے۔ اس کے بعد عام حملہ شروع ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش (چھپر) میں تشریف لے گئے اور صلوٰۃ پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ صلوٰۃ پڑھتے ہوئے اللہ سے دعا مانگتے رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دونوں ہاتھ پھیلا کر خوب دعائیں مانگتے رہے۔ محویت اور بیخودی کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر گر پڑتی تھی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ سجدہ میں جاتے تھے اور دعا مانگتے تھے، "یا اللہ ہماری مدد فرما"۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حاضر تھے، کمال عقیدت سے عرض کیا "یا رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی التجا سن لی ہے۔ وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اونگھ سی طاری ہوئی اور اسی عالم میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فتح کی بشارت ہوئی۔ اور ادھر ساری فوج بھی اونگھ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ کھولتے ہی فرمایا ابو بکرؓ تجھے مبارک ہو اللہ کی نصرت آ پہنچی۔ اسلامی فوج نے آنکھ جھپک جانے کے بعد دشمن کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان کی تعداد تو بہت کم ہے اور مسلمان کثرت میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عریش سے باہر خوش و خرم تشریف لے آئے۔ ابو بکر صدیقؓ اور سعدؓ

Marfat.com

بن معاذ بھی ساتھ ہوگئے، اور پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میدان جنگ میں تشریف لے آئے۔ اور مسلمانوں کی ہمت بڑھاتے رہے۔ اس موقع پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''جس شخص نے جم کر کافروں کا مقابلہ کیا اس کا صلہ جنت ہے''۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں کے درمیان میں کھڑے تھے۔ مسلمان دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ فرشتے بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم آگے بڑھے اور اپنی مٹھی میں کنکریاں اُٹھا کر اُنہیں زور سے کافروں کی طرف پھینکا۔ ساتھ ہی کافروں کے دل دہل گئے اور ان کے پھیپڑے پھول گئے، میدان جنگ غبار آلود ہو گیا، کافروں کی کھوپڑیاں فضا میں اُڑنے لگیں، موت نے کافروں کے سرداروں اور وڈیروں کا گلا دبوچ لیا۔ وڈیرا ابوجہل بھاگنے کی سوچ رہا تھا کیوں کہ اس کے لوگ بھاگ رہے تھے اسی وقت دو بھائی معاذؓ اور معوذؓ شہباز کی طرح اس پر جھپٹے اور اپنی تلواروں سے اس کی دونوں ٹانگیں کاٹ کر اسے گرا دیا۔ اور اس کے پیٹ میں اپنی تلواریں گھونپ دیں۔ اور وہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی۔ مسلمان پوری قوت سے آگے بڑھ رہے تھے۔ کافروں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ لیکن ہتھیار ڈال کر بھاگتے ہوئے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا حکم تھا ہتھیار ڈال کر بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے۔ جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دے اس کو قتل نہ کیا جائے۔ عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔ بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔ ضعیف اور بیمار کو قتل نہ کیا جائے۔ زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔ لاشوں کو مثلہ نہ کیا جائے۔

مسلمانوں نے ستر اشخاص کو قید کر لیا۔ قیدیوں میں کئی زخمی تھے جن کی مرہم پٹی کی گئی۔ اس جنگ میں کافروں کے ستر آدمی ہلاک ہوے۔ اور وہ سب کے سب سردار اور وڈیرے جو دارالندوہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کے مشورہ میں شریک ہوئے تھے مارے گئے۔

اس جنگ میں چودہ مسلمان شہید ہوئے، جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے۔

یہ جنگ صبح کو شروع ہوئی تھی، اور ظہر تک کافروں کو شکست ہوگئی۔ مسلمانوں نے معرکہ جنگ سے فارغ ہو کر سب سے پہلے مسلمان شہداء کو دفن کیا۔ کافر ایسے بھاگے تھے کہ اُنہوں نے اپنی فوج کے مردوں اور زخمیوں تک کا کچھ خیال نہ کیا۔ اس لئے مسلمانوں نے کافروں کی لاشوں کو بے حرمتی سے بچانے کے لئے ایک گڑھے میں گاڑ دیا۔

Marfat.com

# یوم الفرقان

مسلمانوں نے بدر کے میدان میں فرزند زمین کے رشتے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زمین ہی میں دفن کر دیا۔ مسلمانوں کا رشتہ تو شہادت حق ہی سے ہے۔ یہ اصول اور عقائد کی جنگ تھی۔ اس جنگ نے عقیدہ توحید پر ثابت قدمی کے شاندار زندہ نمونے قائم کئے۔ یہ معرکہ کفر و ایمان کا معرکہ تھا۔

اس دن عتبہ کافروں کا سردار تھا لیکن عتبہ کے بیٹے ابو حذیفہؓ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ اس دن ابو عبیدہؓ بن جراح نے اپنے والد کو قتل کر دیا جو مشرک تھا۔ اسی دن عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار اپنے مشرک ماموں کے خون سے رنگین ہوئی۔ اس معرکہ میں سب سے پہلے عبد مناف کے مسلمان بیٹوں نے عبد مناف کے کافر بیٹوں کی کھوپڑیاں اڑا دیں۔ اس دن کفر سے تعلقات کٹ گئے۔ اللہ نے کلمہ ایمان کو کلمہ کفر پر بلندی عطا کی اور حق کو باطل سے جدا کر دیا۔ یہ ہے ''یوم الفرقان'' اس دن صرف اور صرف ایک اللہ پر مسلمانوں کا ایمان اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے ذریعے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

## مشرکین کی لاشوں سے خطاب:

مشرکین کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ تھی۔ ہر قسم کے اسباب اور اسلحہ ان کے پاس تھا۔ اچھے سے اچھے اونٹ اور گھوڑے ان کے پاس تھے، اس کے باوجود وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ یہ ایسا اس لئے ہوا کہ مسلمانوں کا بھروسا اللہ پر تھا۔ مسلمانوں نے اپنے تمام تر موجود وسائل کو جنگ میں جھونک دیا۔ مسلمان منصوبہ بندی سے لڑے۔ مسلمان مکمل اتحاد حوصلے اور عزم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے پابند رہے۔ اور اللہ پر پورا بھروسا کر کے ایمانی قوت کے ساتھ جنگ میں کود پڑے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ اور کافر اس نعمت سے محروم تھے۔ اس لئے شکست کھا کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے ان کافروں کی لاشوں کو ایک گڑھے میں گاڑ دیا۔

تیسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس گڑھے کی طرف گئے جہاں کافروں کو گاڑ دیا گیا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا، ''تم سے تمہارے رب کے جو وعدے تھے

Marfat.com

کیا وہ پورے ہوئے؟ میرے رب نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔

اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے گفتگو فرما رہے ہیں ان میں روح ہی باقی نہیں رہی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا''ہاں وہ اس وقت خوب جان گئے ہیں، جو میں ان سے کہتا تھا سچ تھا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

## اہل مدینہ کے لئے بشارت فتح کا اہتمام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہؓ بن رواحہ اور زیدؓ بن حارث کو حکم فرمایا کہ تم دونوں فوراً مدینہ کے لئے روانہ ہو جاؤ اور وہاں جلد سے جلد پہنچ کر مسلمانوں کو فتح کی خوش خبری سناؤ۔ یہ دونوں ایک ساتھ مدینہ میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کی فتح اور مشرکین مکہ کی شکست کی خبریں بیان کرتے گئے۔ مسلمانوں کی فتح کی خبر سنی تو لوگ گھروں سے نکل آئے اور خوشی کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

## فتح کے بعد روانگی:

۱۷ رمضان کی عظیم الشان فتح کے تین روز بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ بدر سے منزل بہ منزل مدینہ کی طرف روانگی فرمائی۔ اموال غنیمت اور جنگی قیدی ساتھ تھے۔ مال غنیمت پر عبداللہؓ بن کعب کی نگرانی تھی۔ اسی دوران مشرکین مکہ کے قیدیوں میں سے دو قیدی نضر بن حارث اور عقبہ بن معیط ہتھیار چھیننے اور فرار ہونے کی کوشش کرتے ہوئے مارے گئے۔

## مسلمانوں کی مدینہ واپسی:

جنگ بدر سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب بدر مدینہ میں آئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شاندار استقبال کیا گیا۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب پر فتح کا کوئی غرور اور گھمنڈ نہیں تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قیدیوں اور اموال غنیمت کو پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد بیان کرتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوئے۔ یہ دیکھ کر اُس دن کئی یہودی اور بہت سے مشرک مسلمان ہوئے۔

Marfat.com

## اموال غنیمت کی تقسیم:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مدینہ پہنچنے کے ایک دن بعد اموال غنیمت اور قیدی مدینہ پہنچے۔اموال غنیمت میں ڈیڑھ سو اونٹ، دس گھوڑے، بہت سے ہتھیار، بہت سامان، چمڑے کے بہت سے بستر، کشمش اور کھجوریں وغیرہ تھیں۔کافروں نے سامان بہت ساتھ لیا تھا کیوں کہ وہ فتح کے خیال سے آئے تھے، دوسرا مقصد ان کا قبائل پر دھاک بٹھانا بھی تھا۔لیکن ان کا یہ غرور خاک میں مل گیا۔سارا مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے اموال غنیمت کی تقسیم فرمائی۔ تمام اصحاب بدر کو مساوی حصہ عنائیت فرمایا۔

## قیدیوں سے حسن سلوک اور ان کا فدیہ:

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مدینہ پہنچنے کے ایک دن بعد قیدی مدینہ پہنچے۔ان کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے سامنے پیش کیا گیا۔قیدیوں کو دو دو چار چار کر کے صحابہؓ میں تقسیم کر دیا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے ارشاد فرمایا کہ آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔اس لئے مسلمانوں نے قیدیوں کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا اور ان کے ساتھ بہت ہی نرمی سے پیش آئے۔قیدیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاتے اور خود کھجوروں پر گزارہ کرتے۔حالانکہ ان لوگوں نے مسلمانوں پر بہت ہی ہولناک مظالم ڈھائے تھے۔مسلمان خود پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے،لیکن قیدیوں کو نئے کپڑے بنوا کر دیئے۔

قیدیوں میں سہیل بن عمرو بھی شامل تھا، یہ مکہ کا ایک رئیس اور بڑا مقرر تھا۔وہ اپنی تقریروں میں مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو اُبھارتا رہتا تھا۔یہی وجہ تھی کہ عمر فاروقؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) سے اجازت چاہی کہ اس کے اگلے دانت اُکھاڑ دیئے جائیں تا کہ یہ اچھی طرح تقریر نہ کر سکے۔لیکن ''رحمت للعالمین (صلّی اللہ علیہ وسلّم )'' نے اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ قیدیوں کے اعضاء کبھی نہ بگاڑنا اور جو کوئی قیدیوں کے عضو بگاڑے گا اللہ اس کے اعضاء بگاڑ دیگا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بدر کے قیدیوں کا معاملہ شوریٰ میں رکھا اور تاکید فرمائی کہ جو جس کی رائے ہو ظاہر کرنے میں تامل نہ کرے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) یہ اپنے ہی اہل قرابت

Marfat.com

اور عزیز اقارب ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیں۔اس طرح ہمیں ان سے جو دولت ملے گی وہ مشرکین کے مقابلہ میں ہماری طاقت بڑھانے کا سبب بنے گی اور ممکن ہے، اللہ تعالیٰ انہیں آئندہ ہدایت عطا فرمائے تو یہی اسلام کی قوت بن جائیں۔
صحابہ کی اکثریت نے فدیہ لینے پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہ لوگ اللہ کے دین کے دشمن ہیں۔ان لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تکذیب کی۔ہم سب کو وطن سے بے وطن کر دیا۔انہوں نے ہم سے جنگ کی۔یہ لوگ کفر کے ستون اور گمراہی کے جھنڈے ہیں۔میری رائے یہ ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔

سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان لوگوں کو نہ چھوڑا جائے۔ان سب کو قتل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

عبداللہؓ بن رواحہ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) انہیں کسی وادی میں لے جا کر جہاں بہت سی لکڑیاں ہوں جلا دیا جائے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا اور فرمایا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اور جن کے پاس فدیہ ادا کرنے کی رقم نہ ہو، مگر لکھنا پڑھنا جانتے ہوں تو وہ دس دس ناخواندہ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔یہی ان کا فدیہ ہے۔

ایک قیدی کا فدیہ زیادہ سے زیادہ چار ہزار درہم تھا۔بعض کا حسب مراتبہ تین ہزار درہم، دو ہزار درہم، اور ایک ہزار درہم تک تھا۔

جب فدیہ کی رائے طے پا گئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے قیدیوں کو اپنے صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔اور پھر مدینہ نے مکّہ کو اس فیصلے سے آگاہ کر دیا۔

سب سے پہلا قیدی جس کا فدیہ ادا کیا گیا، وہ ابووداء حارث تھا جس کے بیٹے نے چار ہزار درہم فدیہ ادا کیا۔پھر مشرکین مکّہ نے اپنے اپنے قیدیوں کے فدیے بھیجنے شروع کر دئے۔جو لوگ ناداری اور غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے وہ چھوڑ دیئے گئے۔اور جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے جب انہوں نے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا تو وہ چھوڑ دیئے گئے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی اسیران بدر میں تھے۔ جب ابوالعاص بن ربیع رہا ہو کر مکہ گئے تو وعدے کے مطابق اُنھوں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو مکہ سے مدینہ بھیج دیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد مکہ کے لوگوں کی امانتیں جو اُن کے پاس رکھی ہوئی تھیں واپس کر کے مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔

ابوالعاصؓ بن ربیع سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ ابوالعاصؓ بن ربیع بڑے شریف النفس انسان تھے۔ اور بہت ہی دیانت دار آدمی تھے۔ مکہ میں ان کی بڑی ساکھ تھی۔ لوگ انہیں اپنا مال دے کر فروخت کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجا کرتے تھے۔

ابوالعاصؓ بن ربیع سیدہ زینبؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد وہ بہت بے چین رہنے لگے۔ ایک دفعہ جب وہ شام کی طرف گئے تو راستے میں سیدہ زینبؓ کی تعریف میں بہت اونچی آواز سے شعر پڑھتے جا رہے تھے۔

جب میں ارم کے مقام سے گزرا تو زینبؓ کو بہت یاد کیا....
امین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو یا اللہ جزائے خیر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ پڑھتے وقت کبھی کبھی ایک بچی کو اپنے دوشِ مبارک پر اٹھائے رکھتے تھے۔ یہ سیدہ زینبؓ کی صاحبزادی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

### مکہ میں شکست کی خبر:۔

مدینہ میں مسلمان فتح سے بہت خوش تھے اور اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف مکہ میں حیسمان بن عبداللہ خزاعی (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) ایک تیز رفتار سواری پر بھاگتا ہوا مکہ پہنچا۔ اس نے اہل مکہ کو سب سے پہلے ان کے سرداروں اور وڈیروں کی موت اور شکست کی خبر سنائی۔ اس خبر کو سنتے ہی، مکہ میں گھر گھر ماتم بچھ گیا۔ عورتوں نے اپنے سروں کے بال نوچ ڈالے اور ہوا میں اُڑا دیے۔ اور انہوں نے ایک ماہ تک اپنے مقتولین کا سوگ منایا۔

ابولہب یہ خبر سن کر ایک عجیب مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس کا تمام جسم پھٹ گیا۔ اور اس میں پیپ پڑ گیا اور وہ سات دن کے اندر اندر مر گیا۔ اس کی لاش گل سڑ گئی اور اس میں اتنی بدبو پھیلی کہ تین دن تک کوئی اس کے قریب بھی نہ گیا۔ پھر اس کو ایک گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دی گئی۔

Marfat.com

ایک ماہ کے سوگ کے بعد مشرک اس رائے پر متفق ہوئے کہ رونا پیٹنا بند کر دیا جائے تا کہ مسلمانوں کو اُن پر ہنسنے، خوش ہونے اور ان کا مذاق اُڑانے کا موقع نہ ملے۔ بلکہ اُنہوں نے جنگ بدر کا اِنتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ اور ابوسفیان اور ان کے دوسرے سرداروں نے انتقام لینے کی قسمیں کھائیں۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات:

جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بدر جانے کی تیاری کر رہے تھے، اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں۔ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ بدر روانگی سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ رقیہؓ کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں ہی ٹھہریں۔ اس کے بدلے اللہ اُنہیں جنگ بدر میں شریک ہونے کا ثواب عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ عثمان رضی اللہ عنہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہر گئے۔ سیدہ رقیہؓ کی بیماری بڑھ گئی، اور ان کی تیئیس (۲۳) برس کی عمر میں وفات ہوئی۔ عین اس وقت جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی، زیدؓ بن حارثہ جنگ بدر کی لڑائی میں فتح کی خبر لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔

عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا میں باہم بے حد محبت تھی۔ وہ حضر میں، سفر میں اور ہجرت میں، خشکی اور سمندر میں، مکہ، حبشہ اور مدینہ میں ہر جگہ ساتھ ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ یہ اتنی مثالی جوڑی تھی کہ عرب میں یہ مقولہ ان کی نسبت بطورِ ضرب المثل مشہور ہو گیا تھا۔ ''عثمانؓ اور رقیہؓ سے بہتر میاں بیوی کسی انسان نے نہیں دیکھے''۔

سیدہ امّ کلثومؓ کی عثمانؓ سے شادی:۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی صاحبزادی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ اسی لئے عثمان رضی اللہ عنہ کو ''ذوالنورین'' (دو نور والے) کہا جاتا ہے۔ سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے شعبان ۹ھ میں اُنتیس (۲۹) سال کی عمر میں وفات پائی، اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ سیدہ اُم کلثومؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

غزوہ بدر کے بعد کے کچھ واقعات:

بدر کی فتح سے مسلمانوں کی ہمت بہت بڑھ گئی۔ مشرکین اور یہودی مسلمانوں سے خائف رہنے

Marfat.com

لگے اور ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کا بازار گرم کر دیا۔ ہر قسم کے مرد، عورت شعرا اور دوسرے لوگ میدان میں اُتر آئے۔ بدمعاشی کی حد ہوگئی۔ مسلمان عورتوں کے نام لے لے کر شعر کہنے شروع کر دیے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ عرب کے باشندے اپنے ناموس کے لئے کس طرح جان پر کھیل جاتے ہیں۔ ایک گروہ بنا جس نے ان غلیظ اور بدزبان فسادیوں کو ٹھکانے لگانے کا عہد کیا۔ اور یہ سب فسادی جلد ہی کیفر کردار پر پہنچا دیے گئے۔

بدر سے پہلے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت نہیں تھی۔ حکم تھا کہ ہاتھ بندھے رکھو، برداشت کرو، صبر کرو، درگزر سے کام لو، تمہیں دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جائے، تمہیں گرم مٹی میں دبا دیا جائے، تمہیں شہید کر دیا جائے پھر بھی اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔ لیکن اب وہ ہاتھ کھول دیئے گئے۔

مسلمان امن، صلح اور سلامتی کا پیغام گھر گھر پہنچا رہے تھے۔ دنیا کے لئے جو دین صلح و سلامتی اور امن کا پیغام لے کر آیا ہو اس کو ماننے والے جنگ کیوں کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے چپ چاپ گھروں کو، املاک کو اور مکّہ کو چھوڑ دیا، اور مدینے چلے آئے۔ لیکن اب ایسی صورت حال آن پڑی تھی کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہ گیا۔ اگر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو جاتے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ توحید کی منادی کرنے والا دنیا پر کوئی نہ رہ جاتا۔ ''مسیح عَلَیْہِ السَّلَامْ نے اپنے پونے تین سال کے وعظ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے حواریوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں وغیرہ اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جائیں''۔

(لوقا ۲۲/۳۶ بحوالہ رحمتہ للعالمین از قاضی محمد سُلیمان سلمان منصور پوری)

لیکن بہ حیثیت ایک انسان کے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ رحمتہ اللعالمین ہی رہے۔ لڑائی کے میدان میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) لوہے اور فولاد سے زیادہ مضبوط تھے۔ لیکن فتح کے بعد پھر وہی نرم خو، رحم دل، رحمتہ للعالمین نظر آئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جنگی قیدیوں کے ساتھ جو نیک سلوک کیا اور جو مراعات دیں، انہیں دیکھ کر اس دور کی دنیا دنگ رہ گئی، جنگی قیدی خود احسن برتاؤ اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھنے پر حیران رہ گئے۔

Marfat.com

## غزوہ بنوقینقاع:

غزوہ بدر کے کچھ عرصہ بعد یہود بنوقینقاع نے مسلمانوں کے خلاف اپنی زبانیں تیز کردیں اور تلواریں بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں نصیحت فرمائی، تو وہ کہنے لگے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے ایسی قوم کو شکست دی ہے جو جنگ لڑنا نہیں جانتی تھی۔ اگر ہم سے لڑائی ہوگئی تو پتہ چل جائے گا کہ کن لوگوں سے پالا پڑا ہے۔ اورانہوں نے مسلمانوں سے امن معاہدے کو ختم کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر فرمایا۔ لیکن پھر ان یہودیوں نے بازار میں ہنگامہ کردیا جس میں ایک مسلمان کو شہید کردیا، جواب میں ایک یہودی بھی مارا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پندرہ دن تک ان کا محاصرہ کیے رہے، پھرانہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شام کی طرف جلاوطن کردیا۔ تھوڑے دنوں بعد ان میں ایک وبا پھوٹی جس سے ان کے اکثر لوگ مرگئے۔

## غزوہ سویق یا قرقرۃ الکدر:

بدر میں شکست کھانے کے بعد مشرکین کے مکہ پہنچنے پر ابوسفیان نے قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں سے شکست کا بدلہ لے گا۔ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لئے دوسو سے چارسو سواروں کو لے کر مدینہ کی طرف نکلا۔ ایک صبح اس نے مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے گاؤں عریض پر حملہ کیا۔ ایک انصاری اور اس کے حلیف کو جو کھیت میں کام کررہے تھے قتل کیا۔ گاؤں کے مکانات جلادیے، گھاس کے ڈھیر میں آگ لگادی، کھجوروں کے درختوں کو جلادیا اور واپس لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسو مسلمانوں کے ساتھ مقام قرقرۃ الکدر تک تعاقب کیا۔ لیکن مشرکین مکہ وہاں سے تیزی سے نکل گئے اور بھاگتے ہوئے ستو کے بورے اپنا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے راستہ میں پھینکتے گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں، اس لئے یہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے دوماہ بعد ذی الحج ۲ھ میں پیش آیا۔

Marfat.com

# سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شادی ذی الحج ۲ ھ

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ ان کی عمر ۲۰ سال ہو چکی تھی تو سید مکرم علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ فاطمہؓ کی مرضی دریافت فرمائی۔ سیدہ فاطمہؓ کے اظہار رضا پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے علی رضی اللہ عنہ کی درخواست منظور فرمائی۔ اور مسلمانوں کے مجمع میں سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کا نکاح سید مکرم علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ ''چار سو مثقال چاندی مہر قرار دیا''۔ (شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا)

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کا جہیز یہ تھا، ایک چار پائی ایک چادر، ایک تکیہ اور ایک مشکیزہ۔

علی رضی اللہ عنہ کے ولیمہ کا کھانا حلوا اور گوشت تھا۔ حلوا کھجور ستو اور گھی کا بنا ہوا تھا۔

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سیدہ فاطمہؓ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ کسی سفر سے واپس لوٹتے تو مسجد میں دو رکعت صلوٰۃ پڑھنے کے بعد سب سے پہلے سیدہ فاطمہؓ کے گھر جاتے، ان کے ہاتھ اور پیشانی کو چومتے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے ایک صحابیؓ نے پوچھا نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا۔ انہوں نے جواب دیا ''فاطمہؓ''۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پوری زندگی آخرت میں ڈھل گئی تھی۔ اس لئے اولاد سے محبت کا مفہوم بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے یہاں دوسرا تھا۔ ایک روایت جو نسائی کے سوا دوسری تمام کتب صحاح میں نقل ہوئی ہے، یہ ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے ایک بار ابن عبدالواحد سے فرمایا۔ میں تجھ کو فاطمہؓ بنت محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی ایک بات سناؤں جو سارے کنبہ میں نبی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ ابن عبدلواحد نے کہا ہاں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا فاطمہؓ کا حال یہ تھا کہ چکی پیستی تو ہاتھ میں چھالے پڑ جاتے، پانی کی مشک اُٹھانے کی وجہ سے گردن میں نشان پڑ گیا تھا۔ جھاڑو دیتیں تو کپڑے میلے ہو جاتے۔ انہیں دنوں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس کچھ خادم آئے۔ میں نے ''فاطمہؓ'' سے کہا تم اپنے والد کے پاس جاؤ اور اپنے لئے ایک خادم مانگو ''فاطمہؓ'' گئیں۔ مگر وہاں ہجوم تھا مل نہ سکیں، اگلے دن نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمارے گھر آئے اور پوچھا کہ کیا

Marfat.com

ضرورت تھی۔''فاطمہؓ'' چپ ہوگئیں۔ میں نے قصہ بتایا اور یہ بھی کہا کہ میں نے ان کو بھیجا تھا کہ یہ سب بتائیں اور ایک خادم مانگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سننے کے بعد فرمایا''فاطمہؓ'' اللہ سے ڈرو۔ اپنے رب کے فرائض ادا کرو، اپنے گھر والوں کا کام کرو۔ جب بستر پر جاؤ تو ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد اللہ، ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھو۔ یہ پورا سو ہو گیا۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا''میں اللہ سے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس حال پر خوش ہوں''۔ علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی اور فاطمہؓ کو خادم نہیں دیا۔ (پیغمبر انقلابؐ از وحید الدین خان)

# غزوۂ اُحد شوال ۳ھ

بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح سے مشرکین مکہ کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔لیکن انتقام کی آگ میں وہ جل رہے تھے۔اس لئے انہوں نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے ایک سال تک تیاری کی۔ جنگ بدر سے پہلے مشرکین مکہ کا جو قافلہ بڑے منافع کے ساتھ شام سے مکہ لوٹا تھا اس کا سارا نفع جنگ کے لئے محفوظ کرلیا گیا۔اور اس کے علاوہ قومی چندا کیا گیا۔جس میں مشرکین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔مسافع شاعر اور ابوعزہ عمرو جمحی شاعر اور ان کے ٹولے نے گشت لگا کر قبائل کو اُبھارا اور جنگ کے لئے چندا اور رضا کار مانگے۔ایک سال کے عرصہ میں تین ہزار جنگجوؤں کا لشکر تیار ہوا۔جس میں دو ہزار سے زیادہ اونٹ اور دو سو گھڑ سوار شامل تھے۔ یہ لشکر مکہ سے شوال ۳ھ کے ابتدائی دنوں میں مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

ابوسفیان بن حرب اس لشکر کا سپہ سالار تھا۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ لشکر کے ساتھ تھی۔اور بھی بہت سی عورتیں کفار مکہ کے ساتھ تھیں جن میں سرداروں اور وڈیروں کی بیویاں، مقتولین بدر کی بیوائیں اور قریبی رشتہ دار عورتیں اور ناچنے، گانے والیاں وغیرہ تھیں جو بدر کے مردوں پر روتیں، نوحہ و ماتم کرتیں اور لشکریوں کو جنگ پر اُبھارتیں۔

اس جنگ کے لئے جو لوگ پیش پیش اور جوش انتقام سے لبریز تھے، ان میں سے کچھ لوگوں کے

Marfat.com

نام یہ ہیں، ابوسفیان، خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل، جبیر بن مطعم، صفوان بن اُمیہ، عبداللہ بن ابی ربعیہ، طلحہ بن ابی طلحہ وغیرہ۔

ہندہ اس جنگ کے لئے بہت سرگرم تھی۔ جس کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اور جبیر بن مطعم کا چچا بھی حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مرا تھا۔ اس بنا پر وحشی کو جو جبیر بن مطعم کا غلام تھا، حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کرلیا۔ وحشی، حربہ (چھوٹا نیزہ) پھینکنے میں طاق تھا اور اس کا نشانہ کم ہی خطا ہوتا تھا۔ وحشی سے اقرار ہوا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے صلے میں وحشی غلام کو جبیر بن مطعم آزاد کردیگا اور ہندہ بنت عتبہ وحشی کو اپنے تمام زیور دے دے گی۔

جنگ کی تیاری کی خبریں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مسلسل پہنچ رہی تھیں۔ سب سے پہلے عباسؓ نے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے چچا تھے اور مکّہ ہی میں مقیم تھے خبر پہنچائی۔ انہوں نے مشرکین مکہ کی جنگی تیاریوں کے تمام حالات لکھ کر ایک تیز رفتار قاصد کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ خبریں پہنچیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فوراً ہی چند مسلمانوں کو خبریں لانے اور کفار مکّہ کی فوج کی تعداد معلوم کرنے کے لئے بھیجے۔ انہوں نے آکر تمام خبریں دیں۔ کفار کا لشکر مدینہ کے قریب پہنچنے والا تھا۔ مدینہ پر حملے کا خطرہ تھا اس لئے مدینہ میں ہر طرف پہرے لگا دیے گئے۔

دوسرے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ کئی صحابہؓ نے بھی شہر میں رہ کر مقابلہ کرنے کی رائے ظاہر کی۔ منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی شہر کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے پر زور دیا۔ لیکن اکثر مسلمانوں نے جنہیں جنگ بدر میں شرکت کا موقع نہیں ملا تھا، عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہم آج کے دن کی تمنا رکھتے تھے پس آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمیں ہمارے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے باہر نکلنے کا حکم دیجئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تائید کی۔ اور عرض کیا کہ شہر میں بند ہونے کو یہ لوگ ہماری کمزوری سمجھیں گے اور کہیں گے کہ مسلمان ڈر کر یثرب (مدینہ) اور اس کے قلعوں میں دبک گئے۔ شہر میں بند ہونے سے دشمن کی ہمت بڑھ جائے گی اور وہ جرأت مند ہو جائے گا اور آئے دن ہمارے سرسبز و شاداب کھیت برباد کرتا رہے گا اور وہ بار بار حملہ آور ہوگا۔

Marfat.com

بنوعوف بن خزرج سے نعمانؓ بن مالک بن ثعلبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمیں آج جنت میں جانے دیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں آج ان شاءاللہ ضرور جنت میں داخل ہو کر رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے اندر رہنے یا باہر نکلنے کے متعلق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف وحی نہیں بھیجی تھی اس لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اکثریت کے مشورے پر عمل فرمایا۔

جمعہ کا دن تھا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مسلمانوں کو جمعہ کی صلوٰۃ پڑھائی۔ اس سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے خطبے میں فرمایا مسلمانو! اگر تم نے صبر واستقامت کا ثبوت دیا تو فتح تمہاری ہی ہوگی۔ پھر مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا اور عصر کی صلوٰۃ پڑھائی، اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے مکان پر تشریف لائے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب تک گھر پر تھے، مسلمان جنگ کے بارے میں گفتگو کرتے رہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلح ہو کر گھر سے نکلے، آپ کو مسلح دیکھ کر مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کا مطالبہ کرنے والے اپنی رائے پر نادم ہوئے کہ ہم نے آپ کو خلاف مرضی چلنے پر رائے دی۔ ان لوگوں نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے عرض کیا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جو حکم فرمائیں ہم اطاعت کے لئے حاضر ہیں، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''نبی کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر پھر ان کو لڑے بغیر اتار دے''۔ (جوامع السیرۃ از امام ابن حزم)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ اُحد کی طرف روانہ ہوئے۔ اور مدینہ میں ابن اُم مکتومؓ کو صلوٰۃ کی امامت کے لئے نائب مقرر کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کوئی ڈیڑھ دو میل ہی چلے ہوں گے کہ عبداللہ بن اُبی بن سلول اپنے تین سوتھیوں کے ساتھ یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ اُسکی رائے نہیں مانی گئی۔ اب اسلامی لشکر میں صرف سات سو صحابہؓ رہ گئے۔

کفار مکّہ مدینہ کے قریب سے ایک لمبا چکر کاٹ کر بالکل ہی مخالف سمت میں کوہ احد کی گھاٹی میں پہنچ کر پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ انہوں نے احد پہاڑ کو اپنی پشت پر رکھا مدینہ ان کے سامنے تھا۔ یہ ساری منصوبہ بندی خالد بن ولید، عکرمہ بن ابی جہل اور ابوسفیان کی تھی۔ اور شاید ہی کوئی جرنیل اس

Marfat.com

سے بہتر منصوبہ بندی کر سکتا تھا۔

اب کفار کے اس منصوبہ کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو احد پہاڑ اور کفار مکہ کی فوج کے درمیان میں اُترنا تھا، اور یہ بھی کہ اُحد پہاڑ مسلمانوں کی پشت پر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا آدمی طلب کیا جو ایسا راستہ دکھا سکے کہ دشمن سے سامنا بھی نہ ہو اور دشمن اور اُحد کے بیچ میں پہنچ جائیں، جبکہ اُحد پہاڑ دشمن کی پشت پر تھا اور مدینہ سامنے۔ یہ بہت مشکل کام تھا۔ قبیلہ بنو حارثہ میں سے ایک شخص ابوخیثمہؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ خدمت میں انجام دوں گا، چنانچہ وہ اسلامی لشکر کو اُحد کی گھاٹی میں مطلوبہ جگہ لے آئے۔ اب اُحد مسلمانوں کی پشت پر تھا۔ مسلمانوں نے مطلوبہ جگہ اپنے خیمے گاڑے تو کافر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ یہ کہاں سے اتر آئے۔ اب کافروں کو اپنا رخ بالکل ہی اُلٹنا پڑا اور اس طرح ان کی ساری ترتیب اُلٹ گئی۔ دشمن مسلمانوں اور مدینہ کے درمیان پھنس گیا۔

صبح مسلمان احد پہاڑ کو پشت کی طرف رکھ کر صف آرا ہوئے۔ چونکہ پہاڑ کے عقب سے حملے کا خطرہ تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس ماہر تیر اندازوں کو پہاڑ کی نگرانی کے لئے مقرر کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عبداللہؓ بن جبیر بن نعمان اوسی کو تیر اندازوں کا کمانڈر مقرر فرمایا۔ اور تاکید فرمائی کہ لڑائی میں خواہ ہماری فتح ہو رہی ہو، خواہ شکست ہر صورت میں تمہیں اپنی جگہ پر رہنا ہے اور اس درے کو نہ چھوڑنا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہاں تک حکم فرمایا کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک کر لے جا رہے ہیں، تب بھی تم ہرگز اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، جب تک میں حکم نہ بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمنوں کو بالکل شکست دے دی ہے اور ہم غالب آ گئے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، جب تک میں حکم نہ بھیجوں۔ مسلمان صف آرا ہو چکے تھے۔ کفار مکہ نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا اور پھر دونوں لشکر قریب آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر خطبہ دیا اور فرمایا ''مسلمانو تم اپنے دلوں میں صرف اللہ کی محبت اور نصرت کا سہارا پکڑو۔ اور اگر تم نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا تو فتح تمہاری ہی ہے''۔

اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی تلوار نکال کر آگے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا 'مسلمانو! تم میں سے کون اس کا حق ادا کر سکتا ہے؟'' اس سعادت کے لئے دفعتاً بہت سے ہاتھ

Marfat.com

آگے بڑھے، مگر یہ فخر ابودجانہؓ کے نصیب میں تھا۔ پھر ابودجانہؓ نے عرض کیا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس تلوار کا کیا حق ہے؟" آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "اس تلوار کا حق یہ ہے کہ دشمن کے ٹکڑے بکھیرتی ہوئی خم کھا جائے"۔ ابودجانہؓ گھر ہی سے سر پر وہ سرخ پٹی باندھ کر نکلے تھے جسے عرب میں موت کا تسمہ کہتے ہیں۔ ابودجانہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کو مضبوطی سے پکڑا اور فاخرانہ چال سے اکڑتے ہوئے میدان میں نکلے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "ایسے موقعہ کے سوا یہ چال اللہ کو سخت ناپسند ہے"۔

## طبل جنگ:

آغاز جنگ اس طرح ہوا کہ کفار کی عورتیں دف بجا بجا کر اور اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں اور کفار کو جوش دلایا تو کفار کے لشکر کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ آگے آیا، اور پکارا۔ جواب میں علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اپنی تلوار سے طلحہ کے پیر کاٹ ڈالے۔ جس سے وہ زمین پر گرا پڑا اور اس کا ستر کھل گیا، اس لئے علی رضی اللہ عنہ اُسے اُسی حال میں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ کفار اُسے اُٹھا کر لے گئے، لیکن تھوڑی دیر میں وہ مر گیا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کے بعد اس کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ کفار کا جھنڈا اُٹھا کر آیا، اس کے مقابلے پر حمزہ رضی اللہ عنہ نکلے اور اس زور سے تلوار ماری کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی صف میں واپس آ گئے۔

اب عام جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان بہادری سے آگے بڑھنا شروع ہوئے۔ اور کافروں کی کھوپڑیاں ہوا میں اُچھلنا شروع ہو گئیں۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ کافروں کی کھوپڑیاں اُڑاتے جاتے تھے، ان کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ تلوار اور سر پر موت کی سرخ پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ابودجانہؓ کفار کو قتل کرتے اور ان کی صفوں کو چیرتے جاتے تھے کہ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابو سفیان ان کی زد پر آ گئی، اس نے چیخ ماری ابودجانہؓ نے یہ دیکھ کر کہ عورت ہے فوراً اپنا ہاتھ روک لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ لیکن یہ تو زمین پر فساد پھیلانے والی عورت ہے، پھر یہ سوچ کر تلوار روک لی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ہے۔ عورت پر چلانا اس تلوار کی شان کے خلاف ہے۔

ہر طرف جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے صفوں کی صفیں الٹ دیں وہ دشمن

Marfat.com

کو مارتے کاٹتے آگے بڑھے جارہے تھے۔ حبشی غلام وحشی جو سید مکرم حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک چٹان کی اوٹ میں چھپا بیٹھا تھا جب حمزہ رضی اللہ عنہ برابر میں آئے تو اس نے ایک چھوٹا نیزہ پھینک کر سید مکرم حمزہؓ کو مارا جو ناف میں لگا اور آر پار ہو گیا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کرنا چاہا، لیکن وہ تیزی سے بھاگ گیا، اور حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

بہادر مسلمان کفار کے لشکر میں گھس گئے، ان کی صفیں کاٹ پیٹ دیں، کفار کے بارہ علم بردار مارے گئے، جن میں سے آٹھ کو صرف علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ کفار کے آخری علم بردار کی کھوپڑی علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اُڑی تو اس کے ساتھ ہی کافروں نے بھاگنا شروع کر دیا اور وہ دور تک بھاگ گئے۔ وہ اس تیزی سے بھاگے کہ اپنی عورتوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے جو مکہ سے ان کے ساتھ آئی تھیں۔ اب مسلمانوں کو کوئی شک نہیں رہا کہ وہ فتح پا چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔

غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی یہ پہلی فتح ایسی فتح ہے، جو عجیب ہے معجزہ ہے، جسے دنیا کے جرنیل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جنگی مہارت سے تعبیر کرتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ جنگی مہارت اس درجہ کی تھی جس کی مثال اور کوئی نہیں ہے۔

درہ کی حفاظت اور نگرانی پر جو ماہر تیر اندازوں کا دستہ تھا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے انہیں تاکید فرما رکھی تھی کہ اگر دشمن ہمیں قتل بھی کر رہا ہو تو بھی آپ لوگ اپنے مورچہ سے قدم نہ ہٹائیں گے۔ اور لڑائی میں خواہ ہماری فتح ہو رہی ہو خواہ شکست ہر صورت میں تمہیں اپنی جگہ پر رہنا ہے، جب تک میں تمہیں حکم نہ بھیجوں۔ مگر درہ والوں نے جب یہ دیکھا کہ دوسرے مسلمان غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگوں نے قیاس کیا کہ اب یہاں پہرہ دینے کی کیا ضرورت ہے؟ دشمن شکست کھا کر بھاگ چکا ہے، تیر اندازوں کے کمانڈر عبداللہؓ بن جبیر نے ان کو بہت سمجھایا کہ جب تک رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا حکم نہ ہو، ہمیں اپنی جگہ سے نہیں ہٹنا چاہیے۔ عبداللہؓ بن جبیر کے ساتھ دس سے بھی کم صحابی بدستور پہاڑ پر اپنی جگہ جمے رہے۔

خالد بن ولید نے مسلمانوں کی کمزوری محسوس کر لی اور سواروں کا ایک بڑا دستہ لے کر عقب سے پہاڑ پر پہنچا۔ عبداللہؓ بن جبیر اپنے چند بہادر جوانوں کے ساتھ جم کر لڑے اور سب کے سب شہید ہو

Marfat.com

گئے، اور راستہ صاف ہوگیا۔ ان کے سواروں نے نعرا لگایا، جسے کافروں نے پہچان لیا۔ خالد نے مسلمانوں پر سخت حملہ کیا اور ساتھ ہی بھگوڑے کافر بھی مسلمانوں پر پلٹ پڑے۔ فتح یاب مسلمان دشمن کے نرغے میں پھنس گئے۔ اب میدان جنگ کی یہ صورت ہوگئی کہ جگہ جگہ تھوڑے تھوڑے مسلمان، بہت، بہت سے کافروں کے گھیرے میں گھر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف طلحہؓ بن عبیداللہ اور سعدؓ بن ابی وقاص رہ گئے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

مسلمان کافروں کے نرغے میں بری طرح پھنس چکے تھے۔ لیکن وہ بہادری سے لڑ رہے تھے اور شہید ہو رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی مصعبؓ بن عمیر مسلمانوں کا علم لئے تھوڑے سے مسلمانوں کے ساتھ کافروں کے نرغے میں تھے اور بہادری سے لڑ رہے تھے۔ لڑتے لڑتے مصعبؓ بن عمیر شہید ہو گئے۔

سید مکرم علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کا جھنڈا بلند کر دیا۔ لیکن مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کے قاتل عبداللہ بن قمیہ لیثی نے شور مچا دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید کر دیے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ سنتے ہی مسلمانوں کے دل بیٹھ گئے۔ چند مسلمان میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور چند دور جا کر بیٹھ گئے۔ بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کیا اور جلدی سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دفاع میں لگ گئے۔

ایک جگہ انسؓ بن نضر نے کچھ مسلمانوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور انہوں نے یوں بیٹھ جانے کا سبب پوچھا تو ان لوگوں نے کہا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر حیران ہیں'' تو انسؓ بن نضر نے کہا کہ اب ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے، اُٹھو اور دین کے لئے جان دے دو۔ یہ کہہ کر وہ کافروں کی فوج میں گھس گئے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد جب ان کی لاش دیکھی تو تلواروں اور نیزوں کے اتنے زخم تھے کہ کوئی شخص ان کو پہچان نہ سکا،، ان کی بہن نے ایک انگلی پر تل کے نشان سے پہچانا۔ اسی طرح بہت سے مسلمان برابر لڑتے جا رہے تھے اور ساتھ ہی مسلمانوں کی

Marfat.com

آنکھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ سب سے پہلے کعبؓ بن مالک کی نظر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر پڑی، چہرہ مبارک پر مغفر تھا، لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں۔ کعبؓ بن مالک پکار اُٹھے ''مسلمانوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں''۔ یہ آواز سن کر مسلمانوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ اب وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی تلواروں سے راستہ بناتے ہوئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آ آ کر مل رہے تھے۔ کافروں نے بھی لڑائی کا سارا زور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ڈال دیا۔ چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے۔ ایک کافر عبداللہ بن قمیہ نے تلوار ماری جس سے مغفر کی دو کڑیاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرہ مبارک میں چبھ گئیں۔ مسلمان جان نثاروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ایک حلقہ بنالیا۔ زیادؓ بن سکن اپنے چھ انصاری جانبازوں کے ساتھ کافروں سے لڑ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

علی رضی اللہ عنہ، ابودجانہ رضی اللہ عنہ، سعدؓ بن ابی وقاص، ابوطلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف وغیرہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے دیوار آہنی کی طرح ڈٹ گئے۔ اب کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر اور پتھر برسانہ شروع کر دیئے۔ ایک پتھر سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی تعداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد پہنچ گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زخمی دیکھ کر مسلمان غصے اور جوش سے بپھر گئے اور کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ کافر پیچھے ہٹنا شروع ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے آگے بڑھ گئے اور مسلمانوں کے ساتھ اُحد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے کافروں کے ساتھ ایک دوسرے راستے سے پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہؓ نے پتھر برسا کر ان کو دھکیل دیا۔

ابوسفیان اور خالد بن ولید نے آخری کوشش کی وہ ناکام رہے اور پیچھے ہٹ گئے اور اپنے مُردے دفن کرنے لگ گئے۔

اُحد پہاڑ کے ایک اونچے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخموں کی شدت سے بیٹھ کر صلوٰۃ پڑھنے پر مجبور ہوئے اور مسلمانوں نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتدا میں بیٹھ کر صلوٰۃ ادا

Marfat.com

کی۔(تاریخ ابن کثیر)

جب کفار واپسی کے لئے تیار ہو گئے تو ابوسفیان اُحد پہاڑ پر ایک اونچی جگہ آیا اور باآواز بلند بولا ''تمہارے مقتولین میں چند مثلہ بھی پائے گئے ہیں، لیکن اللہ کی قسم! نہ میں اس فعل پر راضی ہوا اور نہ ناراض۔ نہ میں نے اس کام سے روکا نہ اس کا حکم دیا''۔

پھر اس نے بلند آواز سے کہا ''کیا تم لوگوں میں محمدؐ ہیں؟ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے فرمایا اس کو کوئی جواب نہ دو۔ پھر ابوسفیان نے پوچھا کیا تم میں ابوبکرؓ ہیں؟ پھر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے پھر کہا تم میں عمرؓ بن خطاب ہیں؟ پھر کسی نے جواب نہیں دیا۔ پھر وہ بولا اچھا چلو یہ سب قتل ہو گئے۔ یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور بولے ''اے اللہ کے دشمن یہ سب زندہ ہیں اور تو رسوا ہوگا''۔

یہ سن کر ابوسفیان کچھ متعجب سا ہوا اور فخریہ لہجے میں بولا ہبل بلند ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے کہا کہو اللہ برتر و بزرگ ہے۔ ابوسفیان نے عمرؓ سے یہ سن کر کہا عزیٰ بت ہمارا ہے تمہارا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو جواب سکھایا ''اللہ مولانا (ہمارا مولا) ہے تمہارا مولا نہیں''۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

اس کے بعد ابوسفیان نے کہا آئندہ سال بدر میں پھر لڑنے کا وعدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا ''اچھا ہم کو یہ وعدہ منظور ہے''۔

اس کے بعد ابوسفیان واپس ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان کے پیچھے بھیجا کہ دیکھو وہ مکہ جا رہے ہیں یا مدینے پر حملہ کا قصد کیا ہے۔ اگر انہوں نے مدینے پر حملہ کا قصد کیا ہے تو ہم ان پر ابھی حملہ کریں گے۔ علی رضی اللہ عنہ گئے اور خبر لائے کہ وہ اونٹوں پر سوار ہوئے ہیں کجاوے کے ساتھ اور گھوڑے کوتل رکھے ہیں اور وہ مکہ جا رہے ہیں۔

کافروں کے مکہ روانہ ہونے کے بعد مسلمان اپنے شہیدوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے لئے میدان میں آئے۔ ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔ کافروں نے بہت سے مسلمانوں کی لاشوں کو مثلہ کیا تھا۔ ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالے تھے۔ ہندہ بنت عتبہ نے سید مکرم حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا تھا۔ اور اس نے سینہ چاک کر کے جگر کاٹ کر نکالا اور دانتوں سے چبایا مگر نگل نہ سکی۔ مسلمان

Marfat.com

اپنے شہیدوں کی لاشیں دیکھ کر صدمے میں آگئے۔ اتنے میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہؓ کے بیٹے زبیرؓ بن العلوام سے کہا پھوپھی کو چچا حمزہؓ کی لاش کے پاس جانے سے روکو۔ زبیرؓ نے اپنی ماں کو روکنا چاہا تو سیدہ صفیہؓ نے کہا مجھے معلوم ہے میرے بھائی کی لاش کا مثلہ کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بھتیجے میں نوحہ نہیں کروں گی، میں صبر کروں گی۔ پھر وہ اپنے بھائی کی لاش کے پاس آئیں اور اُنہیں دیکھتی رہیں لیکن صبر کیا۔ ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ'' پڑھا اور واپس آگئیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کے دفن کا حکم فرمایا اور ان کے ساتھ ایک ہی قبر میں عبداللہؓ بن جحش کو دفن کیا جو امیمہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے۔

بعض لوگ بعض شہیدوں کو مدینہ لے گئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ انہیں ان کی شہادت گاہوں میں واپس لایا جائے۔ سارے شہداء کو غسل اور صلوٰۃ پڑھے بغیر انہیں کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ دو دو اور تین تین شہیدوں کو ایک ہی قبر کے اندر دفن کیا۔ قبر میں اس شخص کو آگے کیا جسے قرآن زیادہ یاد تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ''میں ان لوگوں کے بارے میں قیامت کے روز گواہی دوں گا''۔

## مسلمان خواتین میدان جنگ میں

### اُم عمارہ رضی اللہ عنہا:

غزوہ اُحد میں اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہا صبح ہی سے شریک تھیں۔ دوپہر تک یہ بہادر خاتون اپنا مشکیزہ بھر بھر کر مسلمانوں کو پانی پلاتی رہیں۔ دوپہر کے بعد جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں پر اچانک زوردار حملہ ہوا ہے اور وہ کافروں کے نرغے میں آگئے ہیں تو اُمّ عمارہؓ نے اپنی مشک پھینک دی، اپنی تلوار نکال لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مسلمانوں کے حلقے میں شامل ہو گئیں اور کافروں سے لڑتے لڑتے زخمی ہوئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ غزوہ اُحد میں اُمّ عمارہؓ کے جسم پر بارہ زخم لگے تھے۔ ہمارے مورخین

Marfat.com

لکھتے ہیں کہ غزوہ اُحد کے بعد انہوں نے بیعت رضوان، جنگ خیبر، عمرۃ القضا، فتح مکہ اور غزوہ حنین میں بھی شرکت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اُم عمارہؓ نے میسلمہ کذاب کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس معرکہ میں انہیں گیارہ زخم آئے اور ایک ہاتھ کلائی سے کٹ گیا۔ پھر بھی وہ گھوڑے پر سوار میسلمہ کذاب کے خلاف ڈٹی رہیں، جب تک وہ قتل نہیں ہو گیا۔

سیدہ صفیہؓ بنت عبدالمطلب:

جب ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو مدینہ میں بھی خبر ہو گئی، خبر سنتے ہی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہاتھ میں نیزہ لئے مدینہ سے نکلیں۔ جو لوگ میدان جنگ سے منہ موڑ کر مدینہ کی طرف آ رہے تھے ان کو شرم اور غیرت دلاتی اور نہایت غصے سے فرماتی تھیں ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر چل دیئے''۔

میدان جنگ میں سیدہ صفیہؓ نے بڑے صبر اور استقلال سے کہا ''مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی (حمزہؓ) کی لاش بگاڑی گئی ہے اور بے حرمت کی گئی ہے۔ لیکن یہ تو ہمارے لئے فخر کا مقام ہے۔ میں نوحہ نہیں کروں گی۔ میں ان کو دیکھوں گی اور لوٹ جاؤں گی''۔

ایک روایت میں ہے، سیدہ صفیہؓ اپنے بھائی (حمزہؓ) کو دیکھا تو آنسو ضبط نہ کر سکیں اور بے اختیار رونے لگیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سیدہ صفیہؓ کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ حمزہ اسد اللہ اور اسد الرسول ہیں۔

## اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

جب جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ مشہور ہو گئی اور یہ افواہ مدینہ پہنچ گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ صفیہؓ بنت عبدالمطلب، سیدہ فاطمہ الزہراؓ اور دوسری مسلمان خواتین میدان جنگ میں آئیں اور مشکیزے لے کر مسلمانوں کو پانی پلانا شروع کر دیا۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، اس دن (جنگ اُحد) میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور (اپنی والدہ) ام سلیمؓ کو دیکھا وہ پانی کی مشکیں بھر بھر کر اپنی پیٹھ پر لاتیں، لوگوں کے منہ پر ڈالتیں، پھر لوٹ کر جاتیں مشک بھر کر لاتیں لوگوں کے منہ میں چھوڑتیں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

Marfat.com

## سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا:

جنگ اُحد کے دن سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا زخم دھو رہی تھیں اور علی رضی اللہ عنہ ڈھال میں پانی لئے ڈال رہے تھے۔ جب فاطمہؓ نے دیکھا جوں جوں پانی ڈالتے ہیں خون زیادہ نکلتا ہے تو انہوں نے بوریے کا ایک ٹکڑا لیا، اس کو جلا کر زخم پر جما دیا۔ تو خون بہنا بند ہوا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

## حمنہؓ بنت جحش:

حمنہ رضی اللہ عنہا نے غزوۂ اُحد کے دن نمایاں خدمات انجام دیں، وہ مجاہدین کو پانی پلاتی، اور زخمیوں کی نگہداشت کرتی تھیں۔ ان کو خبر دی گئی، تمہارے بھائی اور تمہارے ماموں شہید ہو گئے۔ یہ خبر سن کر انہوں نے "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون" پڑھا، بھائی اور ماموں کے حق میں دعا کی۔ پھر انہیں یہ بتایا گیا کہ تمہارے شوہر (مصعبؓ بن عمیر) بھی شہید ہو گئے ہیں، یہ سنتے ہی انہوں نے ایک چیخ ماری۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دیکھو عورت کے دل میں شوہر کی محبت کس قدر ہے۔ (رحمت للعالمینؐ از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

## ہندؓ بنت عمرو بن حرام:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حالات معلوم کرنے کی خاطر جبل اُحد کی طرف سحری کے وقت روانہ ہوئیں، چلتے چلتے صبح صادق ہو گئی، تھوڑی دیر بعد ایک اونٹ آیا، اس کے قریب ہوئیں تو وہ عمروؓ بن جموح کی بیوی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے اس سے پوچھا کیا خبر ہے؟ اس نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دفاع فرمایا ہے اور مومنوں کو شہادت کا درجہ نصیب فرمایا ہے۔ اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا ہے۔ انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اللہ کافی ہے۔ اللہ طاقت ور غالب ہے۔ پھر وہ اپنی سواری بیٹھا کر نیچے اتری تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے بتایا یہ میرے بھائی اور خاوند کی لاشیں ہیں۔ اور پھر انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے اونٹوں کے ساتھ اپنے اونٹ کو واپس اُحد کی طرف موڑ لیا۔ ہندؓ ان شہیدوں کے لاشیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس لے گئیں۔ اس

Marfat.com

وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے شہیدوں کو دفن کرا رہے تھے۔ اُحد کے میدان میں ہندؓ کی بہن فاطمہؓ بنت عمرو بھی تھیں۔ جب انہوں نے اپنے بہنوئی اور اپنے بھائی کی لاشیں دیکھی تو ان کی چیخ نکل گئی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا یہ کس کی آواز ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، عبداللہؓ کی بہن کی۔ جب عبداللہؓ کو دفن کرنے لگے تو فاطمہؓ زار زار رونے لگیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک ان کا جنازہ رکھا رہا، فرشتوں نے ان پر اپنے پروں کا سایہ کر رکھا تھا۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئیں۔ اور ہندؓ اور فاطمہؓ بنت عمرو دونوں بہنیں اپنے بھتیجے جابرؓ بن عبداللہؓ کے ساتھ مدینہ آ گئیں۔

## بنو دینار کی ایک عورتؓ:

ایک بہادر، قوت ایمانی سے بھرپور مسلمان عورت کے والد، بھائی اور شوہر اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن تین سخت صدموں کی خبریں سن کر وہ ہر بار یہی پوچھتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا اللہ کے فضل سے ٹھیک ہیں۔ جب انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھ لیا تو بے اختیار کہہ اُٹھی "اب ہر ایک مصیبت برداشت ہو سکتی ہے"۔ (رحمت للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری)

## امّ سلیط انصاریہؓ:

صحیح بخاری میں ہے، کہ غزوہ اُحد میں اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور کچھ دوسری عورتیں جن میں امّ سلیطؓ بھی شامل تھیں، مشک بھر بھر کر مسلمان زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ (کتاب المغازی)

## امّ سلیمؓ بنت ملحان:

یہ خاتون جنگ اُحد میں مشک بھر بھر کر مسلمانوں کو پانی پلاتی تھیں ۶ھ کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے گئے تو امّ سلیمؓ چند دوسری صحابیات کے ساتھ اسلامی فوج میں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا تم کس کی اجازت سے آئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اُون کاتتے ہیں، اس سے اللہ کی راہ مین اعانت

Marfat.com

کرتے ہیں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے علاج کا سامان ہے، ہم لوگوں کو تیر اُٹھا اُٹھا کر دیتے ہیں اور ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں''۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کا جواب سن کر انہیں میدان جنگ میں موجود رہنے کی اجازت دے دی۔ (تذکارِ صحابیات از طالب ہاشمی) امّ سلیمؓ مشہور صحابی انسؓ بن مالک کی والدہ ہیں۔

## ربیّعؓ بنت مُعوّذ:

ربیّع رضی اللہ عنہا نے کئی غزوات میں شرکت کی۔ یہ مجاہدین کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی تیمارداری کرتیں۔ اور بیماروں اور زخمیوں کو مدینہ واپس لاتی تھیں۔

شہدائے اُحد کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ چودہ بہادر مسلمان خواتین بھی تھیں۔

مدینہ میں تشریف لانے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) شہیدوں کے گھروں میں تشریف لے جا کر ان کے گھر والوں کو تسلّی دے دے کر ان کے رنج وغم میں شریک ہوئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے عورتوں کو منہ پر تھپڑ مارنے، سروں کو مونڈنے، چہروں کو کھرونچنے اور گریبانوں کو چاک کرنے سے منع فرمایا۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے حکم سے بلالؓ نے اعلان کیا'' کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ دشمن کا تعاقب کرنا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا حکم ہے کہ ہمارے ساتھ صرف وہی لوگ روانہ ہوں گے جو اُحد میں ہمارے ساتھ تھے۔ وہ سب کے سب دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے باوجود اس کے کہ وہ تھکے ہوئے اور زخمی تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صبر واستقلال کے ساتھ دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لئے حمراء الاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے پہنچے۔ اور آگ کا ایک بہت بڑا آلاؤ تین دن تک جلائے رکھا۔

ابوسفیان حمراء الاسد سے چند میل آگے روحاء میں پڑاؤ ڈالے پڑا تھا اور مدینہ پر حملے کا منصوبہ بنا رہا تھا۔ لیکن جب اس نے سُنا کہ مسلمان اس کا تعاقب کر رہے ہیں تو اس خبر سے اس کی ہمت پست ہو گئی اور وہ تیزی سے مکّہ کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ دشمن کے بھاگ جانے کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے۔

## ۳ھ کے بعض واقعات:

☆ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہ سے شادی کی، اسی لئے ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

☆ حسنؓ بن علیؓ ۱۵ رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتویں دن دو مینڈھے عقیقہ کے ذبح کئے۔ اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ حسنؓ سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، یہ میرا بیٹا سید ہوگا اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں ملاپ کرا دے۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

☆ وراثت کا قانون بھی اسی سال اترا۔ لڑکیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا، مگر اسلام نے قانون وراثت میں ان کو ان کا حق دیا۔

## رجیع کا حادثہ: ماہ ذی قعدہ ۳ھ تا صفر ۴ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک (امن) دستہ ایک قبیلے کی درخواست پر دین سکھانے ان کی طرف بھیجا۔ ان کا امیر عاصمؓ بن ثابت انصاری کو بنایا۔ یہ لوگ دین سکھانے اور قرآن پڑھانے کے لئے روانہ ہوئے، جب عسفان اور مکّہ کے درمیان پہنچے تو ہذیل قبیلے کے ایک خاندان بنی لحیان کو کسی نے ان کے خلاف بھڑکایا۔ لحیان نے ایک سو تیر انداز بھیجے، یہ ان کے نشان ڈھونڈتے رہے، یہاں تک کہ بنی لحیان کے تیر اندازوں نے ان کو رجیع نامی چشمے پر گھیر لیا۔ یہ آٹھ آدمی شہید ہو گئے اور دو آدمی خبیبؓ اور زیدؓ پکڑ لئے گئے۔ اور اُنہیں مکّہ لے جا کر بیچ ڈالا۔ خبیبؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، کیوں کہ خبیبؓ نے بدر کی لڑائی میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ خبیبؓ ان کے پاس

Marfat.com

(ایک مدت) قید رہے۔ پھر کافر لوگ خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم کی حد سے باہر لے گئے۔ خبیبؓ نے کہا "مجھ کو اتنی مہلت دو، کہ میں ایک دوگانہ صلوٰۃ ادا کرلوں"۔ (کافروں نے منظور کیا) صلوٰۃ پڑھ کر خبیبؓ ان سے کہنے لگے، اگر تم لوگ یہ خیال نہ کرتے کہ مرنے سے ڈرتا ہوں، تو میں صلوٰۃ میں اور طول کردیتا۔ غرض خبیبؓ سے ہی یہ طریقہ جاری ہوا ہے کہ قتل ہونے سے پہلے دو رکعت صلوٰۃ پڑھنا۔ آخر عقبہ بن حارث کھڑا ہوا، اور اس نے خبیبؓ کو قتل کردیا۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب)

قتل (شہید) ہونے سے پہلے بہادر مومن مرد خبیب رضی اللہ عنہ نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں کھڑے ہو کر کہا "تم کہتے ہو کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لئے بہت آسان ہے۔ میں تمہارے سامنے نہ آرزو کروں گا، نہ روؤں گا، نہ چلاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔ موت سے مجھے اس لئے ڈر نہیں کہ میں مر جاؤں گا لیکن میں تو لپٹنے والی آگ سے ڈرتا ہوں۔ اللہ نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی، میں صبر کے ساتھ حاضر ہو گیا۔ میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پروا نہیں کرتا کہ اللہ کی راہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ یہ تو اللہ کی ذات کے لئے ہیں۔ اور اللہ کی ذات سے اگر وہ چاہے، یہ بالکل اُمید ہے کہ وہ بوٹی بوٹی اور کٹے ہوئے، جوڑ جوڑ میں برکت عطا فرمائے"۔

قتل سے پہلے ابوسفیان نے خبیبؓ سے کہا

"کیا تمہیں یہ بات پسند آتی ہے کہ (تمہارے بدلے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوتے اور تم (اس وقت) اپنے اہل وعیال میں ہوتے؟

خبیبؓ نے کہا "اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے اہل وعیال میں ہوتا اور (اس کے بدلے) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جہاں آپؐ ہیں، وہاں پر کوئی کانٹا بھی چبھ جاتا اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دیتا"۔

یہ سن کر ابوسفیان نے کہا "میں نے کبھی کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا، جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں"۔

سعیدؓ بن عامر (جو عمر فاروقؓ کے عمال میں سے تھے) کبھی کبھی اچانک بے ہوش ہو جاتے تھے۔

Marfat.com

عمر فاروقؓ نے ان سے وجہ پوچھی۔ وہ بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے نہ کوئی شکایت ہے۔ جب خبیبؓ کو قتل کیا گیا تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جس وقت خبیبؓ کی باتیں یاد آجاتی ہیں تو میں کانپ کر بے ہوش ہو جاتا ہوں۔

## زیدؓ بن دثنہ کی شہادت:

زید رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خرید لیا تھا تاکہ اُنہیں اپنے مقتول باپ امیہ بن خلف کے بدلے شہید کردے۔ صفوان نے زیدؓ کو حرام مہینوں میں قید میں رکھا، اور صفر ۴ھ میں اپنے غلام کے حوالے کیا کہ زیدؓ کو شہید کرنا ہے۔

حرم کی حدود کے باہر زیدؓ کو شہید کرنے کے لئے ایک میدان میں لایا گیا۔ اس وقت میدان میں تماشا دیکھنے بہت سے لوگ آئے تھے۔ ابوسفیان اور مکّہ کے رئیس اور وڈیرے بھی موجود تھے۔ صفوان کے غلام نسطاس نے تلوار ہاتھ میں لی۔ تو ابوسفیان نے زیدؓ سے وہی پوچھا جو خبیبؓ سے پوچھا تھا کہ زید تمہیں اللہ کی قسم! سچ سچ بتانا "اگر تمہارے بجائے "محمد" (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہوں اور تم اپنے گھر میں محفوظ ہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو"، زیدؓ نے کہا "مجھے یہ پسند نہیں کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا ہوں۔" ابوسفیان یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا، وہ پھر بولا محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اصحاب ان سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ دنیا میں کسی کے دوست ایسے نہیں"۔ اور پھر زیدؓ شہید کر دیے گئے۔

## بئر معونہ کا المیہ

بیئر معونہ ایک کنواں تھا جو بنوسلیم کی ملکیت تھا۔ یہ علاقہ بنو عامر اور بنوسلیم کے درمیان واقع ہے۔ اس کے آس پاس کا علاقہ بھی اسی نام سے موسوم ہے۔

تاریخ اسلام میں بیئر معونہ کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ کفار نے ایک سازش اور غداری کر کے بہت سے بلند مرتبہ اصحاب رسولؐ کو جن میں حفاظ اور قراء شامل تھے، شہید کر دیا۔ بیئر معونہ کا یہ المیہ بھی رجیع کے حادثہ کے دنوں میں پیش آیا۔ روایت ہے کہ رعل اور ذکوان اور عصبہ اور بنی لحیان کے قبیلے

Marfat.com

کے لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے اصحاب کو دعوت دین کے لئے ہمارے علاقوں میں بھیجیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ستر انصاریوں کو دعوت دین کے لئے روانہ کیا، جن کو قاری کہتے تھے، یہ لوگ دن کو لکڑیاں لاتے اور رات کو صلوٰۃ پڑھا کرتے تھے۔ جب بیرٔ معونہ پر پہنچے تو ان لوگوں نے غداری کی۔ اور ان ستر مسلمانوں کو مار ڈالا" یہ خبر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو پہنچی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک مہینے تک فجر کی صلوٰۃ میں عرب کے ان قبیلوں پر بددعا کرتے رہے۔ انسؓ نے کہا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فجر کی صلوٰۃ میں ایک مہینے تک قنوت پڑھی''۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

## غزوۂ بنی نضیر ربیع الاول ۴ھ

اُحد اور اُحد کے بعد رجیع اور بیرٔ معونہ کے واقعات سے یہود اور منافقین بہت خوش تھے۔ مسلمانوں اور بنی نضیر کے درمیان امن کا ایک معاہدہ تھا۔ اس معاہدے میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا جائے تو دونوں (مسلمان اور یہودی) اس کا خون بہا دیں گے۔ اتفاق سے بنی عامر کے دو آدمی جن کے پاس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا امان نامہ موجود تھا، غلط فہمی کی بنا پر ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ان کا خون بہا مسلمانوں پر واجب تھا۔ معاہدے کی رو سے بنونضیر کی شرکت ضروری تھی، اسی کے متعلق مشورہ کرنے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ان کے گاؤں میں تشریف لے گئے جو مدینہ سے کچھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور علی مرتضیٰؓ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنونضیر سے گفتگو کی تو انہوں نے کہا بہتر ہے، جس طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) چاہیں، ہمیں منظور ہے۔ لیکن در پردہ انہوں نے ایک سازش تیار کی اور ان لوگوں نے ایک خفیہ میٹنگ کی اور ایک مجرم عمرو بن جحاش کو تیار کیا۔

بنونضیر نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور اصحاب کرام کو اپنے ایک قلعہ کے سایہ میں ایسی جگہ بٹھایا کہ قلعہ کی چھت سے کوئی چیز گرائی جائے تو وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر گرے۔ انھوں نے عمرو بن جحاش یہودی اور اس کے ساتھیوں کو چکی کا ایک پاٹ دیکر قلعہ کی چھت پر بھیجا اور کہا کہ یہ

Marfat.com

آپؐ کے سر پر گرا دے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس سازش کی خبر ہوگئی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہاں سے اُٹھ کر فوراً مدینہ تشریف لے آئے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو کہلا بھیجا کہ ہمارے علاقے سے نکل جاؤ، اس لئے کہ تم لوگوں نے غداری کی ہے۔ تم نے معاہدہ توڑ دیا ہے اور تمہارا قتل وغارت گری کا منصوبہ پکڑا گیا ہے۔ ہم تمہیں دس روز کی مہلت دیتے ہیں۔

وہ لوگ وہاں سے کہیں اور چلے جانے کی تیاری کرنے لگے لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول نے اُنہیں کہلا بھیجا کہ اپنے گھروں سے نہ نکلو اور قلعہ بند ہو جاؤ ''میرے ساتھ میرے آدمی اور دوسرے قبیلوں کے دو ہزار آدمی ہیں جو تمہاری طرف سے لڑیں گے''۔ بنو نضیر اس کی باتوں میں آگئے۔ اور اپنے قلعوں میں بند ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب بھیجا کہ ہم یہاں سے نہیں نکلیں گے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جو کچھ ہو سکے کر لیجئے۔ اور انہوں نے اپنے قلعوں میں تیر اور پتھر اکٹھا کر لئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول ان کی مدد پر نہیں آیا۔

دس دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ چھ دن کے محاصرے کے بعد ہی بنو نضیر مایوس ہو گئے، اور اُنہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گفتگو شروع کر دی اور ابن ابی بن سلول اور دوسرے لوگوں کے ذریعے پیغام بھیجے کہ ہماری جان بخشی کی جائے اور ہمارے تمام مال واسباب کے ساتھ ہمیں جانے دیا جائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا کہ سوائے ہتھیاروں کے اپنا تمام مال واسباب جو اونٹوں پر بار ہو سکتا ہے، لے جا سکتے ہو۔ چنانچہ وہ ہتھیاروں کے سوا جس قدر مال اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے تھے، لے کر چلے گئے۔ وہ گھر کی چوکھٹ تک بھی لاد کر لئے گئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے اپنے گھروں کو خود ہی مسمار کر دیا اور بچا کھچا سامان توڑ پھوڑ دیا۔ بعض لوگ ان میں سے خیبر چلے گئے اور بعض شام میں جا کر بس گئے۔

بنو نضیر میں سے صرف دو آدمی مسلمان ہوئے، ایک یامینؓ بن عمیر بن کعب اور دوسرے ابوسعدؓ بن وہب۔ یہ مدینہ ہی میں ٹھہرے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال واسباب ان ہی کے قبضہ میں رہنے دیا۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنو نضیر کے مال واسباب کو غرباء میں تقسیم کرنے کے بعد

Marfat.com

مہاجرین میں تقسیم فرما دیا تا کہ اس کے ذریعۂ انصار پر سے مہاجرین کی کفالت کا بار ختم ہو۔

## غزوۂ بدر دوم (شعبان ۴ھ)

ابوسفیان نے اُحد میں اعلان کیا تھا کہ آئندہ سال بدر میں پھر ایک جنگ کا وعدہ ہے۔ چنانچہ شعبان ۴ھ کی آمد پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وعدے کے مطابق اپنی فوج کے ساتھ بدر گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لشکر میں ڈیڑھ ہزار صحابہ تھے۔

ابوسفیان بھی ایک بڑا لشکر لے کر مکّہ سے روانہ ہوا لیکن کچھ دور جا کر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ سال قحط سالی کا ہے، لڑنا ٹھیک نہیں ہے اور پورے لشکر کو لے کر واپس مکّہ چلا گیا۔

مسلمان بدر میں آٹھ روز ٹھہرے اور دشمن کا انتظار کیا۔ اس دوران بدر کے بازار میں خرید وفروخت سے تھوڑا بہت نفع بھی حاصل کرلیا اور دشمن پر مسلمانوں کی دھاک بھی بیٹھ گئی اور کچھ دنوں کے لئے امن قائم ہو گیا۔

## غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق (شوال ۵ھ)

جنگ اُحد کے بعد مشرکین عرب، یہود اور منافقین کی ہمتیں بہت بڑھ گئیں۔ جس کے جواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کئی فوجی مشقیں کیں۔ جن کی بدولت کچھ امن قائم ہوا۔ اور غزوۂ بنو نضیر کے بعد کافی عرصہ تک کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ لیکن جب بنو نضیر کے یہودی خیبر میں مضبوط ہو گئے تو اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے یہود کا وفد جس میں ان کے بیس کے لگ بھگ سردار شامل تھے۔ قریش کے پاس مکہ گئے۔ مشرکین مکہ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جنگ کرنے کی دعوت دی اور اپنی طرف سے پوری مدد کا وعدہ کیا۔ مشرکین مکہ جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔ پھر یہ بنو غطفان کے پاس گئے انہوں نے بھی یہود کی بات مان لی۔ اس کے بعد ہُذیل اور دوسرے بہت سے قبائل کو اس بات پر آمادہ کیا کہ سب مل کر بہت بڑی فوج کے ساتھ مدینے پر ٹوٹ پڑیں۔ بالآخر شوال ۵ھ میں کفار کی اتحادی فوج تیار ہوئی اور دس ہزار سے زیادہ کا لشکر مسلمانوں کو مٹانے کے عزم سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو مدینہ میں یہ تمام خبریں مل رہی تھیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

Marfat.com

نے خبر رساں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمدرد تمام قبائل میں موجود تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دشمنوں کی نقل وحرکت سے برابر مطلع کرتے رہتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا، سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا۔

مدینہ کے تین طرف اونچی اونچی چٹانیں نخلستان اور مکانوں سے حفاظت کا انتظام ہے۔ صرف شمال کی طرف سے دشمن شہر میں داخل ہوسکتا ہے۔ اس لئے شمال کی طرف خندق کھود لی جائے، یہ رائے پسند کی گئی اور اس پر اتفاق ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہؓ کو ساتھ لے کر خندق کھودنے کا کام شروع کیا۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خود بھی خندق کھودنے اور مٹی ڈھونے میں شریک رہے۔ یہ خندق بیس دن میں تیار ہوئی۔ خندق پانچ گز چوڑی، پانچ گز گہری اور ساڑھے تین میل لمبی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خندق کی کھدوائی سے فارغ ہونے کے بعد مشرکین کا لشکر مدینہ پہنچا اور خندق کے ساتھ پڑاؤ ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین ہزار مسلمانوں کا لشکر تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو لے کر شہر کی طرف صف آراء ہوئے اور خندق دونوں لشکروں کے درمیان تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پر ابن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ عورتوں اور بچوں کو قلعوں میں پہنچایا تاکہ محفوظ رہیں۔

لشکر کفار خندق کے سامنے آیا۔ اس نے کئی مرتبہ خندق عبور کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ چند دنوں تک کفار خندق کے پار سے تیر اور پتھر برساتے رہے۔ مسلمان بھی ہر جگہ ان کے مقابل موجود ہوتے تھے اور تیروں اور پتھروں سے ان کو پیچھے ہٹا دیتے تھے، مشرکین نے کئی بار زبردست کوشش کی اور پورا پورا دن اسی میں صرف کردیا۔ لیکن مسلمان بھی دفاع میں ڈٹے رہے۔

بنو قریظہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ امن تھا، لیکن اس غزوہ کے دوران بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس آیا اور کعب کو اپنے ساتھ ملالیا۔

بنو قریظہ مدینہ کے جنوب میں آباد تھے۔ جب کہ مسلمانوں کا مورچہ شمال میں تھا۔ رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپؐ نے عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے پانچ سو آدمیوں کے دو دستے شہر میں بھیج دیے۔

بنی قریظہ کی بدعہدی اور غداری سے صورت حال خراب ہوگئی اور مسلمانوں میں سخت خوف طاری ہوگیا۔

کفار خندق کے پار سے تیر اور پتھر برساتے رہتے تھے جب اس سے کوئی نتیجہ نہ نکلا تو عرب کے نامور بہادروں نے ہمت کی جن میں عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل ضرار بن خطاب، نوفل بن عبداللہ وغیرہ تھے، ایک تنگ مقام سے خندق پار کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان کے گھوڑے خندق سے نکلے ہی تھے کہ فوراً ہی مسلمانوں کی طرف سے علی رضی اللہ عنہ چند مسلمانوں کے ساتھ آگے بڑھے اور جس مقام سے انہوں نے خندق پار کی تھی اسے قبضے میں لے کر ان کی واپسی کا راستہ بند کردیا۔ اس پر عمرو بن عبدود نے مبازرت کے لئے للکارا وہ بڑا اجری اور سفاک تھا اور ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کچھ کہہ کر اُسے بھڑکا دیا تو وہ گھوڑے سے اتر آیا۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر وار کئے۔ بالآخر علی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کردیا اور باقی مشرکین بھاگ نکلے۔

مسلمانوں پر محاصرے کے دن بہت سخت گزرے، قلت رسد کی وجہ سے فاقہ پر فاقے ہوئے۔ لیکن محاصرہ کا طول کھینچنا دشمن کے لئے بھی بہت بُرا ثابت ہوا۔ کیوں کہ محاصرہ جتنا طویل ہوتا جاتا تھا دشمن کا اتحاد بکھرتا جاتا تھا، اور ان میں بزدلی بڑھتی جاتی تھی۔

ایک نومسلم جن کا مسلمان ہونا مخفی تھا، نعیمؓ بن مسعود جو غطفان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے کفار کے لشکر کے ساتھ آئے تھے۔ ان کے یہود بنی قریظہ کے ساتھ بھی گہرے مراسم تھے۔ وہ اپنی تدبیر اور حکمت سے بنوقریظہ اور کفار میں پھوٹ ڈلوانے میں کامیاب ہوگئے۔ اور بنوقریظہ وقریش میں تعاون کے تمام امکانات ختم ہوگئے۔ اور جب محاصرے کو ستائیس دن ہوگئے تو ایک رات تیز وتند آندھی چلی۔ ہوا کی سردی سے کفار کے دل کپکپا اُٹھے۔ ان کے اونٹ اپنی رسیاں تڑوا کر بھاگنے لگے، آگ بجھ گئی، چولہوں پر سے دیگچیاں الٹ گئیں، خیموں کی میخیں اکھڑ گئیں۔ سردی اور طوفان سے ان کے اونٹ اور گھوڑے مرنے لگے۔ ان کے کھانے پینے کا سارا سامان بکھر گیا۔ سارا لشکر تتر بتر ہوگیا، اور جس کا

Marfat.com

جدھر منہ سمایا وہ اُدھر بھاگ نکلا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشرکین پر قہر نازل ہونے کی خبر پہنچی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں، حذیفہؓ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات گئے صلوٰۃ کے بعد صحابہؓ سے فرمایا ایسا کون شخص ہے کہ جو ہمیں مشرکین کی خبر لا دے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اُس کو جنت میں میرا رفیق کرے۔

حذیفہؓ کہتے ہیں خوف اور بھوک اور سردی کی شدت سے کوئی شخص کھڑا نہ ہوا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام لے کر مجھے طلب کیا۔ میں کھڑا ہوا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ سے فرمایا کہ اے حذیفہؓ تم جا کر دیکھو کہ مشرک کیا کر رہے ہیں؟ اور کسی سے کچھ بھی نہ کہنا سیدھے ہمارے پاس چلے آنا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں، میں مشرکوں میں پہنچا تو میں نے دیکھا آندھی نے سب کو پریشان کر رکھا ہے، نہ آگ جلتی ہے نہ خیمہ کھڑا ہوتا ہے۔

پھر اسی وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور کہنے لگا، اے قریش واللہ! تم ایسی جگہ آٹھہرے ہو کہ جہاں جوتیاں تک ٹوٹ گئیں۔ بنوقریظہ نے ہم سے عہد خلافی کی اور ایسی باتیں کیں جو ہمیں بہت ناگوار گزریں اور ہوا نے ہمیں ایسا پریشان کیا ہے کہ ہمیں کسی طرح کا اطمینان نہیں ہے۔ پس میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اب تم مکّہ واپس چلے چلو۔ پھر ابوسفیان اپنے اونٹ کے پاس آیا۔ اس کی رسی بندھی ہوئی تھی۔ ابوسفیان بدحواسی میں اونٹ پر سوار ہو کر اس کو مارنے لگا۔ تب ایک شخص نے اونٹ کے پاؤں کا بند کھول دیا اور ابوسفیان روانہ ہوا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے منع نہ فرماتے تو میں ضرور ابوسفیان کو ایک تیر مار کر قتل کر دیتا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت کھڑے ہوئے ایک چادر اوڑھے صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دیکھا تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروں کے ساتھ لیٹ گیا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر چادر ڈال دی۔ پھر رکوع اور سجدہ کر کے سلام پھیرا۔ میں نے سارا واقعہ عرض کیا۔

قریش کے واپس جانے کی خبر سنتے ہی غطفان بھی واپس اپنے ملک کو چلے گئے۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

Marfat.com

# غزوۂ بنی قریظہ

خندق کی جنگ کے نازک ترین موقعہ پر بنو قریظہ نے مسلمانوں سے غداری کی، عہد کو توڑ دیا، اور مسلمانوں کو موت کے منہ میں لاکھڑا کیا، مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں تک کو قتل کرنے کے لئے جاسوسی دستے روانہ کئے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف خوفناک جنگ کا آغاز تھا۔ اس لئے غزوۂ خندق سے فارغ ہوتے ہی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کرلیا۔ وہ قلعہ بند ہو گئے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پچیس دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ سب کے سب پکڑے گئے۔ یہودیوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے درخواست کی کہ ان کے حلیف قبیلہ اوس کے مسلمان سردار سعدؓ بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ انہیں منظور ہے۔

سعدؓ بن معاذ نے یہودی شریعت کے مطابق فیصلہ کیا کہ مرد قتل کردئے جائیں، عورتیں اور بچے قید کرلئے جائیں اور مال اور جائداد کو مسلمانوں میں تقسیم کردیا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلے کے مطابق عمل کیا گیا۔ اس طرح یہود بنی قریظہ کا مسئلہ خود انہیں کے قوانین کے مطابق طے ہو گیا۔
بنی قریظہ کے چند افراد ہتھیار ڈالنے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا مال واسباب ان ہی کے پاس رہا۔ اور ان کی عزت افزائی کی گئی۔

# غزوۂ بنی المصطلق (شعبان ۶ھ)

بنی المصطلق قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس خبر پہنچی کہ بنوالمصطلق کا سردار حارث بن ضرار مدینہ کے خلاف جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ وہ عرب کے دوسرے قبائل کو ساتھ ملا کر ایک بڑے حملے کی منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔ اس خبر کی تحقیق کے بعد کہ خبر صحیح ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سات سو صحابہؓ کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ چونکہ متواتر متعدد حملوں میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تھی اس لئے مال غنیمت کے لالچ میں عبداللہ بن ابی بن

Marfat.com

سلول اپنے منافقین ساتھیوں کے ہمراہ اس غزوۂ میں شریک ہوگیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ منافقین کسی غزوۂ میں شریک جنگ ہوئے تھے۔

ساحل کے قریب مُرَیسیع نامی ایک کنویں کے ساتھ میدان میں بنی المصطلق سے جنگ ہوئی۔ جنگ شروع ہوتے ہی بنی المصطلق کا علمبردار مارا گیا تو وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اس غزوے میں منافقین نے دو تکلیف دہ واقعے کھڑے کئے، پہلے واقعے میں ایک کنویں پر پانی لینے پر ایک مہاجر کے حلیف اور ایک انصاری کے حلیف کے درمیان معمولی تکرار ہوگئی تو عبداللہ بن ابی نے انصار اور مہاجرین کے سوال کو خوب اُبھارا۔ اس نے یہاں تک کہا کہ مدینہ پہنچ کر تمام مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیا جائے گا۔

اس کے بعد عبداللہ بن ابی اور اس کے ٹولے نے اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں، افترا پردازی کی، اس پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی برأت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں آیات نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نصرت فرمائی، بے قصوری ظاہر کی، ان کو طیبہ ٹھہرایا۔ اور خبر دی کہ مغفرت اور رزق کریم ان کے لئے ہے۔ ان کی شان میں جو وحی اتری اس کی قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی۔

## صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ھ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ ذیقعدہ ۶ھ کو چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کرنے کی غرض سے مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے قربانی کے جانور ساتھ لئے اور راستے میں عمرہ کا احرام باندھ لیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) عمرہ کرنے نکلے ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ایک مخبر کو اہل مکہ کی خبر لانے بھیجا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا سفر جاری رکھا۔ مخبر نے واپس آ کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خبر دی کہ مشرکین مکہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑنے کے لئے ایک بڑی فوج تیار کر لی ہے، اور خالد بن ولید کو

Marfat.com

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کا راستہ روکنے کے لئے روانہ کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ خبر اس وقت پہنچی جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم )عسفان میں تھے۔ یہ خبر سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے فرمایا کوئی ہے جو مجھے اس راستہ سے بچا کر جس پر قریش مکّہ ہیں، کسی دوسرے راستے سے لے چلے؟ قبیلہء اسلم کے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ خدمت میں انجام دے سکتا ہوں۔ اس کے ساتھ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم )اور صحابہ کرامؓ روانہ ہوئے۔ دشوار گزار اور مشکل گھاٹیوں کے درمیان سے گزر کر مکّہ سے تقریباً گیارہ کلومیٹر کے فاصلے پر حدیبیہ کے مقام تک پہنچے تھے کہ مشرکین مکہ نے آگے بڑھ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کا راستہ روکا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے جھگڑے سے بچنے کے لئے وہیں کنویں پر پڑاؤ ڈال دیا۔ اور مشرکین مکّہ کو پیغام بھیجا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح کا معاہدہ ہو جائے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بدیل بن ورقاء خزاعی آیا۔ اس نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) سے آنے کا سبب دریافت کیا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے فرمایا، ہم صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ تم یہ قربانی کے اونٹوں کو دیکھ رہے ہو اور ہم احرام باندھے ہوئے ہیں۔ ہم جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ جنگ نے قریش کی حالت خستہ کر دی ہے اور اُنہیں سخت نقصان پہنچا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت کے لئے ان سے صلح کے لئے تیار ہوں۔ وہ میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ اگر میں رہوں تو وہ چاہیں تو دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے جس میں لوگ داخل ہوئے اور مجھے غلبہ نہ ہو تو ان کا مدعا حاصل ہے۔ اگر قریش نے اس سے انکار کیا تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں اس معاملہ میں ان سے لڑوں گا خواہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ کا امر پورا ہو کر رہے گا۔

بدیل نے کہا میں آپ ؑ کی یہ بات قریش تک پہنچاؤں گا۔ بدیل نے جا کر مشرکین مکّہ کو وہ ساری باتیں بتا دیں، جو اس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سنی تھیں۔ بدیل نے مشرکین سے یہ بھی کہا کہ تم ناحق شور مچا رہے ہو۔ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں، لیکن مکّہ کے سرداروں نے کہا کہ ہم اُن کو عمرہ کے لئے بھی نہیں آنے دیں گے۔

اس دوران مشرکین نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ رات کی تاریکی میں مسلمانوں پر حملہ کر دیں، کہا جاتا

Marfat.com

ہے کہ ان کی تعداد تیس چالیس کے درمیان تھی، وہ گرفتار کر لئے گئے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا۔

پھر مشرکین کا ایک سفیر حدیبیہ آیا، اس وقت مسلمان صف بندی کر کے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی امامت میں صلوٰۃ پڑھ رہے تھے۔ صلوٰۃ کے ضبط و نظم کا منظر دیکھ کر وہ اتنا مرعوب ہوا کہ واپس جا کر مکہ کے سرداروں سے کہا کہ مسلمانوں کا اتحاد اتنا زبردست ہے کہ ساری کی ساری قوم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ایک اشارے پر حرکت کرتی ہے۔ پھر مشرکین کے تیسرے سفیر عروہ بن مسعود آئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جب وضو کرتے ہیں تو مسلمان آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے وضو کے پانی کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بولتے ہیں تو سب کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں، ادب سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں، کوئی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں کرتا ہے۔ عروہ بن مسعود نے واپس ہو کر اس وفاداری اور محبت کا ذکر کیا تو وہ سخت مرعوب ہوئے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور مشرکین مکّہ کے درمیان سفارت کاری کا سلسلہ جاری تھا۔ باہم گفتگو نے طول کھینچا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے عثمانؓ بن عفان کو مشرکین مکّہ کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے عثمانؓ کو یہ حکم بھی دیا کہ ''وہ مکّہ کے کمزور مومن مردوں اور عورتوں کے پاس جا کر انہیں قرب فتح کی بشارت سنا دیں اور یہ بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکہ میں غالب کرنے والا ہے، یہاں تک کہ کسی کو ایمان چھپانے کی ضرورت نہ ہو گی''۔

عثمان رضی اللہ عنہ، ابان بن سعید بن العاص اموی کی پناہ میں مکّہ میں داخل ہوئے۔ ابان بن سعید، عثمان رضی اللہ عنہ کو ابوسفیان اور مکّہ کے دوسرے سرداروں کے پاس لے گیا۔ اُنہوں نے کہا اے عثمان (رضی اللہ عنہ) آپ چاہتے ہیں تو بیت اللہ کا طواف شوق سے کریں، لیکن محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم طواف نہ کریں، میں بھی نہیں کر سکتا۔ اُنہوں نے کہا ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ اس سال مکّہ میں محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو داخل نہیں ہونے دیں گے۔ یہ بات چیت چل رہی تھی کہ اس میں تاخیر ہو گئی۔ اس تاخیر سے مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ

Marfat.com

خبر سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے۔ یہ کہہ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ کو جان نثاری پر بیعت کرنے کو بلایا۔ صحابہؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کہ وہ جنگ سے فرار اختیار نہیں کریں گے۔ اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

بعد میں معلوم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط تھی۔ اور عثمانؓ واپس بھی آ گئے۔

ابن اسحاقؒ کہتے ہیں، پھر قریش نے سہیل بن عمرو عامری کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں روانہ کیا اور کہا تو جا کر ''محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے اس بات پر صلح کر کہ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں''۔ ورنہ تمام عرب یہ کہیں گے کہ مسلمانوں نے زبردستی عمرہ کر لیا اور قریش کچھ نہ کر سکے اور اس میں ہماری بڑی بدنامی ہوگی۔ پس جب سہیل آیا تو اس نے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی اور پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے گفتگو ہونے لگی۔ جب سب باتیں طے ہوگئیں تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے علیؓ بن ابی طالب کو عہد نامہ لکھنے کے لئے طلب کیا اور فرمایا لکھو ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''، سہیل نے کہا میں اس کو نہیں جانتا ہوں، یہ لکھو ''باسمک اللّٰھُم'' رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا! اچھا یہی لکھو، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے یہی لکھا۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یہ لکھو کہ یہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے ہوا۔ سہیل نے کہا اگر میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو رسول اللہ جانتا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے کیوں لڑتا، بلکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیے۔ تب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا یوں لکھو۔ یہ وہ صلح نامہ ہے، جو محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے ہوا۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

جن شرائط پر صلح نامہ لکھا گیا وہ یہ تھیں:

(۱) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ یا اعلانیہ کوئی کاروائی نہ کی جائے گی۔

(۲) اس دوران میں قریش کا جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر بھاگ کر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس جائے گا اسے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) واپس کر دیں گے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس چلا جائے گا اسے وہ واپس نہ کریں گے۔

Marfat.com

(۳) قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا اُسے اس کا اختیار ہوگا۔

(۴) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال واپس جائیں گے اور آئندہ سال وہ عمرے کے لئے آ کر تین دن مکہ میں ٹھہر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پرتلوں (میان) میں صرف ایک ایک تلوار لے کر آئیں اور کوئی سامان حرب ساتھ نہ لائیں۔ ان تین دنوں میں اہل مکہ ان کے لئے شہر خالی کر دیں گے۔ (تفہیم القرآن جلد ۶: از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

ان میں سے بعض شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف تھیں اس وجہ سے یہ صلح مسلمانوں پر بڑی شاق گزری۔ یہاں تک کہ یہ معاہدہ مسلمانوں پر اتنا سخت تھا کہ اس کی تکمیل کے بعد جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں سے قربانی کرنے کو کہا تو تین بار اعلان کرنے کے باوجود کوئی بھی شخص قربانی کے لئے نہ اُٹھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے خیمے میں جا کر اُمّ المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔ انہوں نے عرض کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) خاموشی کے ساتھ تشریف لے جا کر اپنا اونٹ ذبح کریں اور حجام کو بلا کر اپنا سر منڈوا لیں۔ اس کے بعد لوگ خود بخود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عمل کی پیروی کریں گے اور سمجھ لیں گے کہ جو فیصلہ ہو چکا ہے وہ اب بدلنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فعل کو دیکھ کر لوگوں نے بھی قربانیاں کر لیں، سر منڈوا لئے یا بال ترشوا لئے اور احرام سے نکل آئے۔ اور سب نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم ربانی سے بخوبی واقف ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صبر واستقلال سے کئے جانے والے اس معاہدہ کے اتنے عظیم الشان فائدے ہوئے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اس صلح نامہ کے بعد قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ عہد نامہ میں شامل ہو گیا۔ اور قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کا حلیف بن گیا۔

حدیبیہ سے یہ قافلہ مدینہ کی طرف واپس جا رہا تھا تو مکہ سے تقریباً ۴۰ (چالیس) کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک مقام پر سورۃ الفتح نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ (الفتح آیت ۱)

ترجمہ: ”(اے نبیؐ) بے شک ہم نے فتح دی، تم کو کھلی فتح“۔

Marfat.com

وحی الٰہی نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے سامنے سورۃ الفتح کی تلاوت فرمائی تو صحابہؓ اس فیصلہ سے مانوس ہو گئے اور ان کا غم دور ہو گیا اور ان کے دلوں میں جو ابہام تھا اس کی وضاحت ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں **سکینت** نازل فرمائی اور ان کے ایمان بڑھا دیئے۔

## شراب کی حرمت

عہد جاہلیت میں بھی بہت سے شرفائے عرب شراب سے پرہیز کرتے تھے اور میخواری کو معیوب سمجھتے تھے۔ عبدالمطلب شراب نوشی کو سخت برا جانتے تھے اور شراب پینے والے کو سزا دیتے تھے۔

شراب کے بارے میں پہلا حکم:

''پوچھتے ہیں شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ کہوان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے''۔ (ترجمہ: البقرہ آیت ۲۱۹)

اس پہلے حکم سے پہلے بھی مسلمانوں میں ایسے لوگ تھے جو شراب سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ اور اس پہلے حکم کے بعد شراب پینے والوں میں سے ایک گروہ نے شراب سے مکمل پرہیز کرنا شروع کر دیا مگر بہت سے لوگ بدستور شراب استعمال کرتے تھے اور کبھی تو نشے کی حالت ہی میں صلوٰۃ پڑھنے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس لئے دوسرا حکم آیا اور نشے کی حالت میں صلوٰۃ پڑھنے کی ممانعت کر دی گئی۔

دوسرا حکم:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم نشے کی حالت میں (INTOXICATED) ہو، تو صلوٰۃ کے قریب نہ جاؤ۔ صلوٰۃ اس وقت پڑھنی چاہئے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو''۔ (ترجمہ: انساء آیت ۴۳)

اسلامی نظام وتربیت نہایت ہی حکیمانہ انداز میں اور انسان کو بڑی سہولت میں لے کر چلتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں جان لینا چاہئے کہ

(۱) اگر کسی امر ونہی کا تعلق کسی ایسے اصول سے ہو جس کا تعلق اسلام کے نظریات وعقائد سے

Marfat.com

ہوتو اسلام پہلی فرصت میں اس کا قطعی اور اٹل فیصلہ کر دیتا ہے۔

مثلاً مسئلہ توحید اور مسئلہ شرک کے بارے میں اسلام نے پہلے مرحلے ہی میں اٹل بات کر دی بغیر کسی تردد کے۔ بغیر کسی جھجک کے، بغیر کسی رکھ رکھاؤ کے، بغیر کسی سودے بازی کے، بغیر کچھ لو اور کچھ دو کی پالیسی کے۔ کیوں کہ یہ مسئلہ اسلامی نظریہ حیات کا اساسی مسئلہ ہے۔ اس کے بغیر ایمان ہو ہی نہیں سکتا۔

''حکم صرف اللہ کا ہے۔ اُس کا فرمان ہے کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے۔ یہی دین قیم (سیدھا طریقۂ زندگی) ہے''۔ (ترجمہ: سورت یوسف آیت ۴۰)

''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں''۔ (ترجمہ: المائدہ ۴۴)

''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ہر طرف سے منہ پھیر کر اس کے تابع رہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے''۔ (ترجمہ: المومن ٦٦)

''اُنہوں نے اپنے علما اور مشائخ کو اللہ کے بجائے اپنا رب بنا لیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ ان کو ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ (ترجمہ: التوبہ: آیت ۳۱)

یہاں علماء اور مشائخ کو رب بنا کر ان کی عبادت کرنے سے مراد ان کو امر و نہی کا مختار ماننا اور اللہ اور رسول کی سند کے بغیر ان کے احکام کی اطاعت بجالانا ہے۔

جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا گیا کہ ہم نے علماء اور مشائخ کی پرستش تو کبھی نہیں کی۔ تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جواب دیا کہ جس چیز کو انہوں نے حلال ٹھہرایا کیا تم نے اسے حلال نہیں سمجھ لیا؟ اور جسے انہوں نے حرام قرار دیا کیا تم نے اسے حرام نہیں بنا لیا؟

''جو کچھ رسول تمہیں دے اُسے لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے رک جاؤ''۔ (ترجمہ: الحشر ۷)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی''۔ (ترجمہ: النسا ۸۰)

جو شخص رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دیئے ہوئے قوانین کو چھوڑ کر کسی اور منبع سے قوانین کو اخذ کرتا ہے تو وہ اللہ کی بندگی سے محروم ہے۔

۲) اور اگر امر و نہی کا تعلق کسی ایسے معاملے سے ہو جو بطور عادت (CUSTOM) یا بطور رسم چلا آتا ہو تو اسلام اس کے بارے میں اصلاحی قدم اُٹھانے سے پہلے انتظار کرتا ہے۔ بتدریج اور

Marfat.com

سہولت سے اس میں قدم اُٹھاتا ہے اور اقدام سے پہلے ایسے حالات تیار کرتا ہے جن میں نفاذ قانون کے لئے راہ ہموار ہو جاتی ہے۔

شراب اور جوا ایسے ہی معاملات تھے۔ اسی طرح غلامی کا نظام ساری دنیا میں رائج تھا۔ اسلام نے کوشش کی کہ غلامی کا نظام دنیا سے ختم ہو جائے۔

اسلام نے جبر، ظلم، تشدد اور استحصال کو ختم کر دیا جو غلامی کا خاصہ تھا اس طرح غلامی کے سر چشمے بند کر دئے گئے۔

## شراب کی حرمت کا قطعی حکم:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو''۔ (ترجمہ: المائدہ: ۹۰)

وحی نے شراب کو دفعتہً حرام نہیں کیا بلکہ بتدریج اس پر تہدید نازل ہوئی تاکہ مسلمان اس سے رفتہ رفتہ بے رغبت ہوتے جائیں۔ آخر صلح حدیبیہ کے بعد شراب کی حرمت کا قطعی حکم آیا۔ اس قطعی حکم کے آتے ہی جن کے پاس شراب تھی وہ اسی وقت بہادی گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب پینے والے کے لئے کوئی خاص سزا مقرر نہ تھی۔ جو شخص اس جرم میں گرفتار ہو کر آتا تھا، اُسے جوتے، مکے، بل دی ہوئی چادروں کے سونٹے یا کھجور کی ٹہنی سے مارتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس ضربیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں لگائی گئی ہیں۔ (تفہیم القرآن سورۃ مائدہ حاشیہ نمبر ۱۰۹۔ از سید ابوالاعلیٰ مودودی)

☆☆☆

Marfat.com

# بادشاہوں اور نوابوں کے نام خطوط

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہؓ صلح حدیبیہ کے بعد مسلسل تین ہفتہ تک حدیبیہ میں ہی رہے۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) دو باتوں پر غور فرماتے رہے۔

(۱) مسلمانوں کی قوت واستقامت

(۲) اسلام کی توسیع

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب مدینہ کی طرف تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں سورۃ فتح نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے صلح کو فتح مبین قرار دیا۔ اس سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہؓ کے دلوں کو سکون ہو گیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لے آئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے محرم ۷ھ میں پڑوسی ملکوں کے کچھ بادشاہوں اور نوابوں کے نام خطوط لکھوائے۔ جن میں نجاشی شاہ حبش، ہرقل شاہ روم، کسریٰ فارس خسرو پرویز، مقوقس نواب مصر، اور الحارث بن ابی شمر الغسانی نواب دمشق زیادہ مشہور ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے خطوط دے کر ان ملکوں کے لئے اپنے سفیروں کو روانہ کیا۔ ان سفیروں میں سب وہ تھے جو اس ملک کی زبان سے بھی واقف تھے جہاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نامہ مبارک لے کر جا رہے تھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اب تک کے جو اصل (GENUINE) خطوط ملے ہیں اور جو اصل دستاویزات مختلف مصادر سے ہمارے مورخین کو ملی ہیں ان کی تعداد ڈھائی سو (۲۵۰) سے زیادہ ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خطوط کے آخر میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جو مہر ثبت ہے وہ ہر مسودہ میں ایک ہی طرح ہے۔ اس میں تین سطروں میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خطوط کا آغاز عام طور پر اس فقرے سے ہوتا ہے۔ ''محمد رسول اللہ کی طرف سے (مکتوب الیہ کا نام) کی جانب''۔ مکتوب الیہ کا نام بغیر القابات وخطابات کے، نہایت سادگی سے لکھے گئے ہیں۔ اس طرز تخاطب نے اس عہد کے درباریوں کو بری طرح چونکا دیا۔

Marfat.com

تمام خطوط کے مضمون تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ ان خطوط میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بادشاہوں اور نوابوں کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو دوہری ذمہ داری یاد دلائی۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عمرو بن امیہ الضمری کو خط دے کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف روانہ کیا۔ نجاشی نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اپنا جواب لکھا، جس میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی رسالت کی تصدیق کی اور جعفرؓ بن ابی طالب کے ہاتھ پر اپنے اسلام کا اظہار کیا۔ نجاشی نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خط کو ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں مہر بند کر کے محفوظ کر دیا تھا۔

اب تک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کئی اصل خط دریافت ہو چکے ہیں جن میں نجاشی کو لکھا گیا خط بھی شامل ہے۔

نجاشی نے ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس پر غائبانہ الصلوٰۃ جنازہ پڑھی۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز)

☆☆☆

Marfat.com

# غزوۂ خیبر

خیبر ایک زرخیز اور شاداب علاقہ ہے۔ جو مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک سو ساٹھ کلومیٹر پر واقع ہے۔ جہاں یہودی آباد تھے اور وہ اسلام (امن وسلامتی) کی دشمنی میں مشرکین مکّہ کے ساتھ تھے۔ مدینہ سے مکّہ جنوب میں تقریباً چار سو چالیس کلومیٹر پر ہے۔

خیبر کے یہودی مکروفریب اور خباثت جیسے رذائل میں بڑھے ہوئے تھے۔ یہودی اور مشرک دونوں اسلام کو ختم کرنا چاہتے تھے، لیکن اکیلے اکیلے اتنے طاقت ور نہ تھے کہ تنہا اسلام کو ختم کرسکیں۔ اس لئے ان کے درمیان مشترکہ جنگی اقدام کی سازشیں چل رہی تھیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کے لئے بھی دونوں دشمنوں کا ایک ساتھ مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ ان حالات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ربانی تدبر کے تحت حدیبیہ میں قریش مکّہ سے دس سال کے لئے نہ جنگ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اس طرح اُنہیں مکّہ میں روک دیا۔ یہ معاہدہ ٦ ھ کے آخر میں ہوا۔ اس کے بعد مدینہ واپس آکر خیبر پر حملہ کر کے یہودی مسئلہ کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم حدیبیہ سے واپس آکر ٧ ھ اواخر محرم میں خیبر کی طرف جہاد کے لئے نکلے۔ جھنڈا علی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ بیعت رضوان والے چودہ سو مسلمان تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صفر کے شروع میں رات کے وقت خیبر کے قریب پہنچے اور وہیں رات گزاری۔ مگر یہودی بے خبر رہے۔ پھر صبح فجر کی صلوٰۃ اندھیرے میں پڑھی اور پھر حملہ کی نیت سے پیش قدمی کی۔ اس وقت یہودی اپنی زمینوں کی طرف نکل رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لشکر کو دیکھ کر بھاگے اور قلعوں میں بند ہو گئے۔

خیبر میں یہودیوں کے آٹھ قلعے تھے، پتھروں کے، بہت مضبوط اور محفوظ جنگی مضبوطی کے قصے دنیا میں دور دور تک تھے۔ ہر ایک قلعے میں دو ہزار سے زیادہ جنگجو ہر وقت موجود رہتے تھے۔ جن کے پاس تمام عرب سے زیادہ اسلحہ تھا، لیکن وہ مسلمانوں سے اتنے زیادہ خوف زدہ ہوئے کہ لڑنے سے پہلے ہی

Marfat.com

ہتھیار ڈالنے کی شرائط کے بارے میں آپس میں مشورہ کرنے لگ گئے۔

خیبر کے ان مضبوط قلعوں کو مسلمانوں نے کس طرح فتح کیا، یہ تاریخ کا دلیرانہ اور یادگار کارنامہ ہے۔ مسلمانوں نے اس موقع پر حیرت انگیز حکمت عملی اختیار کی۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے، یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک ایک قلعے کا پھاٹک توڑنے کے لئے یہ کیا گیا کہ درختوں کے بھاری پیڑ لے کر پچاس، پچاس، ساٹھ، ساٹھ آدمی دوڑتے تھے اور ان کو تیزی سے قلعہ کے پھاٹک پر مارتے تھے۔ چند بار ایسا کرنے سے قلعہ کا پھاٹک (دروازہ) ٹوٹ جاتا تھا اور اس کے بعد تیروں اور منجنیقوں کے طوفان میں مسلمان قلعہ کے اندر گھس جاتے تھے۔ گھسنے کی رفتار انتہائی تیز اور حیران کن ہوتی تھی، جس نے دشمن کو ہراساں کر دیا، ان کے سالاروں کے دماغ ماؤف ہو گئے۔ اور وہ شکست کھا گئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کو خبردار کیا ہے۔

''اور تمہیں تمہاری فوج ہرگز کام نہیں آئے گی اگر تعداد میں بہت ہو۔ اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے''۔ (ترجمہ: الانفال ۔۱۹)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بشارت دیتا ہے۔

''مت بزدلی دکھاؤ، اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب ہوگے اگر تم ایمان والے ہو''۔ (ترجمہ: آل عمران ۔۱۳۹)

''اے ایمان والو ثابت قدم رہو اور مضبوط رہو اور آپس میں جڑے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔ (ترجمہ: آل عمران ۲۰۰)

''اے ایمان والو جب کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں تمہارا مقابلہ ہو تو ان کی جانب ہرگز پیٹھ نہ پھیرنا''۔ (ترجمہ: الانفال ۱۵)

''بے شک اللہ محبت کرتا ہے ان سے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر جنگ کرتے ہیں جیسے سیسہ پلائی دیوار ہیں''۔ (ترجمہ: الصف ۔۴)

### حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ہی تھے کہ حبشہ سے جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماءؓ بنت عمیس اور دوسرے مسلمان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ سولہ عورت ومرد تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں سے مشاورت کے بعد مال غنیمت میں ان لوگوں

Marfat.com

کا بھی حصہ رکھا۔ یہ سب وہ لوگ تھے جنہوں نے ہجرت مدینہ سے دو سال قبل حبشہ ہجرت کی تھی اور یہی وہ لوگ تھے جو حبشہ میں باقی رہ گئے تھے۔ان کے ساتھ یمن کے بھی باون یا ترپن افراد آئے تھے جن میں مشہور صحابی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

دو ہجرتیں:

اسماءؓ بنت عمیس حبشہ سے آنے کے بعد اُمّ المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ملنے گئیں۔انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔اسماءؓ بیٹھی ہی تھیں کہ عمر فاروقؓ بھی وہاں آ گئے۔عمر فاروقؓ نے ان کو دیکھ کر کہا ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ہمارا تم سے زیادہ حق ہے۔یہ سن کر اسماءؓ کو غصہ آ گیا اور کہنے لگیں ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تمہارے بھوکے کو کھانا کھلاتے اور جاہل کو دین سکھاتے اور ہم حبشہ میں دور دراز علاقہ میں تھے دشمنوں کے گھیرے میں تھے۔یہ محض اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی کی خاطر تھا۔واللہ! میں کچھ کھانے پینے سے پہلے ہی تمہارا مقولہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بیان کروں گی، اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے دریافت کروں گی، واللہ! میں نہ جھوٹ بولوں گی، نہ اس کو بدل کر بیان کروں گی اور نہ اس پر اضافہ کروں گی۔

چنانچہ اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم! عمرؓ ایسے ایسے کہتا ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پوچھا تم نے اس کو جواب میں کیا کہا تو اسماءؓ نے بتایا میں نے ایسا ایسا جواب دیا۔یہ سن کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا مجھ پر تم سے زیادہ کسی کا حق نہیں۔عمرؓ اور ان کے ساتھیوں کی تو ایک ہجرت ہوئی اور اے کشتی والو! تمہاری تو دو ہجرتیں ہوئیں۔اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوموسیٰؓ اور دیگر کشتی والے جماعت در جماعت میرے پاس آتے اور مجھ سے حدیث کے بارے میں پوچھتے۔نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس تبصرے اور فرمان سے دنیا کی کوئی چیز، ان کے نزدیک فرحت بخش اور عظیم نہ تھی اور ابوموسیٰؓ تو یہ حدیث مجھ سے بار بار سنتے تھے۔(صحیح بخاری کتاب المغازی)

Marfat.com

## خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کا واقعہ:

فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز خیبر میں قیام فرمایا۔ وہاں پر یہودیوں کو امن و امان دیا اور ان کے ساتھ ہر طرح کی بھلائی کی گئی۔ لڑائی کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ فریقین معاہدہ کے پابند ہو گئے۔ ان حالات میں سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت حارث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چند صحابہ ؓ کی دعوت کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرط کرم سے قبول فرمایا۔ زینب بنت حارث نے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پہلا ہی لقمہ چبا کر پھینک دیا۔ لیکن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ایک صحابی بشرؓ بن براء نے ایک لقمہ کھالیا اور وہ زہر کے اثر سے تین دن بعد وفات پا گئے۔ بشر ؓ کی وفات کے بعد زینب کو قصاص میں قتل کر دیا گیا۔

زینب بنت حارث کے اس کرتوت سے مسلمان بہت متاثر ہوئے، انہیں یہودیوں پر کوئی اعتماد نہ رہا اور ان کے شر سے خائف رہنے لگے۔

## غزوۂ خیبر اور مسلمان خواتین:

خیبر کی جنگ میں مسلمان عورتیں بھی شریک تھیں۔ بنی غفار میں سے ایک عورت کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا قصد کیا تو میں چند عورتوں کے ساتھ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عورتیں چاہتی ہیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ ہم بھی جہاد میں چلیں۔ ہم زخمیوں کی تیمارداری کریں گی اور جہاں تک ہم سے ہوگا مسلمانوں کو مدد پہنچا کر ثواب کی مستحق ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو اللہ تمہارے ارادہ میں برکت دے۔ چنانچہ ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ جب خیبر فتح ہو گیا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ہم عورتوں کو بھی مالِ غنیمت میں سے عنایت کیا اور یہ ہار جو میرے گلے میں ہے خود آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اپنے ہاتھ سے میرے گلے میں باندھا۔ میں اس کو کبھی جدا نہیں کرتی۔

راوی کہتا ہے یہ ہار آخری وقت تک اس خاتون کے گلے میں رہا اور پھر اس کی وصیت کے مطابق اس کے ساتھ دفن کیا گیا۔ (سیرت النبی از ابن ہشام: جلد دوم)

Marfat.com

## حرام مال کا آگ بن جانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ خیبر سے چل کر وادی ''قریٰ'' میں آئے۔ وہاں پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا ایک غلام آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے اونٹ پر سے کجاوہ اُتار رہا تھا کہ اس کو ایک تیر اچانک نامعلوم سمت سے آلگا، اور وہ شہید ہوگیا۔ یہ دیکھ کر صحابہؓ نے کہا اس کی شہادت مبارک ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں! بے شک وہ چادر جو اس نے خیبر کے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے چرائی تھی وہ آگ بن کر اس کو جلا رہی ہے۔ (تاریخ ابن کثیر۔ جلد ۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سن کر ایک آدمی جوتے کے تسمے لایا اور اس نے کہا میں نے مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے لے لئے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اگر تو واپس نہ کرتا تو یہ تسمے (تیرے لئے آگ بن جاتے)۔ (تاریخ ابن کثیر۔ جلد چار)

## یاد آنے پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم:

غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ رات بھر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ انہیں نیند نے ستایا تو اتر کر سو گئے۔ فجر کے وقت نہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آنکھ کھلی نہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے صحابہؓ میں سے کسی کی آنکھ کھلی۔ تمام لشکر اسلام سوتا ہی رہا۔ اور سورج نکل آیا۔ سب سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہی کی آنکھ کھلی۔ سب کو بیدار کیا۔ وہاں سے جُدا ہوکر، تھوڑے فاصلے پر جاکر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اور تمام صحابہؓ نے فجر کی صلوٰۃ ادا کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فرمایا اگر اس طرح آنکھ نہ کھلے تو جب بیدار ہوا کرو اسی وقت صلوٰۃ ادا کیا کرو۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا جو شخص بھول جائے جب یاد آئے تو صلوٰۃ پڑھ لے۔ (تاریخ ابن کثیر جلد چار)

## مسلمانوں کے عدل پر یہود کو حیرت:

خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر سال عبداللہؓ بن رواحہ پیداوار کی بٹائی کے لئے تشریف لاتے۔ اجناس کی تمام اقسام دو حصوں میں تقسیم فرما کر مزارعین سے فرماتے کہ ''دونوں میں سے جو ڈھیر پسند ہو اٹھا لو'' اس پر ایک مرتبہ اہل خیبر نے کہا ''اسی عدل پر زمین اور آسمان قائم ہیں''۔ (حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم از محمد حسین ہیکل)

Marfat.com

## کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی عظمت:

خیبر سے مدینہ واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ ہجری میں آٹھ سرایا روانہ کئے۔ ان تمام میں کامیابی حاصل ہوئی۔

اُسامہؓ بن زید کو ایک فوجی دستے کے ساتھ قبیلہ جھنیہ کی ایک شاخ حرقات کی طرف بھیجا گیا۔ اُسامہؓ بن زیدؓ نے لڑائی میں جب ایک شخص کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی تو اس نے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا۔ مگر اُسامہؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بہت ناراض ہوئے۔ اُسامہؓ سے جواب طلب کیا گیا۔ اُسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بار بار یہی فرماتے رہے۔ اُسامہؓ نے توبہ کی اور آئندہ ساری عمر اس قسم کی غلطی نہ کرنے کا وعدہ کیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تم کیا جواب دو گے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا جب وہ آئے گا قیامت کے دن۔ اُسامہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا کیجئے میرے لئے بخشش کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تم کیا جواب دو گے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کا جب وہ آئے گا، قیامت کے دن اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہی کہتے رہے، تم کیا جواب دو گے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا جب وہ آئے گا قیامت کے دن۔

اُسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے آرزو کی کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔ اور اس کو قتل نہ کیا ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ کلمہ گو کو قتل نہ کروں گا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مزید فرمایا اے اُسامہؓ میری زندگی کے بعد بھی، عرض کی جی! آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی زندگی کے بعد بھی میں کسی کلمہ گو کو قتل نہیں کروں گا۔ (صحیح بخاری المغازی، صحیح مسلم کتاب الایمان)

### ہجرت کے بعد پہلا عمرہ:

صلح حدیبیہ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربانی تدبر کے تحت یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ آئندہ سال عمرہ ادا کریں گے۔ اس لئے فیصلے کے مطابق ایک سال گزر جانے کے بعد آپ (صلّی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلّم ) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ذی القعدہ ۷ھ میں عمرہ کے ارادے سے مکّہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ سے روانگی کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے ساتھ قربانی کے ساٹھ اونٹ تھے۔

ذوالحلیفہ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے احرام باندھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ اور لبیک پکارتے ہوئے مکّہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تمام مسلمان لبیک پکارتے ہوئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) اپنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے لاکر بائیں کندھے پر ڈال لیا۔ اس طرح اپنا دایاں بازو چادر سے باہر نکال لیا۔ پھر فرمایا اللہ اس شخص پر رحم کرے جو آج لوگوں کے سامنے قوت کا مظاہرہ کرے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے اپنی چھڑی سے حجر اسود کو چھوا۔ اس کے بعد دوڑنے لگے، اس طرح آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے طواف کے تین پھیرے دوڑ کر اور بقیہ پھیرے معمول کی رفتار سے کیے۔

مشرکین نے آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہا تھا تمہارے پاس ایک ایسی جماعت آ رہی ہے، جسے یثرب کے بخار نے توڑ ڈالا ہے۔ لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو ایک پہاڑ پر سے دیکھا کہ دوڑ رہے ہیں، تو کہنے لگے "یہ تو طاقتور ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ پہلے تین چکروں میں دوڑ لگائیں۔

طواف سے فارغ ہو کر، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے صفا اور مروہ کی سعی کی، اور پھر سعی سے فارغ ہو کر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروہ کے پاس قربانی کے جانور ذبح کیے۔ وہیں اپنا سر منڈوایا۔ مسلمانوں نے بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی تقلید کی۔

جنگ بندی کے معاہدہ پر شرط کے مطابق، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) مکّہ میں تین دن مقیم رہے۔ اور چوتھے دن وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

## مکّہ کے تین سپہ سالار اسلام کے سائے میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملے پر بہت گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جب عمرہ ادا کرنے مکّہ گئے تو خالد بن ولید کے بھائی ولیدؓ بن ولید جو مسلمان ہو چکے تھے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ تھے۔ اُن سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ خالد سے کہو کہ جب تم سچائی کو جان گئے ہو تو پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونے میں کیا رکاوٹ ہے؟

ولیدؓ بن ولید نے خالد بن ولید کو مکّہ میں تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے تو ولیدؓ نے خالد کے نام ایک تحریر چھوڑ دی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

خالد تم جیسے عقل مند اور فراست میں مشہور شخص اسلام جیسی نعمت سے دور ہو۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ خالد کہاں ہے''۔ میں نے عرض کر دیا ہے کہ اللہ ہی اُسے لائے گا۔

اس خط کو پانے کے بعد خالد بن ولید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام لانے کی اطلاع اور تحفہ میں کئی گھوڑے مکّہ سے روانہ کیے۔

خالدؓ بن ولید، عثمانؓ بن طلحہ، عمروؓ بن العاص مکّہ کے یہ تینوں سپہ سالار ایک ساتھ مسلمان ہوئے۔ جب وہ مکّہ سے مدینہ پہنچے تو ان کو دیکھ کر ایک شخص چیخ پڑا کہ مکّہ قیادت سے دست بردار ہو گیا ہے۔ اور وہ دوڑتا ہوا مسجد نبوی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دینے چلا گیا۔ (تاریخ ابن کثیر جلد:۴)

خالدؓ بن ولید، عثمانؓ بن طلحہ اور عمروؓ بن العاص نے مسجد نبوی میں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قصور اور جرائم کو معاف فرما دیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اسلام اپنے سے پہلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے کے جرائم کو ختم کر دیتی ہے۔ (تاریخ ابن کثیر جلد۔۴)

اسلام لانے کے بعد خالدؓ بن ولید نے اپنے بارے میں بتایا کہ میرے دل میں بہت پہلے یہ بات پڑ چکی تھی کہ حق مشرکین کی طرف نہیں بلکہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف ہے اور مجھے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ مل جانا چاہیے۔

Marfat.com

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تمام جنگوں میں شریک رہا مگر کوئی جنگ ایسی نہیں جس میں میں شریک ہوا ہوں اور یہ خیال لے کر واپس نہ آیا ہوں کہ میں صحیح جگہ نہیں کھڑا ہوں۔ (پیغمبر انقلاب از وحید الدین خان)

# جنگ مُؤتہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفیر حارثؓ بن عمیر ازدی جو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا خط لے کر بصریٰ کے نواب کے پاس جا رہے تھے، سرحد شام کے قریب مقام موتہ میں پہنچے تو وہاں کے ایک سردار شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کی طرف سے اس علاقے کا صوبہ دار تھا، حارثؓ کو گرفتار کر لیا اور انہیں شہید کر دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے سفیر کے شہید کئے جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر یہ بات بہت سخت گراں گزری۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جمادی الاول ۸ ھ میں تین ہزار کا ایک لشکر تیار کر کے اس سرکش سردار کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ زیدؓ بن حارث کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور حکم فرمایا کہ اگر زیدؓ شہید کر دیئے جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب کو اور اگر جعفرؓ بھی شہید کر دیئے جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ لشکر کے امیر ہوں گے۔ اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر جس کو لشکری پسند کریں اپنا امیر بنا لیں۔

اس لشکر کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سفید جھنڈا تیار کر کے زیدؓ کو دیا اور فرمایا ”میں تمہیں تقویٰ اور اپنے مسلمان ساتھیوں سے حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے، اللہ کی راہ میں، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جہاد کرو۔ دیکھو! بدعہدی نہ کرنا، کسی بچے، عورت، بوڑھے اور اپنی عبادت گاہ میں رہنے والے تارک الدنیا کو قتل نہ کرنا۔ کوئی درخت نہ کاٹنا اور کسی مکان کو منہدم نہ کرنا“۔

یہ فوج چل کر معان پہنچی جو جنوبی اردن کا ایک مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ہرقل روم دو لاکھ فوج کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے۔

Marfat.com

مسلمانوں نے مقام معان میں دو راتیں گزاریں اور آپس میں مشاورت کی۔فوج کے کچھ جوانوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر دشمن فوج کی تعداد سے آگاہ کرنا چاہیے تا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) ہمارے لئے مزید کمک بھیجیں یا کوئی دوسرا حکم صادر فرمائیں، پھر ہم اس حکم کے مطابق عمل کریں۔فوج اس تجویز پر غور کر رہی تھی کہ بلند ہمت عبداللہؓ بن رواحہ کی تقریر نے دشمن کی دو لاکھ کی فوج سے بھڑ جانے پر آمادہ کر لیا۔انہوں نے کہا ''اے قوم! ہم شہادت کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔ جب ہم شہادت کی تلاش میں یہاں آئے ہیں تو پھر ہمیں دشمن کی تعداد اور کثرت کا کیا اندیشہ ہے۔ ہم تعداد اور کثرت کے بل پر جنگ نہیں کرتے۔ہم تو دین حق کی اشاعت کے لئے نکلے ہیں۔جس دین سے اللہ نے ہمیں بزرگی دی ہے۔ ہمارے سامنے دو بھلائیاں ہیں۔غلبہ یا شہادت آج ہمارا مقصود شہادت ہے۔آؤ اور آگے بڑھو۔

لوگوں نے کہا ''ابن رواحہ سچ کہتے ہیں''۔ چنانچہ اسلامی فوج آگے بڑھی اور موتہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔زیدؓ بن حارث نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور ساتھ ہی ایک خوفناک جنگ شروع ہوگئی۔تین ہزار جانباز دو لاکھ فوج کا مقابلہ کر رہے تھے۔زیدؓ بن حارثہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دئے ہوئے جھنڈے کو بلند رکھا اور دشمن کی فوج میں گھس کر خوب جنگ کی یہاں تک کہ بیسیوں نیزے ان کے آر پار ہو گئے ،اور وہ شہید ہو گئے۔پھر جعفرؓ نے جھنڈا لے لیا اور خوب خوب جنگ کی۔ وہ نیزوں اور تیروں کے نوے سے زائد زخم کھا کر شہادت سے سرفراز ہوئے۔سارے زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں آئے۔

ان کے بعد عبداللہؓ ابن رواحہ آگے بڑھے اور جھنڈا لے لیا۔یہ تاریخ انسانی کا عجیب ترین معرکہ تھا۔تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار کے سامنے دو بدو ڈٹے ہوئے تھے۔ہتھیاروں میں غرق کفار کا بھاری بھرکم لشکر حملے کرتا اور اپنے بہت سے فوجی گنوا بیٹھتا۔لیکن مسلمانوں کی اس چھوٹی سی فوج کو پیچھے دھکیلنے میں ناکام رہا۔

عبداللہؓ بن رواحہ اپنے گھوڑے پر سوار تھے وہ کافروں کے اندر گھس گھس کر انہیں قتل کر رہے تھے اور پھر وہ بھی شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت کے بعد جھنڈا ثابتؓ بن اقرم نے تھام لیا تا کہ گر نہ پائے۔اور انہوں نے کہا''

Marfat.com

اے مسلمانو آپ خالدؓ بن ولید پر اتفاق کرلو' مسلمانوں نے خالدؓ بن ولید پر اتفاق کرلیا۔ اور خالدؓ بن ولید نے فوراً ثابتؓ سے جھنڈا لے لیا اور آگے بڑھ کر اتنی زوردار اور بے نظیر جنگ کی کہ ان کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ دن ختم ہوا تو دونوں فوجیں اپنے اپنے پڑاؤ میں واپس چلی گئیں۔

دوسرے دن خالدؓ بن ولید نے اپنی فوج کی ترتیب بدل دی پیچھے کو آگے، آگے کو پیچھے، دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں کر دیا۔ فوج کا ایک دستہ جو ایک جنگی چال کے تحت رات کو میدان جنگ سے دور چھپا دیا گیا تھا۔ یہ دستہ صبح ہوتے ہی نعرے لگاتا ہوا میدان جنگ میں آ کر مسلمانوں سے مل گیا۔ دشمن نے سمجھا کہ مسلمانوں کے پاس کمک آ گئی ہے، اس پر رعب چھا گیا۔ خالدؓ بن ولید نے پہلا زوردار حملہ کیا اور پھر اپنی فوج کو پیچھے ہٹانا شروع کیا، لیکن دشمن کی فوج کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ خالدؓ بن ولید کے داؤ پیچ سے گھبرا گئے اور جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے رہے۔ انہوں نے سمجھا یہ کوئی چال ہے۔ اس طرح مسلمان موتہ کے پیچھے اونچے ٹیلوں پر آ گئے۔ وہاں پر رومی فوج کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ خالدؓ نے دیکھا کہ دشمن آگے نہیں بڑھتا تو وہ مسلمانوں کو وقار اور تحمل کے ساتھ کفار کے نرغہ سے نکال کر مدینہ واپس پہنچ گئے۔ اس جنگ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ دشمن سینکڑوں مارے گئے، مگر ان کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

☆☆☆

Marfat.com

# فتح مکہ

اللہ تعالیٰ نے صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا ہے۔

**اِنَّافَتَحْنَالَکَ فَتْحًامُّبِیْنًا** (الفتح آیت ۱)

''بے شک ہم نے تم کو کھلی فتح دی''۔

بخاری نے براءؓ سے روایت کیا ہے، اُنہوں نے بعد کے لوگوں سے کہا تم لوگ فتح مکہ کو فتح سمجھتے ہو، مگر ہم لوگ صلح حدیبیہ کو فتح کہا کرتے ہیں۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۴)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، اسلام میں فتح حدیبیہ سے زیادہ بڑی فتح کوئی نہیں ہوئی مگر اس دن لوگوں کی نظریں وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے رب کے درمیان تھا۔ بندے جلدی چاہتے ہیں مگر اللہ بندوں کی طرح جلدی نہیں کرتا یہاں تک کہ معاملات وہاں پہنچ جائیں، جہاں وہ ان کو پہنچانا چاہتا ہے۔ (پیغمبر انقلاب از وحید الدین خان)

اللہ تعالیٰ نے معاملات وہاں پہنچا دیے جہاں سے مسلمانوں کی فتح کے دروازے کھل گئے۔

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی فریقین میں سے کسی ایک کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شامل ہونا چاہے گا اُسے اس کا اختیار ہوگا۔ اس صلح نامہ کے مطابق قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کے ساتھ عہد نامے میں شامل ہو گیا تھا اور قبیلہ بنوبکر قریش مکّہ کا حلیف بن گیا تھا۔

بنوبکر اور بنوخزاعہ میں پرانی دشمنی تھی اور یہ لوگ ایک دوسرے کے آدمی قتل کرتے رہتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد بنوبکر نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شعبان ۸ھ میں ایک رات بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ اس پر دونوں قبیلوں میں خوب جنگ ہوئی۔ قریش نے بھی صلح حدیبیہ کو توڑ کر اپنے آدمیوں اور ہتھیاروں سے بنوبکر کی مدد کی۔ یہاں تک کہ بنوخزاعہ کے لوگ شکست کھا کر حرم میں پناہ کے لئے داخل ہو گئے۔ لیکن بنوبکر اور قریش نے حرم میں بھی ان کو نہ چھوڑا اور ان کے کئی لوگ قتل کر دئے۔ اس طرح صلح حدیبیہ کی خوب خوب دھجیاں اُڑائی گئیں اور وہ عہد توڑ دیا جو انہوں نے محمد

Marfat.com

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کیا تھا۔

بنوخزاعہ چونکہ صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو گئے تھے، اس لئے اس حادثہ کے بعد بنوخزاعہ کے سردار عمرو بن سالم اور بدیل بن ورقا اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ مکّہ سے روانہ ہو کر مدینہ آئے، اور سیدھے مسجد نبوی میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس پہنچے۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بنو بکر اور قریش نے جو ظلم ڈھائے تھے اس کو بیان کر کے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے مدد کی درخواست کی۔ اور کہا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہماری پرزور اور فوری مدد کریں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اگر میں نے تمہاری ایسی مدد نہ کی جیسی خاص اپنی جان کی کرتا ہوں تو گویا میں نے تمہاری کچھ مدد نہ کی۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ ابھی واپس چلے جاؤ، اور پہاڑوں میں الگ الگ چھپ جاؤ۔

بنوخزاعہ کے ساتھ ظلم کرنے کے بعد مکّہ کے سرداروں کو پریشانی ہوئی کہ وہ یہ کیا کر بیٹھے، اس قتل وغارت گری سے تو معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔ اس پر وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے ابوسفیان کو ایک وفد کے ساتھ معاہدہ کی تجدید کرنے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس مدینہ بھیجا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں وہ لوگ آئے، اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ ابوسفیان نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے بات کرنی چاہی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ابوسفیان کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور وہ معاہدہ کی تجدید کرائے بغیر واپس مکّہ چلے گئے۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے لوگوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دے دیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دیہات اور آس پاس کے مسلمانوں کو بھی یہ پیغام کہلا بھیجا کہ ہر جوان مسلمان ماہ رمضان میں جہاد کے لئے تیار رہے۔ لیکن اُنہیں یہ نہیں بتایا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کدھر کا قصد رکھتے ہیں۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اللہ سے دعا کی کہ مخبروں اور خبروں کو قریش سے روک دے یہاں تک کہ میں ان کے شہر میں داخل ہو جاؤں۔

اس جنگ کی تیاری کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے حیرت انگیز انتظامات کئے۔ علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کچھ لوگ راستوں کی نگرانی کے لئے مقرر کر دئے گئے کہ کوئی شخص شہر سے

Marfat.com

باہر جانے نہ پائے۔، ان لوگوں نے حاطب بن ابی بلتعہ کے قاصد کو پکڑ کر اس سے خط برآمد کیا تھا۔(پیغمبر انقلاب از وحید الدین خان) وہ خط قریش کے نام تھا اور جس میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی تیاری اور مکہ پر حملے کے بارے میں خبر دی گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورہم کلثوم بن حصین غفاری کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا اور رمضان کے پہلے عشرہ میں خاموشی کے ساتھ اور نہایت تیز رفتاری سے دس ہزار فوج کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر (غزوۂ فتح مکہ) رمضان میں کیا اور روزے رکھتے رہے۔عسفان میں پہنچے تو پانی کا برتن منگوایا اور علانیہ دن دہاڑے پی لیا تاکہ لوگ دیکھیں۔ پھر مکہ پہنچنے تک روزہ نہیں رکھا۔ابن عباسؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سفر میں روزہ رکھا بھی ہے، افطار بھی کیا ہے، جس کا جی چاہے روزہ رکھے جس کا جی چاہے افطار کرے۔(صحیح بخاری کتاب المغازی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''جحفہ'' پہنچے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا عباس رضی اللہ عنہ ملے وہ مکہ سے ہجرت کرتے ہوئے اہل وعیال کے ساتھ مدینہ جارہے تھے۔عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو تو مدینہ بھجوادیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں شامل ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''ابواء'' پہنچے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن حارث اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابی امیہ آئے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان دونوں سے ملنے سے انکار کر دیا، کیوں کہ یہ دونوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت اذیت پہنچاتے اور مکہ میں بدمعاشوں کے ساتھ رہتے تھے۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو معاف کر دیا اور یہ دونوں اسلام لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے مکہ کی طرف بڑھتے رہے۔ بالآخر مکہ کے نواح میں پڑاؤ کیا۔اس دور میں فوج میں پانچ یا پانچ سے زیادہ سپاہی مل کر کھانا تیار کرتے تھے۔مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس رات ہر سپاہی الگ الگ آگ جلائے اور اپنا کھانا خود تیار کرے۔مکہ کے

Marfat.com

پہاڑوں پر آباد لوگوں نے دیکھا کہ عرفات میں دس ہزار کے لگ بھگ مقامات پر آگ جل رہی ہے۔ اُنہوں نے اندازہ لگایا کہ مسلمانوں نے پچاس ہزار سے زیادہ سپاہ پر مشتمل فوج سے مکّہ پر حملہ کردیا ہے۔ سردار مکّہ ابوسفیان خود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ٹوہ لینے آئے، مگر مسلمانوں کے ایک گشتی دستے نے اُنہیں گرفتار کرلیا۔ یہ گشتی دستہ عمر فاروقؓ کی کمانڈ (COMMAND) میں تھا۔ اُنہوں نے ابوسفیان کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ (ابوسفیان) بلاشرط قابو میں آ گیا ہے۔ حکم دیجئے کہ اس کی گردن اُڑا دی جائے۔ لیکن عباسؓ نے ابوسفیان کی جان بخشی کی درخواست کی اور فوراً ہی ابوسفیان نے اسلام قبول کرلیا۔ اسلامی فوج قطار در قطار شہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ابوسفیان پر اسلامی فوج کا رعب چھا گیا تھا۔ وہ حیرانی کے ساتھ کھڑے دیکھ رہے تھے۔ وہ پکار اُٹھے، آج ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت کسی میں نہیں۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقصد بھی یہی تھا۔ اس مہم کے لئے اتنی زبردست تیاری مکّہ میں خون ریزی کے لئے نہ تھی بلکہ اہل مکّہ کو مرعوب کرنے کے لئے تھی تاکہ خون بہائے بغیر مکّہ پر اسلام کا قبضہ ہو جائے۔

جب انصار کا دستہ ابوسفیان کے برابر سے گزرا تو انصار کے سردار سعدؓ بن عبادہ نے ابوسفیان کو دیکھ کر کہا "آج گھمسان کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کردیا جائے گا"۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ اطلاع ملی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا نہیں آج رحمت کا دن ہے۔ اور سعدؓ بن عبادہ کو سرداری سے معزول کر کے جھنڈا ان کے بیٹے قیسؓ کو دے دیا۔ اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اعلان فرما دیا کہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امان ہے۔ جو اپنے گھر میں بیٹھا رہے اس کو امان ہے۔ اور جو ابوسفیان کے گھر (دار) میں داخل ہو جائے اس کو امان ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ابوسفیان کو رہا کردیا۔ اور ابوسفیان مکّہ کی طرف تیزی سے دوڑ پڑے اور مکّہ پہنچ کر نہایت بلند آواز سے پکارا مکّہ کے لوگو! محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اتنا لشکر لے کر آئے ہیں کہ ہم مقابلہ نہیں کرسکتے، اور اُن (محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی طرف سے ہر اس شخص کو امان ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے۔ جو شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے اسے امان ہے۔ اور جو میرے (ابوسفیان) کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے۔ یہ سن کر لوگ تیزی سے اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام کی طرف دوڑ پڑے۔

Marfat.com

ان احکامات کے علاوہ اسلامی فوج کو جو مستقل ہدایات اور احکامات تھے وہ یہ ہیں۔

(۱) جو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہہ دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۲) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۳) ہتھیار پھینک کر بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۴) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھ رہے، اُسے قتل نہ کیا جائے۔

(۵) زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۶) قیدی کو قتل نہ کیا جائے۔

(۷) عورتوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(۸) بچوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(۹) ضعیف اور بیمار کو قتل نہ کیا جائے۔

(۱۰) لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔

(۱۱) بستیوں کو جلایا نہ جائے۔

(۱۲) فصلوں کو جلایا نہ جائے۔

(۱۳) جلا کر کسی کو سزا نہ دی جائے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس دن یعنی ۲۰ رمضان ۸ ھ کو قصواء نامی اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ اسامہؓ بن زیدؓ سواری پر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پیچھے بیٹھے تھے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مکّہ کے بالائی حصے سے مکّہ میں داخل ہوئے۔اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سورۃ الفتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔اور ساتھ ہی اسلامی فوج مکّہ میں پھیل گئی اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر مکّہ پر قبضہ کر لیا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو فتح سے سرفراز فرمایا ہے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا سر تواضع اور خاکساری سے جھک گیا یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی داڑھی مبارک کجاوہ کی لکڑی کو چھو رہی تھی۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مسلمانوں کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے، اس وقت بیت اللہ

Marfat.com

کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک کمان سے ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور بڑھتے جاتے تھے۔

**وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾** (دالاسراءآیت ۸۱)

ترجمہ: ''حق آ گیا، اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے''۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا عثمان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آ رہی تھی۔

ہجرت سے پہلے ایک بار رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے چاہا کہ کعبہ کے اندر داخل ہو کر عبادت کریں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے عثمان بن طلحہ سے کعبہ کی کنجی مانگی تا کہ دروازہ کھول سکیں۔ مگر عثمان بن طلحہ نے انکار کیا اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو برا بھلا کہا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اے عثمان! کسی دن تم دیکھو گے کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہو گی، مجھے اختیار ہو گا جس کو چاہوں اُسے دوں۔ یہ سن کر عثمان بن طلحہ نے کہا، وہ دن قریش کی تباہی اور رسوائی کا ہو گا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا نہیں اس دن وہ زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے۔

اب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اُسی عثمان بن طلحہ سے کنجی لے کر کعبہ کا دروازہ کھولا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کعبہ کے اندر سے سارے بت نکال دیے جانے کا حکم دیا۔ سارے بت نکال دیے گئے۔ ابراہیم علیہ اسلام اور اسمٰعیل علیہ اسلام کی مورتیں بھی نکلی ان کے ہاتھ میں (فال کھولنے کے) پانسے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اللہ ان مشرکوں کو غارت کرے یہ خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں نے کبھی فال نہیں کھولی۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

کعبہ کے اندر جانے والوں میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ اسامہ بن زیدؓ اور بلالؓ تھے۔ کمزوروں کی اتنی بڑی عزت افزائی اس دھرتی پر کسی نے کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ بڑے بڑے سردار اور رئیس باہر کھڑے حسرت بھری نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔ آپ نے دروازہ بند کیا۔ ہر ایک گوشے میں اللہ اکبر کہا اور دو رکعت صلوٰۃ پڑھی اور باہر تشریف لے آئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجی تھی، اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَھْلِھَا (النساء آیت ۵۸)

ترجمہ: ''بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو''۔

اس وقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا عباسؓ نے کہا کہ کعبہ کی کنجی بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوئی جواب نہیں دیا اور عثمان بن طلحہ کو بلایا اور کعبہ کی کنجی ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا ''اے عثمان اپنی کنجی لو۔ آج وفا اور سلوک کا دن ہے۔ اس کو لو۔ یہ تمہارے خاندان میں ہمیشہ موروثی طور پر رہے گی۔ ظالم کے سوا کوئی بھی تم سے اس کو نہیں چھینے گا''۔

(رحمت للعالمین از قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم دیا۔ مکہ والوں نے جب اذان سنی تو وہ دھل گئے اور مشرکین کے کئی رئیس اور وڈیرے بلالؓ کو کعبہ کی چھت پر دیکھ کر غصہ سے اندر ہی اندر اُبل پڑے۔ ان میں سے مشرکین کے ایک رئیس عتاب بن اسید نے جو اس موقع پر موجود تھے، اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک مشرک سے کہا اللہ کا شکر ہے میرا باپ مر چکا ورنہ یہ کالا حبشی کعبہ کی چھت پر کھڑا ہو کر جو آوزیں نکال رہا ہے وہ اُسے کبھی برداشت نہ کرتا۔ اور ایک اور رئیس ابومحذورہ بن معیر، بلال رضی اللہ عنہ کی آواز کی نقل اتارنے لگے۔ (پیغمبر انقلاب از وحیدالدین خان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں مسلمانوں کو صلوٰۃ پڑھائی اور کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا

''اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اور تمام مخالف جماعتوں کو شکست دی۔ اور پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسلام کے بہت سے احکام بیان کئے۔ اور فرمایا جاہلیت کا غرور، باپ دادا کا فخر، اور نسب و قبیلے کا افتخار اللہ نے مٹا دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ (الحجرات آیت ۱۳)

Marfat.com

ترجمہ ''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا باخبر ہے''۔

اور فرمایا ''جاؤ تم آزاد ہو، آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں''۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت دیکھ کر مشرکین مکہ ہکا بکا رہ گئے۔ غلبہ پانے کے بعد اس طرح کا عفو و درگزر وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے کا مشرکین مکہ پر زبردست اثر ہوا۔ مشرکین گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے، ان کے بڑے بڑے سردار شرم کے مارے زمین میں دھنسے جاتے تھے۔ ان میں سے بہت سے لوگ آگے بڑھے اور ایمان لائے۔ ان میں عتاب بن اسید بھی تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عتاب بن اسید ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور آپ (محمد) اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ''میں تمہیں مکہ کا گورنر مقرر کرتا ہوں''۔ اس وقت عتابؓ بن اسید کی عمر بیس برس کے لگ بھگ تھی۔

کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس چلے گئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنا ایک سپاہی تک مکہ میں نہیں چھوڑا۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اس فیصلے پر ہمیشہ خوش رہے اور مکہ کی طرف سے بے فکر رہے۔

ابو محذورہ جمحیؓ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تم مسجد حرام میں اذان دیا کرو۔ اس وقت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی عمر سولہ برس تھی۔ آپ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر تین دفعہ برکت کی دعا دی۔ دعا کی برکت سے وہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرنے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے سر کے اگلے حصے کے بالوں کو کبھی نہیں کٹواتے تھے، کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان پر اپنا دست مبارک رکھا تھا۔ (رحمت دارینؐ کے سو شیدائی از طالب ہاشمی)

مکہ کے تقریباً سارے ہی لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ میں ۱۹ دن قیام فرمایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ دو ازواج مطہرات سیدہ اُم سلمہؓ اور

Marfat.com

سیدہ میمونہؓ تھیں۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کا قیام خیف بن کنانہ میں تھا، جہاں قریش نے کفر پر قائم رہنے کی قسم کھائی تھی۔

فتح مکّہ کے دوسرے دن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کوہ صفا پر لوگوں سے بیعت لینے بیٹھے۔ لوگوں نے اسلام پر بیعت کی۔پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے دعا کی اور انصار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کے چاروں طرف چوکس بیٹھے تھے۔انہوں نے آپس میں بات کی کیا خیال ہے۔رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اب فتح کے بعد مکّہ میں قیام فرمائیں گے۔دعا سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے فرمایا ''اب زندگی اور موت انصار کے ساتھ ہے''۔اس بات سے انصار مطمئن اور خوش ہو گئے۔

اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے مکّہ میں منادی کرائی کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے گھروں میں کوئی بت باقی نہ رہنے دیں۔

پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے نواح مکّہ میں تبلیغ اسلام اور بتوں کو توڑنے کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے۔خالدؓ بن ولید نے بنو کنانہ کے بت عزیٰ کو توڑ دیا اور اس کا استھان توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کر دیا۔عمرؓ بن العاص بنو ہذیل کے بت سواع کو توڑنے گئے تو اس کے پجاری نے کہا تم اس کو توڑ نہیں سکو گے۔عمرؓ بن العاص نے کہا تم دیکھتے جاؤ، یہ کہہ کر اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ پجاری اسی وقت مسلمان ہو گیا۔اسی طرح مناۃ اور دوسرے بت توڑ دیے گئے اور آستانے مسمار کر دیے گئے۔اور تبلیغ اسلام اور تعلیم کا کام جاری رکھا۔

Marfat.com

# غزوۂ حنین وطائف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کر لیا تو ہوازن اور ثقیف قبائل نے خیال کیا کہ مسلمان اب ان پر حملہ کریں گے۔ اس لئے وہ مشورے کے لئے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہوازن قبیلہ بڑا جنگجو تھا مکہ سے طائف تک ان کی شاخیں آباد تھیں۔

بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے ہوازن اور ان کی شاخوں کے قبائل کو حکم دیا کہ تمام لوگ اپنی عورتوں، اپنے بچوں اور مال کے ساتھ وادی حنین میں اوطاس کے مقام پر اکٹھا ہو جائیں۔ مالک بن عوف نے عورتیں، بچے اور مال ساتھ لانے کا حکم اس لئے دیا کہ اس کے خیال میں لوگ ان کی مدافعت میں جی جان سے لڑیں گے۔ لشکر میں اس قبیلے کی ایک شاخ بنو جشیم کے سردار دُرید بن صمہ کو بھی ساتھ لائے تا کہ اس کے مشورہ سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ درید کی عمر اس وقت ایک سو برس سے زیادہ تھی۔ اور نابینا ہو چکا تھا۔ اس نے پوچھا اونٹوں کے بلبلانے، گدھوں کے ہینگنے، بچوں کے رونے اور بکریوں کے منمنانے کی آوازیں کیوں آ رہی ہیں، کسی نے انہیں بتایا کہ مالک بن عوف نے ان سب کو ساتھ لانے کا حکم دیا ہے۔ اس بوڑھے سردار نے مالک بن عوف سے کہا "بھلا یہ تو بتاؤ شکست کھا کر بھاگنے والے کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟"۔ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو واپس محفوظ جگہ میں بھیج دو اور پھر اچھے ہتھیاروں کے ساتھ بہادری سے لڑو لیکن مالک بن عوف نے یہ رائے قبول نہ کی اور اپنے فوجیوں کو پہاڑوں پر کمین گاہوں میں چھپا دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن اور ثقیف کے قبائل کے لشکر کے جمع ہونے کی خبر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جاسوسوں نے دی۔ انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ایک بات سے باخبر کیا۔ حالات سے مطلع ہونے پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ آپؐ سے کہا گیا کہ سامان جنگ کی کمی ہے اور صفوان بن امیہ کے پاس بہت سا اسلحہ ہے ان سے عاریتاً زرہیں اور ہتھیار لے لئے جائیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے پاس قاصد بھیج کر انہیں

Marfat.com

ان چیزوں کے لئے کہا۔ انہوں نے کوئی ایک سو زرہیں اور بہت سے ہتھیار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو اُدھار دیئے۔ صفوان اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چچازاد بھائی نوفلؓ بن حارث نے تین ہزار نیزے مسلمان فوج کی مدد کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں پیش کئے۔

شوال ۸ ھ میں رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ اس سروسامان سے حنین کی طرف بڑھے کہ بعض مسلمانوں نے کہا آج ہمیں کون شکست دے سکتا ہے؟ مسلمان صبح سویرے وادی حنین میں داخل ہوئے۔ دشمن کے سپاہی جو پہاڑوں کے تنگ راستوں میں چھپے بیٹھے تھے انہوں نے مسلمانوں پر اچانک تیروں کی بارش کردی۔ مسلمان الٹے پاؤں بھاگ پڑے اور بد حواسی کے عالم میں کوئی ایک دوسرے کو پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سب لوگ بھاگ گئے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اکیلے رہ گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ثابت قدم رہے اور دشمن کی طرف بڑھے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے ''میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں''۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چچا عباسؓ بن عبدالمطلب اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چچازاد بھائی ابوسفیانؓ بن حارث نے فوراً دوڑ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خچر کی لگام تھام لی تاکہ دشمن کی طرف تیزی سے نہ جائیں۔ اور علی رضی اللہ عنہ ڈھال اور تیر لے کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو بچانے کے لئے آپ کے آگے کھڑے ہوگئے۔ فوراً ہی مہاجرین وانصار کے چند جان نثار صحابہؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے دفاع میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے چوطرف گھیرا ڈال دیا۔ ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمرؓ بن خطاب، فضلؓ بن عباسؓ، انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ اپنے شوہر طلحہؓ کے ساتھ ان میں شامل تھیں۔ ام سلیمؓ کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا۔ انہوں نے اپنی کمر کو چادر سے کس کر باندھ رکھا تھا اور اونٹ کی نکیل کو کھینچ کر اس کے نتھنوں میں ہاتھ کی انگلیاں پھنسا رکھی تھیں تاکہ وہ بے قابو نہ ہو۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خچر سے اتر گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مدد مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ سے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل فرمائی، جن کا مفہوم ہے:

''اللہ اس سے پہلے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کر چکا ہے اور جنگ حنین کے دن بھی جب کہ تم اپنی کثرت پر غرور میں تھے مگر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی

Marfat.com

اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے"۔ (ترجمہ: التوبہ آیت ۲۵)

"پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے سکون اور قرار نازل فرمایا اور ایسی فوجیں اتار دیں جو تمہیں نظر نہیں آتی تھیں، اور کافروں کو عذاب دیا، اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے"۔ (ترجمہ: التوبہ آیت ۲۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام لے کر لوگوں کو آواز دی، میں عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں "اے مسلمانو میری طرف آؤ میں رسول اللہ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم)" اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا (وہ بہت بلند آواز تھے) کہ بلند آواز سے پکاریں۔ "اے درخت کے نیچے بیعت کرنے والو۔ درخت کے نیچے مسلمانوں نے بیعت کی تھی کہ وہ جنگ میں فرار اختیار نہیں کریں گے۔ عباس رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو آواز دی ان کی آواز سے وادی گونج اٹھی کہ "اے بیعت رضوان والو"، "اے اصحاب سمرۃ"، "اے اصحاب سورۃ بقرۃ" کہاں ہو؟ صحابہ لبیک لبیک کہتے ہوئے تیزی سے پلٹے اور کافروں پر ٹوٹ پڑے، ان کو مارتے کاٹتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر قبیلہ ہوازن کے علمبردار کو قتل کر دیا۔ وہ اپنی عورتوں، بچوں اور مال کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان کو مکمل شکست ہوگئی۔ مسلمان آگے بڑھتے رہے۔ اوطاس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ پھر مسلمان آگے بڑھتے ہوئے، مالک بن عوف کے علاقہ میں پہنچے۔ یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کے قلعہ کو منہدم کرنے کا حکم دیا چنانچہ قلعہ مسمار کر دیا گیا۔ مسلمان آگے بڑھتے رہے اور طائف شہر کو چھوڑ کر ہوازن اور ثقیف قبائل کا پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ اور دشمن ہزاروں کی تعداد میں قید کر لئے گئے۔ ان قیدیوں میں شیماء بنت حارث بھی تھیں (شیماء بنت حلیمہ سعدیہ)۔ لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا جانتے نہیں میں تمہارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضاعی بہن ہوں۔ لوگ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا یہ تو شیماء ہیں، سیدہ شیماء بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔ ان کے بیٹھنے کے لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود اپنی چادر پاک کا فرش بچھایا۔ ان کی بڑی خاطر داری کی۔ اس موقع پر سیدہ شیماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن کا ایک واقعہ بھی یاد دلایا کہ ایک روز میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اٹھائے جا رہی تھی کہ میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا گدگدایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) برا مان گئے اور مجھے کندھے پر اتنے زور سے کاٹا کہ دانتوں کے مستقل

Marfat.com

نشان پڑ گئے۔ انہوں نے کندھا کھول کر دکھایا۔ فرط محبت سے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ شیماء بچپن میں محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کھلایا کرتی تھیں اور یہ لوری سنایا کرتی تھیں۔

''یا اللہ، محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو زندہ رکھ یہاں تک کہ ہم ان کو جوان دیکھیں۔ پھر ہم ان کو ایک صاحب عزت سردار دیکھیں''۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے بہن سے بچپن کی باتیں کیں، انہیں کہا کہ میرے یہاں رہنا چاہو تو یہ تمہارا گھر ہے اور واپس جانا چاہو تب بھی مجھے اصرار نہیں۔ سیدہ شیماء نے اپنے گاؤں جانے کو ترجیح دی اور ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اُنہیں کئی اونٹ اور بہت ساری بکریاں دیں، اور عزت واکرام کے ساتھ طائف کے نزدیک قبیلہ بنو سعد کے ایک گاؤں شحطہ میں جہاں ان کا گھر تھا پہنچا دی گئیں۔

اس لڑائی میں ہوازن اور ثقیف کے بہت سے آدمی مارے گئے لیکن ہوازن کے سردار مالک بن عوف اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ گئے۔ پھر وہ بنو ثقیف کے ساتھ طائف چلے گئے اور قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرہ کے دوران مسلمانوں نے منجنیق کے ذریعہ قلعہ کے اندر بڑے بڑے پتھر برسائے۔ پھر مسلمان دبابہ کے سایہ میں قلعہ کی دیوار تک پہنچے۔ مگر قلعہ والوں نے لوہے کے ٹکڑے گرم کر کے دبابہ کے اوپر ڈالے اس لئے مسلمانوں کو قلعہ کی دیوار توڑنے میں ناکامی ہوئی۔ مسلمانوں نے طائف کا کئی ہفتوں تک محاصرہ رکھا۔ ان دنوں میں طائف کے ارد گرد کے علاقوں سے لوگ آتے رہے اور مسلمان ہوتے رہے۔ ان مسلمان ہونے والوں میں ہوازن کے ایک رئیس زبیرؓ بن صرو اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے رضاعی چچا ابو برقانؓ بھی تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مسلمان ہونے والے لوگوں کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

ایک روز ہوازن کے سردار مالک بن عوف ثقیف سے چھپ کر نکلے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے ان کا مال واپس کر دیا اور ایک سو اونٹ مزید اپنے پاس سے دیئے۔ اور انہیں ہوازن کا امیر مقرر کر دیا۔

طائف کے نواحی علاقوں کے تقریباً سب لوگ بہت جلد ہی مسلمان ہو گئے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے طائف کی فتح کو اُسی وقت ضروری نہ سمجھا اور محاصرہ چھوڑ کر مکّہ آ کر عمرہ ادا کیا۔ اور مکّہ

Marfat.com

کے گورنر عتابؓ بن اسید کو ضروری ہدایات دیں اور انہیں مسلمانوں پر ۸ھ کے حج کا امیرالحج مقرر کیا۔ عتابؓ بن اسید جن کی عمر بیس سال سے کچھ اوپر تھی، اسلام میں پہلے امیرالحج تھے۔ اس دفعہ مسلمانوں کے ساتھ مشرکوں نے بھی اپنے طریقہ پر حج کیا۔

عمرہ ادا کرنے اور دوسرے ضروری کام نمٹانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے اور ذی القعدہ ۸ھ کے آخری ہفتہ میں مدینہ میں تشریف لے آئے۔ اور پھر ایک سال کے اندر اندر اہل طائف مسلمان ہو گئے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ واپسی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ، فتح حنین و اوطاس اور طائف کے محاصرہ کے بعد ذی قعدہ ۸ھ کے آخر میں اپنے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئے۔ اور جمادی الآخر ۹ھ تک یک سوئی کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکومت کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کا موقع ملا۔

مکہ و حنین کی فتح کے بعد پورے جزیرۃ العرب میں مسلمانوں کا رعب و دبدبہ قائم ہو گیا اور اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ کفار کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور مختلف قبائل کے وفود آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آنے شروع ہو گئے۔ اور فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے۔

## ابراہیمؓ بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ۹ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیدہ صفیہؓ کی کنیز سلمہؓ نے دایہ کے فرائض انجام دیئے۔ بچہ بہت ہی خوبصورت پیارا اور تندرست تھا۔ دائی سلمہؓ کے شوہر ابورافعؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لڑکے کی ولادت کی خوش خبری سنائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنے خوش ہوئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابورافعؓ کو ایک غلام عطا کیا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لڑکے کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جدامجد ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کے نام پر ابراہیم نام رکھا۔

ابراہیمؓ بن محمدؐ کو براء بن اوس لوہار کی بیوی بردہؓ بنت منذر بن زید الانصاری نے دودھ پلایا۔

Marfat.com

انہیں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے کھجوروں کے باغ کا ایک قطعہ اور سات بکریاں عطا فرمائی۔

ابراہیمؓ اٹھارہ مہینے زندہ رہے۔ اور ۱۰ ھ (۲۷ جنوری ۶۳۲ء) میں وفات پا گئے۔ ان کی وفات پر سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا بے اختیار رونے لگیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) بھی اشکبار ہو گئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو رب کو ناپسند ہو۔

جس دن ابراہیمؓ کی وفات ہوئی اتفاق سے اسی دن سورج گرہن تھا۔ قدیم زمانہ میں اعتقاد تھا کہ کسی بڑے آدمی کی موت سے سورج یا چاند کالے پڑ جاتے ہیں۔ اس اعتقاد کے اثر سے مدینہ کے بہت سے مسلمان بھی کہنے لگے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بیٹے کی موت کی وجہ سے سورج کالا پڑ گیا ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو یہ بات بہت ناپسند ہوئی۔ کیوں کہ یہ بات اللہ کی سنت کے خلاف تھی۔ آپؐ نے لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ سے نہیں گہناتے جب تم گہن دیکھو تو الصلوٰۃ پڑھو''۔ (صحیح بخاری کتاب الکسوف)

Marfat.com

# غزوۂ تبوک

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عرب کے شمالی علاقوں سے یہ خبریں ملیں کہ روم کا مسیحی بادشاہ (ہرقل) مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ اور دمشق کے درمیان عیسائیوں کے ایک شہر تبوک میں فوجیں جمع کر رہا ہے۔ ان کے ساتھ ان کے ماتحت غسانیوں کا ایک بڑا لشکر اور عرب کے دوسرے عیسائی قبائل بھی شامل ہیں۔ ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ ہرقل نے ان تمام فوجیوں کے لئے ایک سال کا راشن بھی فراہم کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مدینہ کے منافقین کو بھی اپنا شریک کار بنالیا ہے۔ رومیوں کی تیاری کی خبریں سارے عرب میں پھیل گئیں۔

دنیا کی دوسری بڑی طاقت فارس کی پٹائی کرنے کے بعد ہرقل فتح کے نشے میں مخمور تھا۔ اور عرب کو فتح کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ان حالات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قبائل کے سرداروں اور خاندان کے سربراہوں کو قاصد بھیج کر طلب فرمایا اور دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور جنگ کا اعلان کر دیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب بھی کسی غزوہ کے لئے نکلتے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) جنگی چال کے طور پر تیاریوں کا رخ مخفی رکھتے۔ آخر وقت تک پتہ نہ ہوتا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نشانہ کہاں لگائیں گے، مگر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے غزوۂ تبوک میں اس کو ظاہر کر دیا۔ اس لئے کہ اس مرتبہ بہت بڑے لشکر سے مقابلہ تھا، بڑی تیاری کرنا، سواری، ساز و سامان اور اچھے ہتھیاروں سے لیس ہو کر بڑی فوج لے کر جانا تھا، دور کا سفر تھا، موسم سخت گرم تھا، لوگ عسرت اور تنگی میں تھے۔ کھجور پک گئے تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے صاف صاف بتادیا کہ ہرقل کی فوجوں کا مقابلہ کرنا ہے اور شام کی طرف جانا ہے۔

ان حالات میں منافقین نے زہر آلود پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ شدید گرمی، طویل سفر اور رومیوں کی طاقت سے مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی۔ اس پروپیگنڈا سے کچھ مسلمانوں پر بھی اثر پڑا۔ مگر سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آگیا۔ انہوں نے مزید ایک حرکت یہ

Marfat.com

کی کہ مسجد کی شکل وصورت کی ایک کمین گاہ تعمیر کی جو جنگ وجدال کا اڈا اور منافقین کا مرکز تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس میں صلوٰۃ پڑھیں تا کہ جس فساد وکفر کے پھیلانے کا انہوں نے منصوبہ بنایا ہے وہ لوگوں میں رائج ہو جائے۔ منافقین اپنے منصوبہ کے تحت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی خدمت میں حاضر ہوئے ،اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے درخواست کی کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ایک مرتبہ خود صلوٰۃ پڑھا کر ان کی مسجد (مسجد ضرار) کا افتتاح فرما دیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ اس وقت میں جنگ کی تیاری میں مصروف ہوں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تمام مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کرنے اور جنگ کے لئے تبوک چلنے کا حکم فرمایا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے زادراہ ، سواری اور ہتھیاروں پر خرچ کے لئے مسلمانوں سے چندہ کے لئے کہا۔

سب سے پہلے آنے والوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اپنا سارا مال لے کر آئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے پوچھا ''اپنے اہل کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟'' عرض کی کہ ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول کو چھوڑا ہے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے تمام مال نقد وجنس کا آدھا لائے۔

عثمانؓ بن عفان نے ملک شام کے لئے ایک قافلہ تیار کیا تھا، جس میں دوسو اونٹ اور تقریباً تیس کلو چاندی تھی یہ سب انہوں نے خیرات کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک سو اونٹ خیرات کئے۔ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ تین سو اونٹ لائے۔ پھر وہ تین سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے لائے یہاں تک کہ ان کی تعداد نو سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تک ہوگئی۔ اس کے بعد ایک ہزار دینار (تقریباً پانچ کلو سونے کے سکے) لائے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی گود میں ڈال دیے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دعا فرمائی ''یا اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں، تو بھی عثمانؓ سے راضی ہو''۔

عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے چالیس ہزار درہم (چاندی) کے دیئے۔

عاصمؓ بن عدیؓ نے تقریباً ساڑھے تیرہ ٹن کھجور دیے۔

عباس رضی اللہ عنہ بھی بہت سا مال لائے۔

تمام صحابہؓ اور صحابیاتؓ اپنی اپنی بساط کے مطابق خرچ کے لئے کچھ نہ کچھ لے کر آئے۔

Marfat.com

غریب صحابہؓ نے محنت مزدوری کر کے جو کچھ کمایا لا کر پیش کر دیا۔ ابوعقیل انصاریؓ نے ایک صاع چھوہارے لا کر پیش کیئے اور یہ بھی عرض کی کہ رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے دو صاع مزدوری کے لایا تھا، ایک صاع بیوی بچوں کے لئے چھوڑ کر باقی ایک صاع لے آیا ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان ایک صاع چھوہاروں کی بڑی قدر کی اور جملہ قیمتی مال ومتاع پر بکھیر دیا۔

مسلمان تیار ہو ہو کر اپنے ہتھیار لئے ہوئے اونٹوں اور گھوڑوں پر آنے لگے۔ تنگ دست مسلمانوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی کہ انہیں سواری فراہم کریں۔ بعض کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سواریاں فراہم کر دیں اور دوسروں کے لئے سواریوں کا انتظام نہیں ہو سکا۔ وہ اس حال میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے رخصت ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اس غم میں کہ ان کے لئے جہاد میں جانے کا کوئی سامان نہ ہو سکا۔

کچھ لوگ غزوۂ تبوک میں شرکت سے رخصت مانگنے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور عذر پیش کرنے لگے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو رخصت دے دی۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ میں علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

ماہ رجب ۹ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ کچھ مسلمان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روانگی کے بعد مدینہ سے روانہ ہوئے اور راستے کی منزلوں میں فوج کے ساتھ شامل ہوتے گئے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر تبوک کے لئے روانہ ہو گیا تو عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھ جو ستر اسی کے درمیان منافقین تھے جنہوں نے اسلامی لشکر کے ساتھ غلط پروپیگنڈہ کی غرض سے پڑاؤ کیا تھا وہ تبوک نہیں گئے اور واپس اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

جب مسلمان تبوک کے مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہرقل نے اپنی فوجوں کو موتہ کی جنگ کو یاد کر کے جس میں صرف تین ہزار اسلامی فوج نے ہرقل کی ایک لاکھ سے بڑی فوج کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا تھا، سرحدوں سے ہٹا لیا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے اخلاقی فتح حاصل ہوئی، جس سے اس علاقے کے قبائل اور ان کے سردار مرعوب ہو گئے۔ سرحد کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو رومیوں کے زیر اثر

Marfat.com

تھیں وہ اسلامی سلطنت کے تابع ہوگئیں۔انہوں نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور وہ مسلمانوں کے معاون بن گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں بیس دن رہے، پھر مدینہ کی طرف واپس روانہ ہوئے۔ اس سفر میں تقریباً دو ماہ لگ گئے۔ ماہ رمضان ۹ ھ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ واپس پہنچے۔ واپسی پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مسجد ضرار کو ڈھانے اور جلانے کا حکم دے دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مالکؓ بن دخشم اور معنؓ بن عدی کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں جا کر مسجد ضرار کو منہدم کر کے جلا دو، ان دونوں نے اسے گرادیا اور آگ لگا کر جلا کر ختم کر دی۔

جو منافقین جنگ میں نہیں گئے تھے۔ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ صحیح وسلامت واپس مدینہ نہیں آئیں گے، وہ اب پشیمان ہوئے اور ساتھ نہ چلنے کے جھوٹ موٹ کے عذر گھڑے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان سب کو معافی دے دی۔

کچھ صحابہؓ معذوری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے ان کے بارے میں اللہ نے فرمایا!

''ضعیفوں اور بیماروں اور ان لوگوں پر جو خرچ کے لئے کچھ نہیں پاتے اگر پیچھے رہ جائیں تو کوئی حرج نہیں جبکہ وہ خلوص دل کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وفادار ہوں۔ ایسے محسنین پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اللہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (ترجمہ: التوبہ آیت ۹۱)

تین سچے مومن تھے جو صالحین صحابہؓ میں سے تھے اور سفر کے لئے تیاری نہ کر سکے۔ لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد بھی سستی کی وجہ سے وہ روانہ نہ ہو سکے اور مدینہ میں ہی بیٹھے رہ گئے۔ اب جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تبوک سے مدینہ تشریف لائے، تو ان تینوں نے حاضر خدمت ہو کر اپنی غلطی کا صاف صاف اقرار کر لیا۔ یہ تین صحابہ تھے، کعبؓ بن مالک، ضرارہؓ بن ربیع اور ہلالؓ بن امیہ۔ ان کی اصلاح وتربیت کے لئے سخت رویہ اختیار کیا گیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی شخص ان تینوں سے ہم کلام نہ ہو۔ اور ان سے کہا کہ اللہ کے فیصلے کا انتظار کریں۔ پچاس دن تک یہ برابر توبہ استغفار کرتے رہے، تب اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور حکم

Marfat.com

نازل ہوا۔

''اور ان تینوں کو بھی اللہ نے معاف کیا، جن کے معاملہ کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ جب زمین اپنی ساری وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور ان کی اپنی جانیں بھی ان پر بار ہونے لگیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے بچنے کے لئے کوئی جائے پناہ، خود اللہ ہی کہ دامن رحمت کے سوا نہیں ہے، تو اللہ اپنی مہربانی سے ان کی طرف پلٹا تا کہ وہ اس کی طرف پلٹ آئیں۔ یقیناً اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ (ترجمہ: التوبہ آیت ۱۱۸)

اس غزوہ سے متعلق سورۃ التوبہ میں بہت سی آیات ہیں۔ کچھ غزوہ تبوک روانگی سے پہلے کچھ دوران سفر، کچھ مدینہ واپس آنے کے بعد نازل ہوئیں، ان آیات میں غزوہ کے حالات ذکر کئے گئے ہیں، منافقین کا پردہ چاک کیا گیا ہے ان کی سازشوں اور فتنہ پروازی سے ہوشیار کیا گیا ہے کیوں کہ منافقین اللہ کے احکام کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنے آقاؤں کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تقلید چھوڑ کر عبداللہ بن ابی بن سلول کی تقلید کرتے ہیں۔

سورۃ التوبہ میں اہل ایمان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اور مومنین جو غزوہ میں گئے تھے اور جو نہیں جاسکے تھے ان کی توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے۔ غزوہ تبوک نے یہ بات واضح کردی کہ ایمان لانے کے معنی محض زبانی اقرار نہیں بلکہ اسلام کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دینا ہے۔

## ۹ ھ کے بعض اہم واقعات

(۱) اس سال شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ کی وفات ہوئی۔ اُن کی وفات پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سخت غم ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود جنازہ کی صلوٰۃ پڑھائی۔

(۲) اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ صلوٰۃ جنازہ مدینہ میں پڑھائی۔

Marfat.com

(۳) اسی سال منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جنازہ کی صلوٰۃ پڑھائی۔ بعد میں وحی نازل ہوئی، وحی میں منافقین پر صلوٰۃ پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔

(۴) اس سال تمام جزیرۃ العرب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لئے وفود متواتر آنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جدوجہد کے نتیجے میں لوگوں کے دلوں کو اسلام کے لئے کھول دیا۔ اور لوگ اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے۔

(۵) ابوبکر صدیقؓ امیر حج مقرر ۹ ھ:۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۹ ھ کے حج کے لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر کر کے مکہ بھیجا۔ وہ تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بیس اونٹ اور ان کے اپنے پانچ اونٹ قربانی کے تھے۔

ابوبکر صدیقؓ کے مکہ جانے کے بعد سورۃ برأت کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ حج کے دنوں میں سورۃ برأت بطور اعلان لوگوں کو سنائیں۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ برأت کی پہلی چالیس یا کچھ زیادہ آیات کو پڑھ کر سنایا۔

☆☆☆

Marfat.com

# حجۃ الوداع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ ھ کے حج کے لئے خود مکہ جانے کا عزم کیا۔ اور لوگوں میں اعلان فرما دیا۔ یہ خبر تمام عرب میں پھیل گئی۔ دور اور نزدیک کے لوگ دیہات اور شہروں کے رہنے والے، پہاڑوں اور میدانوں میں بسنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت میں حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے، اور اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ ہونے کا شرف حاصل کرنے کے لئے مدینہ میں اُمڈ آئے۔ مدینہ میں بڑا اژدھام ہو گیا۔ سواری پر یا پیدل آنے کی جو بھی طاقت رکھتا تھا، مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا وہ آ گیا۔ لوگ اس لئے آئے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چلنے کی خوشی حاصل کریں۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اقتدا میں حج کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے اور آخرت میں اپنی جوڑی (Pair) کے ساتھ باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہے، جہاں نہ کوئی خوف ہے، نہ غم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۵ ذی القعدہ ۱۰ ھ کو مدینہ سے حج کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمام حرم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اونٹنی قصواءٗ پر سوار تھے۔ امہات المومنینؓ اپنی اپنی سواریوں پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے تھیں، اور پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آگے پیچھے ہر طرف دائیں بائیں تا حد نگاہ سوار اور پاپیادہ ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان تھے۔ سب کے چہرے بیت اللہ کی زیارت کی خوشی میں چمک رہے تھے۔ ذوالحلیفہ (میقات اہل مدینہ) پہنچے اور رات وہیں قیام کیا۔ دوسرے روز دو رکعت ظہر پڑھنے کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تمام مسلمانوں نے احرام باندھا۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قصواءٗ نامی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہؓ نے حج کے لئے لبیک کہا۔

جب زائرین مقام سرف پہنچے جو مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جس زائر کے ہمراہ قربانی کا جانور نہیں ہے وہ عمرہ کی نیت کرے اور جن کے ساتھ قربانی

Marfat.com

موجود ہے وہ حج کی نیت کریں۔

زائرین ذی الحج کی چار تاریخ کو مکہ پہنچے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور صحابہؓ نے سب سے پہلے کعبہ کی زیارت کی۔حجر اسود کو بوسہ دیا۔کعبہ کا طواف کیا۔پہلے تین چکر تیز قدمی اور باقی چار چکر معمول کی رفتار سے کئے۔پھر کوہ صفا پر تشریف لائے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اعلان فرمایا کہ "جس زائر کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ احرام کھول دے"۔یہ سن کر بعض مسلمان حیران ہوئے کیوں کہ جاہلیت میں اس کو ناجائز سمجھا جاتا تھا اور حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کو جانتے ہی نہ تھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا قیامت تک کے لئے عمرہ حج میں داخل ہو چکا ہے۔یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حج کے لئے آنے والے کو عمرہ کرنے کی اجازت ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا "اگر میں پہلے سے جانتا ہوتا اپنے کام کو جو میں نے بعد میں جانا تو ہدی کے جانور خرید کر ہمراہ نہ لاتا اور احرام کھول دیتا"۔(صحیح مسلم) جن مسلمانوں کے پاس قربانی کے جانور موجود تھے۔ان کے سوا تمام مسلمانوں نے احرام کھول دئے اور سر کے بال کٹوائے۔

آٹھویں ذی الحج کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنی سواری پر سوار ہوئے اور منیٰ میں تشریف لے آئے۔جو عمل آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کر رہے تھے، صحابہ بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اقتدا کر رہے تھے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مسلمانوں کو ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی صلوٰۃ پڑھائی۔اور سورج نکل آنے کے بعد اپنی اونٹنی (قصواء) پر سوار ہو کر عرفات تشریف لے آئے۔ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ تھے۔سب احرام میں تھے۔عرفات کی مشرقی سمت نمرہ نامی بستی کے قریب آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لئے خیمہ لگایا گیا تھا۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے وہاں نزول فرمایا۔سورج کے ڈھلنے کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قصواء پر سوار ہو کر عرفات کے وسط میں تشریف لائے اور سواری پر بیٹھے ہوئے خطبہ بلند آواز سے ارشاد فرمایا۔

خطبہ حجۃ الوداع

(۱) تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں اور اس کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ہم اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

Marfat.com

ہم اپنے نفس کی برائیوں اور اعمال کی خرابیوں میں اللہ کی پناہ لیتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت عطا فرمائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ، لاشریک ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) اس کا بندہ اور رسول ہے۔

(۲) اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ شاید اس برس کے بعد میں کبھی تم سے اس جگہ نہ مل سکوں۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں اور اس سے ابتداء کرتا ہوں جو سراسر بھلائی ہے۔

(۳) اے لوگو! جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔

(۴) اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔

(۵) اے لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جس طرح آج کے دن کی، اس شہر کی، اس مہینہ کی حرمت تمہارے نزدیک مسلّم ہے۔

(۶) اے لوگو! تمہیں عنقریب اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ ہونا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے ملیامیٹ کر دئے گئے ہیں۔ پہلا خون جو میرے خاندان کا ہے اور جسے میں معاف کرتا ہوں ابن ربیعہ بن حارث کا خون جو بنی سعد میں دودھ پیتا تھا اور ہذیل نے اسے مار ڈالا تھا۔ جاہلیت کے زمانہ کا سود ختم کیا جاتا ہے۔ پہلا سود اپنے خاندان کا جو میں مٹاتا ہوں وہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلّب کا سود ہے۔ سود سب کا سب باطل ہے۔ اللہ نے یہ بات طے کر دی ہے کہ سود کی کوئی گنجائش نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ کے سامنے تم اس حالت میں آؤ کہ تمہاری گردنوں پر دنیا کا بوجھ لدا ہو اور اگر ایسا ہوا تو میں تمہارے کچھ کام نہ آ سکوں گا۔ اگر کسی کے پاس امانت رکھوائی جائے تو وہ اس بات کا پابند ہے کہ امانت رکھوانے والے کو امانت پہنچا دے۔

(۷) اے لوگو! اللہ نے میراث میں سے ہر وارث کا جداگانہ حصہ مقرر کیا ہے۔ اس لئے اب

Marfat.com

وارث کے حق میں کوئی وصیت جائز نہیں۔

(۸) قرض قابل ادائیگی ہے۔ مستعار لی ہوئی چیزیں واپس کرنی چاہئیں۔ تحفے کا بدلہ دینا چاہئے۔ اور جو کوئی کسی کا ضامن ہے اسے تاوان دینا چاہئے۔

(۹) اے لوگو! سن لو کہ اب ایک مجرم اپنے جرم کا خود ہی ذمہ دار ہے۔ اب نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے گا اور نہ بیٹے کا بدلہ باپ سے لیا جائے گا۔

(۱۰) اے لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کے نام کی ذمہ داری سے تم نے ان کو بیوی بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ بیٹھنے دیں۔ اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ، اور ان کے ساتھ بھلائی کرو۔

(۱۱) اے لوگو! اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم انہیں وہی کھلاؤ جو تم کھاؤ اور وہی پہناؤ جو تم پہنو۔ اگر وہ ایسی خطا کریں جسے تم معاف نہ کر سکو تو انہیں آزاد کر دو اور سزا نہ دو۔

(۱۲) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس کے ساتھ دغا نہ کرے، نہ اُس کی خیانت کرے، نہ اس کی غیبت کرے، نہ اس کے لئے اس کا خون حلال ہے، نہ بغیر اس کی خوشی و رضامندی کے اس کے مال کا کوئی حصہ۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو ایسے شخص کا قاتل ہو جو اُسے قتل نہ کرے اور ایسے شخص کو مارے جو اُسے نہ مارے۔

(۱۳) اے لوگو! نسئی (مہینوں کو آگے پیچھے کرنا) کفر میں ترقی ہے۔ اس سے کافر گمراہی میں پڑتے ہیں، ایک مہینے کو ایک برس تو حلال کر لیتے ہیں اور پھر دوسرے برس اُسے حرام۔ زمانہ گھوم پھر کر اُسی جگہ آ گیا ہے جہاں سے کائنات کی پیدائش کے دن شروع ہوا تھا۔ اللہ کے ہاں مہینے گنتی میں بارہ ہیں۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل اور ایک الگ ہے۔ ''ذی قعد، ذی الحج اور محرم'' اور ''رجب'' جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

(۱۴) اے لوگو! سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کوئی نکٹا حبشی غلام ہی امیر کیوں نہ بنا دیا جائے جب تک کہ وہ قرآن کے مطابق فیصلے کرے۔

Marfat.com

اس خطبے میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مزید کئی امور بیان فرمائے اور بہت ساری نصیحتیں کیں۔آخر میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے قرآن مجید پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی کیوں کہ قرآن مجید پر عمل کرنے والے کے لئے یہ حتمی وعدہ کیا ہے کہ وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا:

(۱۵) اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اُسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا کہو گے:۔

صحابہؓ نے کہا ہم شہادت دیں گے کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اللہ کے احکام ہم کو پہنچا دیئے اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھاتے اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا ”اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ، اے اللہ! گواہ رہ“۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

(۱۶) اے لوگو! تم میں سے جو لوگ حاضر ہیں، اُنہیں چاہیے کہ یہ باتیں ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔شاید وہ لوگ نسبتاً بہتر طور پر یاد رکھ سکیں۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ

خطبہ کے بعد آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم قصواء سے اُتر گئے اور تھوڑی دور پا پیادہ چلے اور پھر صلوٰۃ پڑھانے کھڑے ہو گئے۔ بلالؓ نے اذان دی اور تکبیر کہی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دو رکعت ظہر کی صلوٰۃ پڑھائی۔ پھر فوراً ہی بلالؓ نے تکبیر کہی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دو رکعت عصر کی صلوٰۃ پڑھائی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قصواء پر سوار ہوئے، اور عرفات ہی میں وقوف فرمایا، جہاں پر آیت نازل ہوئی۔

**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ**

(المائدہ آیت ۳)

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا“۔

Marfat.com

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے قبلہ رخ ہو کر سورج کے غروب تک وقوف فرمایا۔ اور فرمایا میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور عرفہ کی وادی تمام کی تمام وقوف کی جگہ ہے۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) صحابہؓ کے ساتھ مُزدلفہ روانہ ہوئے۔ مزدلفہ پہنچ کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مغرب اور عشاء کی صلوٰۃ ایک اذان اور دو تکبیروں سے پڑھائی۔ وہ رات آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مُزدلفہ میں گزاری۔ لیکن عورتوں اور بچوں کو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مُزدلفہ سے آدھی رات کے بعد جانے کی اجازت دے دی۔ جونہی صبح صادق نمودار ہوئی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فجر کی صلوٰۃ پڑھائی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) قصواء پر سوار ہوئے اور مشعرالحرام آئے وہاں قبلہ رخ ہو کر دعا، تکبیر و تہلیل اور توحید کے کلمات کہتے رہے، یہاں تک کہ روشنی نمایاں ہوگئی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور مُزدلفہ کی وادی تمام وقوف کی جگہ ہے۔ اور پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے منیٰ کے لئے روانہ ہوگئے۔ اور بڑے جمرۃ کو سات کنکریاں ماریں ہر کنکری کے ساتھ ''اللہ اکبر'' کہتے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) منیٰ میں قربانی کی جگہ پر گئے اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ (۶۳) اونٹ نحر کیئے۔ اور پھر علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ باقی قربانیاں وہ کریں سینتیس (۳۷) اونٹ علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیئے۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ''میں نے یہاں پر قربانی ذبح کی ہے اور تمام منیٰ کی وادی ذبح کی جگہ ہے اور مکّہ کی تمام گھاٹیاں اور درے ذبح کی جگہ ہیں''۔

قربانی سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خیمے میں حجام کو بلوایا۔ سر کے دائیں حصے کو پہلے اور پھر بائیں کو منڈوایا۔ اور احرام کھول دیا اور دوسرے کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور سوار ہو کر بیت اللہ آئے اور طواف افاضہ کیا اور آب زم زم پیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے بھی طواف افاضہ کیا۔ وہ نحر کے دن صلوٰۃ اور طواف کے لئے پاک ہوگئیں تھیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حرم میں ظہر کی صلوٰۃ پڑھائی اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) منیٰ آگئے اور لوگوں کے سوالات کے جواب دیئے۔ اس دن آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے جس نے بھی سوال کیا کہ میں نے فلاں فلاں کام فلاں کام سے پہلے کرلیا ہے تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے جواب میں فرمایا کہ کچھ اندیشہ نہیں، کچھ اندیشہ نہیں۔ یہاں تک کہ آپ (صلّی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم) کے پاس ایک آدمی آیا اس نے کہا میں نے قربانی کرنے سے پہلے حجامت بنوالی ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کچھ ڈر نہیں۔پھر ایک دوسرا آدمی آیا اس نے کہا میں نے رمی سے پہلے حجامت بنوالی ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کچھ خوف نہیں۔پھر ایک اور آیا اس نے کہا میں نے رمی سے پہلے طواف کرلیا ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کچھ خطرہ نہیں۔پھر ایک نے کہا میں نے قربانی سے پہلے طواف کرلیا ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کچھ پرواہ نہیں۔پھر ایک اور آیا اس نے کہا میں نے رمی سے پہلے قربانی کردی ہے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا اب رمی کرلو کچھ ڈر نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الحج)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایام تشریق یعنی ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ تک ٹھہرے رہے۔تینوں جمرات کو روزانہ کنکریاں مارتے۔ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے۔۱۳ ذی الحجہ کو کنکریاں مار کر منیٰ سے لوٹے۔سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) لوگ تو حج اور عمرہ کر کے لوٹیں گے۔اور میں صرف حج کر کے۔آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن سے کہا کہ ان کو تنعیم سے احرام بندھوا کر عمرہ کراؤ، چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے حج کے بعد عمرہ ادا کیا۔جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عمرہ سے فارغ ہوگئیں تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے صحابہ کرامؓ کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فجر کی صلوٰۃ سے پہلے بیت اللہ کا طواف وداع کیا۔پھر مدینہ کی طرف روانگی فرمائی۔اور جب مدینہ پر نگاہ پڑی، تو تین بار تکبیر کہہ کر فرمایا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ

وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

"اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں۔وہ واحد ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں۔اُسی کی بادشاہی ہے۔اسی کے لئے حمد ہے۔وہی ہر چیز پر قادر ہے"۔

☆☆☆

Marfat.com

# سریہ اسامہؓ بن زیدؓ

رومیوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کردی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فوجیوں کا ایک دستہ تیار کیا۔ اس دستے میں اکثر مہاجرین اوّلین شامل تھے۔ اسامہؓ بن زیدؓ بن حارث کو اس کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ تم اپنے باپ کے مقتل پر فلسطین اس قدر جلدی جاؤ کہ وہاں کے لوگوں کو تمہارے آنے کی خبر نہ ہو۔ ۲۸ صفر ۱۱ھ کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیماری کی حالت میں اپنے ہاتھ سے اسامہؓ کو جھنڈا دے کر فوج کو روانہ کیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کا یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ جانے کے سبب مدینہ سے تین کلومیٹر دور جرف میں ٹھہر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور بڑھ گئی تو یہ لشکر واپس آ گیا اور پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ لشکر روانہ ہوا اور کامیاب ہو کر واپس آیا۔

☆☆☆

Marfat.com

# محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وفات

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

(المائدہ آیت ۳)

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا''۔ (ترجمہ: المائدہ آیت ۳)

یہ آیت ۱۱ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے آخری خطبہ دینے کے بعد نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اُٹھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کامیابی سے مشکل ترین مشن کو مکمل کرنے پر بہت بڑا اجر عطا فرمایا ہے۔

''اس (اللہ) نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی''۔ (ترجمہ: الفرقان آیت ۲)

نبی آخر الزمان محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زندگی اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے مشن کی تکمیل کی تقدیر مقرر تھی۔ ہر ایک کی زندگی کا وقت مقرر ہے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تقدیر میں بھی وقت مقرر تھا۔ روز ازل سے یہ ایک طے امر ہے جسے اللہ نے نافذ کیا ہے۔ دوسرا کوئی اسے بدل نہیں سکتا۔

ماہ صفر ۱۱ھ کے آخری پیر کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ایک جنازے میں جا کر بقیع سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ہی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو سر میں شدید درد شروع ہو گیا۔ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں تھے۔ اس کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلّم )ازواج مطہرات کے گھروں میں منتقل ہوتے رہے اور مرض بڑھتا رہا اور ایک دن بخار شدید ہوگیا۔ اس وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) سیدہ میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) نے ازواج مطہرات سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں قیام کی اجازت طلب کی سب نے بخوشی اجازت دے دی۔ ( صحیح بخاری کتاب المغازی ) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخری ہفتہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں پورا کیا۔

رحلت سے پانچ روز قبل بدھ کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پتھر کے ایک بڑے ٹب میں بیٹھ کر سات مشکوں کا پانی سر پر ڈلوایا۔ اس تدبیر سے کچھ سکون ہوا۔ طبیعت کچھ ٹھیک ہوئی تو مسجد تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کو صلوٰۃ پڑھائی۔ صلوٰۃ پڑھانے کے بعد منبر پر بیٹھے۔ منبر پر یہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم ) کی آخری نشست تھی۔

حمد وثنا کے بعد فرمایا:۔

اے لوگو! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے خوفزدہ ہو۔ تمہارے نبی کی موت میں نئی بات کیا ہے؟ کیا تمہیں میری موت اور خود تمہاری اپنی موت کی خبر نہیں دی گئی۔ کیا مجھ سے پہلے کوئی ہمیشہ زندہ رہا ہے کہ اب میں بھی تم میں ہمیشہ رہوں۔ آگاہ رہو، میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں۔ اور بلاشبہ تم بھی اس سے ملنے والے ہو۔

میں تم کو انصار کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور ان کے ساتھ احسان کرنا ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور غلطیاں کرنے والوں سے درگزر کرنا۔

میں تمہیں المہاجرین الاوّلین کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور مہاجرین کو آپس میں باہمی حسن سلوک کی نصیحت کرتا ہوں۔

Marfat.com

اے لوگو! اللہ سے ڈرتے رہو۔ غرور اور تکبر اختیار نہ کرو۔ جنت ان لوگوں کے لئے ہے جو تکبر اور فساد نہیں کرتے۔ جو شخص مجھ سے حوض کوثر پر ملنے کا خواہش مند ہو اُسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے لوگوں کو تکلیف نہ دے۔

اے لوگو! کسی چیز کے حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کرنا، میں نے وہی چیزیں حلال کی ہیں جو قرآن نے حلال کی ہیں اور وہی چیزیں حرام کی ہیں جو قرآن نے حرام کی ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے جو انبیاء و صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بناتی تھی۔ تم ایسا نہ کرنا۔ ان یہودیوں ان نصرانیوں پر اللہ لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔ میرے بعد میری قبر کو ایسا بت نہ بنا دینا کہ اس کی پوجا ہوا کرے۔ اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے جس نے قبور انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں۔ اللہ تم کو ہدایت دے۔

رحلت سے چار روز قبل جمعرات کے دن علالت میں شدت آ گئی۔ اس حالت میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے تین وصیتیں فرمائی۔

(۱) مشرکین کو عرب کے جزیرے سے باہر نکال دینا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی)

(۲) وفود کی عزت و مہمانی اسی طرح کی جائے جیسا کہ اب کی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب المغازی)

(۳) قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ (صحیح بخاری کتاب الوصایا)

اس روز فجر سے مغرب تک کی صلوٰۃ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے خود پڑھائی۔ مغرب میں سورہ المرسلات کی تلاوت فرمائی۔ (صحیح بخاری)۔ اس سورت کی آخری آیت بھی قرآن مجید کی جلالت شان کو آشکار کرتی ہے۔ یعنی قرآن کے بعد اور کس کلام پر ایمان لاؤ گے۔

Marfat.com

عشاء کی صلوٰۃ پڑھانے کے لئے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مسجد جانے کا عزم کیا۔ تین دفعہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) وضو کے لئے بیٹھے تینوں بار آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو غشی آ گئی۔

آخر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا، کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ صلوٰۃ پڑھائیں سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میرے باپ اس خدمت کو انجام نہ دے سکیں گے۔ وہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکیں گے، کیوں کہ وہ رقیق القلب ہیں۔ جب قرآن شریف پڑھتے ہیں تو بہت روتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) عمرؓ کو کہیں کہ وہ صلوٰۃ پڑھائیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا ابوبکرؓ کو کہو وہ صلوٰۃ پڑھائیں۔ اس حکم سے ابوبکر صدیقؓ نے حیات پاک نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلّم) میں سترہ دفعہ صلوٰۃ پڑھائی۔

ہفتہ یا اتوار کو ظہر کی صلوٰۃ پڑھانے کے لئے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو چکے تھے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں تشریف لائے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے دو آدمیوں کا سہارا لے رکھا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے اشارے سے منع فرمایا اور ابوبکر صدیقؓ کے بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابوبکرؓ کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر صدیقؓ کی صلوٰۃ کی۔ (صحیح بخاری کتاب الاذان)

اتوار کے دن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ گھر میں صرف سات دینار تھے، وہ غرباء میں تقسیم کر دئے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اپنے ہتھیار مسلمانوں کو ہبہ کر دیئے۔ آخری رات (پیر کی شب) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے چراغ کے لئے تیل ایک پڑوسن سے اُدھار منگوایا۔

Marfat.com

آخری دن:

۱۱ھ ۱۲ ربیع الاوّل پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے گھر کے دروازے کا وہ پردہ اٹھایا جو مسجد نبوی میں کھلتا تھا۔ اس وقت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں فجر کی صلوٰۃ پڑھی جارہی تھی۔ تھوڑی دیر تک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے دیکھتے رہے۔ صحابہؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف متوجہ ہونے کو تھے۔ ابوبکر صدیقؓ سمجھے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارادہ صلوٰۃ میں آنے کا ہے وہ پیچھے ہونے لگے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ صلوٰۃ پڑھاتے رہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر کے اندر ہو گئے اور پردہ چھوڑ دیا۔ مسلمان صلوٰۃ سے فارغ ہوئے اُنہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں افاقہ ہو رہا ہے اس لئے وہ بہت خوش ہوئے۔ ابوبکر صدیقؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور مدینہ کے نواحی علاقہ کے گھر جانے کی اجازت لی اور ظہر کے وقت پر آنے کا کہہ کر اپنے اہل خانہ میں چلے گئے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دن میں کئی بار آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آتیں۔ آج دن چڑھے پھر آئیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حسب معمول ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اور بشارت دی کہ جنت میں سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہنچو گی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا دونوں کو چوما۔ پھر علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور ان کو نصیحت فرمائی۔

پھر ازواج مطہرات کو اپنے پاس بلایا۔ ان کی بہت توقیر، بہت عزت اور بہت بہت احترام فرمایا اور ان کے احترام، ان کی توقیر اور ان کی عزت کرنے کی وصیت فرمائی۔

پھر اسامہؓ بن زیدؓ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دیکھا تو آسمان کی طرف اپنا ہاتھ اُٹھایا اور پھر وہی ہاتھ مبارک اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد نزع کی حالت طاری ہوگئی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دئے ہوئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پس پُشت بیٹھی تھیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ''یا اللہ بلند رفیقوں میں رکھ'' آپ (صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

Marfat.com

پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا، آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اس برتن میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ چہرہ مبارک کبھی کبھی سرخ ہو جاتا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) زبان مبارک سے فرماتے

**لَآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ**

''اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں موت کے لئے سختیاں ہیں''

**اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی**

''یا اللہ بلند رفیقوں میں رکھ''۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ آئے ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مسواک کو غور سے دیکھا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے خوب نرم بنا دی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے مسواک کی اور بہت خوبی کے ساتھ مسواک کی پھر مسواک سے فارغ ہو کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا سہارا لے لیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی نگاہیں بار بار آسمان کی طرف اُٹھ جاتیں گویا جنت الفردس میں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آنکھیں آپؐ کا ابدی گھر دیکھ رہی ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

**بَلِ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی مِنَ الْجَنَّةِ**

(بلکہ جنت میں اعلیٰ رفاقت چاہتا ہوں)

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی ہنسلی اور ٹھوڑی کے بیچ میں وفات پائی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی) اور آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا اُنہوں نے وفات سے پہلے کان لگا کر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی بات سنی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) فرما رہے تھے، یا اللہ میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر، مجھ کو بلند رفیقوں سے ملا دے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

دوشنبہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ چاشت کے وقت آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے وفات پائی۔ اس وقت عمر مبارک ۶۳ سال قمری تھی۔

Marfat.com

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ (البقرہ ۱۵۶)

''بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''۔ (ترجمہ: البقرہ ۱۵۶)

یہ سانحہ بہت بڑا تھا۔ ازواج مطہرات غم اور صدمے سے نڈھال ہوگئیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ صدمے اور غم سے پریشان سر جھکائے چپ چاپ عورتوں کے مجمع میں کھڑی ہوگئیں۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ نے کہا پیارے باپ نے دعوت حق کو قبول فرمایا اور جنت الفردوس میں نزول فرمایا۔ یا اللہ روح فاطمہ کو روح محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس جنت میں پہنچا دے۔

صحابہؓ کی نگاہوں میں زمین اور آسمان گھوم گئے۔ فرط غم سے لوگوں کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ مدینہ کی گلیوں میں کہرام مچ گیا۔

علی رضی اللہ عنہ صدمے اور غم سے بے حس وحرکت ہوگئے۔ عثمان رضی اللہ عنہ پر سکتہ طاری ہوگیا۔ عمر رضی اللہ عنہ عجیب وغریب باتیں کرنے لگے۔ اور مسجد نبوی میں کھڑے ہوگئے۔

عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ چند لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وفات پاگئے ہیں، حالانکہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) نے وفات نہیں پائی ہے۔ جو یہ کہے گا کہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی وفات ہوگئی ہے میں اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالوں گا۔ (سیرت النبیؐ از ابن ہشام)

اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک گاؤں میں اپنے ایک گھر میں تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مرض میں افاقہ دیکھ کر وہ وہاں چلے گئے تھے۔ اُنہیں خبر ملی تو گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ مسجد میں عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور کسی سے بات نہیں کی سیدھے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں گئے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے جسم اطہر پر ایک یمنی چادر ڈھکی ہوئی تھی۔ اُسے منہ پر سے اُٹھایا اور جھک کر بوسہ لیا اور رو پڑے۔ پھر کہا میرے ماں باپ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر فدا۔ اللہ تعالیٰ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو دو بار نہیں بس ایک موت جو اللہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لئے لکھ دی تھی آچکی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آئے۔ اس وقت بھی عمرؓ لوگوں سے باتیں

Marfat.com

کررہے تھے۔ابوبکر صدیق ؓ نے ان سے کہا کہ بیٹھو۔ اُنہوں نے نہ سنا۔ آخر سب لوگ ابوبکر صدیق ؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ عمرؓ کو چھوڑ دیا۔ابوبکر صدیق ؓ نے کہا تم میں سے جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تو موت واقع ہو چکی ہے۔ اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو بیشک اللہ تو ہمیشہ زندہ ہے کبھی مرنے والا نہیں۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

''محمدؐ نہیں ہیں مگر ایک رسول، ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل کردیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ جو اُلٹا پھرے گا، وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا''۔ (ترجمہ: آل عمران آیت ۱۴۴)

اس کے ساتھ ہی لوگوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگ یہ بھول ہی گئے تھے کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے۔ اب جس کو دیکھو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔

عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے ایسا معلوم ہوا میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی، جب ابوبکرؓ نے پڑھی تو میں نے سنی، اس وقت میں سہم گیا، میرے پاؤں مجھے اُٹھا نہیں پا رہے تھے، میں زمین پر گر گیا۔ میں جان گیا کہ یہ برحق ہے اور واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

## تدفین:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے کے کام میں عباس رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے فضل رضی اللہ عنہ و قثم رضی اللہ عنہ اور اسامہؓ بن زیدؓ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام شقرانؓ شامل تھے۔

علی رضی اللہ عنہ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو غسل دیا، عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ بدلواتے جاتے، اُسامہؓ اور شقرانؓ پانی ڈالتے جاتے تھے۔ غسل کے دوران علی رضی اللہ عنہ جسد اطہر کو مل رہے تھے تو خوشبو کی لپٹوں کی وجہ سے درو دیوار مہک اُٹھے، جس پر علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ نثار! زندگی میں بھی اس جسد مبارک سے خوشبو کی مہک آتی رہی اور اس حالت میں بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سوتی (یمنی) سفید چادروں کا کفن دیا گیا۔ ان میں کرتا اور

Marfat.com

پگڑی نہیں تھی۔(بس چادریں آپ ؐ پر لپیٹ دی گئیں)۔(صحیح بخاری کتاب الجنائز)

ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے لئے لحد والی قبر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں اسی جگہ کھودی جہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی وفات ہوئی تھی۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی چارپائی قبر کے کنارے پر رکھ دی گئی۔ حجرہ مبارک تنگ تھا اس لئے دس دس افراد اندر جاتے اور فرداً فرداً صلوٰۃ جنازہ پڑھتے۔کوئی امام نہ ہوتا۔سب سے پہلے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے خاندان والوں نے جنازہ کی صلوٰۃ پڑھی۔ پھر مردوں نے پھر عورتوں اور بچوں نے۔اس طرح جنازہ کی صلوٰۃ پڑھنے میں منگل کا پورا دن گزر گیا اور پھر علیؓ، عباسؓ اور ان کے بیٹے فضلؓ اور قثمؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو قبر میں اُتارا۔اُسامہؓ بن زیدؓ نے آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی قبر پر کچی اینٹیں رکھیں۔قبر زمین سے ایک بالشت اونچی بنائی گئی۔

**اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَ سَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ**

یہ ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حیات مبارکہ کا مختصر احوال اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ بھی یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تمام انسانوں کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہر حیثیت سے مکمل نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

**لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا**

(الاحزاب ایت ۲۱)

ترجمہ:''یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے''۔(الاحزاب ایت ۲۱)

قتادہ نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ سعد بن ہشام بن عامرؓ نے کہا میں نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے عرض کیا کہ یا اُمّ المومنینؓ! مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق سے خبر دیجئے۔ اُنہوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔اُنہوں نے فرمایا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خلق وہی تھا جس کا قرآن میں حکم ہے۔(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین)

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے!

Marfat.com

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ﴿۴﴾ (القلم آیت ۴)

ترجمہ: ''اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو''۔ (القلم آیت ۴)

یہ ہے آخری قابل تقلید نمونہ۔ اب اس آسمان کے نیچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی شخص کی تقلید نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آنے والی وحی کو ہمیشہ کے لئے محفوظ بنا دیا اور جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت بھی محفوظ ہوگئی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (الاحزاب آیت ۴۰)

ترجمہ: ''محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں''۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

یوسف صالح محمد خان

۱۴۳۷ھ

الماس ہاؤس ڈگری

ضلع میرپورخاص سندھ، پاکستان

Marfat.com

# کتب حوالہ

(اس کتاب کی تالیف میں جن کتابوں سے براہ راست یا بالواسطہ اخذ واستفادہ کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔)


القرآن المجید
۲ ----- صحیح بخاری---------- مولف ------ محمد بن اسمٰعیل بخاری
۳----- صحیح مسلم ---------- مولف ------ مسلم بن الحجاج القشیری
۴ ----- جامع ترمذی---------- مولف ------ محمد بن عیسٰی ترمذی
۵ ----- تفہیم القرآن ---------- مولف ------ سید ابوالاعلیٰ مودودی
۶------ فی ظلال القرآن ---------- مولف ------ سید قطیب شہید
۷ ----- تفسیر ابن کثیر---------- مولف ------ اسمٰعیل بن کثیر
۸ ----- ترجمان القرآن---------- مولف ------ ابوالکلام احمد (آزاد)
۹----- تدبر قرآن---------- مولف ------ امین احسن اصلاحی
۱۰----- رحمتہ للعالمین ---------- مولف ------ قاضی محمد سُلیمان سَلمان
-------- منصور پوری
۱۱------ الادب المفرد---------- مولف ------ محمد بن اسماعیل البخاری
۱۲------ سیرت سرور عالم---------- مولف ------ سید ابوالاعلیٰ مودودی
۱۳ ----- الرحیق المختوم ---------- مولف ------ صفی الرحمٰن مبارک پوری
۱۴ ----- مختصر سیرۃ النبیؐ---------- مولف ------ صفی الرحمٰن مبارک پوری
۱۵----- مختصر سیرت الرّسولؐ------ مولف ------ الشیخ محمد بن عبدالوہاب
۱۶------ مختصر سیرت الرّسولؐ------ مولف ------ الشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن
-------- عبدالوہاب
۱۷ ----- جوامع السیرۃ---------- مولف ------ امام ابن حزم
۱۸----- سیرت النبیؐ ---------- مولف ------ ابن ہشام
۱۹ ----- النّبیُ الخاتمؐ ---------- مولف ------ سید مناظر احسن گیلانی
۲۰----- پیغمبر انقلابؐ ---------- مولف ------ وحید الدین خان
۲۱ ----- محمد رسول اللہ ---------- مولف ------ شیخ محمد رضا
۲۲ ----- حیات محمدؐ ---------- مولف ------ محمد حسین ہیکل


Marfat.com

۲۳ ---- سیرۃ النبیؐ ---------------- مولف ------- شبلی نعمانی
۲۴ ---- محسن انسانیتؐ --------- مولف ------- نعیم صدیقی
۲۵ ---- تاریخ اسلام (طبری کا اردو ترجمہ) مولف علامہ عبداللہ العادی
۲۶ ---- تاریخ اسلام ---------- مولف ------- اکبر شاہ نجیب آبادی
۲۷ ---- رسول کاملؐ ---------- مولف ------- ڈاکٹر اسرار احمد
۲۸ ---- شہادت حق ----------- مولف ------- سید ابوالاعلیٰ مودودی
۲۹ ---- شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا ---- مولف ------- سید قاسم محمود
۳۰ ------- دروسِ سیرت ----------- مولف ------- ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی
۳۱ ------- خطبات بہاولپور ---------- مولف ------- ڈاکٹر محمد حمید اللہ
۳۲ ------- خطبات مدراس ---------- مولف ------- سید سلیمان ندوی
۳۳ ------- تاریخ ابن کثیر ---------- مولف ------- اسماعیل ابن کثیر
۳۴ ------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ---- مولف ------- احمد سعید
۳۵ ------- اُمّ المومنین سیّدہ عائشہؓ ------ مؤلف ------- مائل خیر آبادی
۳۶ ------- اُمّ المومنین سیّدہ خدیجہؓ ------ مولف ------- نیرّ زیدی
۳۷ ------- خدیجۃ الکبریٰ ---------- مولف ------- ادریس صدیقی
۳۸ ------- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ---- مولف ------- اُمّ فاروق
۳۹ ------- سب سے بڑا انسانؐ ------- مولف ------- نظر زیدی
۴۰ ------- آمنہ کا لالؐ ---------- مولف ------- راشد الخیری
۴۱ ------- پیغمبر صحراء ---------- مولف ------- کے ایل گابا
۴۲ ------- رسول اکرم کی جنگی اسکیم ----- مولف ------- عبدالباری
۴۳ ------- الحضورؐ کے نقش قدم پر ------ مولف ------- پروفیسر عبدالرحمٰن عبد
۴۴ ------- غزوۂ بدر ------------ مؤلف ------- محمد احمد باشمیل
۴۵ ------- غزوۂ بنی قریظہ ---------- مولف ------- محمد احمد باشمیل
۴۶ ------- غزوۂ خندق ---------- مؤلف ------- مسعود مفتی
۴۷ ------- تاریخ کعبہ ----------- مولف ------- محمد طاہر لکردی
۴۸ ------- تاریخ مدینہ ----------- مولف ------- جدون ادیب
۴۹ ------- جادہ و منزل ----------- مولف ------- سیّد قطب شہید
۵۰ ------- تذکار صحابیات ---------- مولف ------- طالب الہاشمی
۵۱ ------- تاریخ ابن خلدون ---------- مولف ------- عبدالرحمٰن بن خلدون

Marfat.com

Marfat.com

# سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف: یوسف صالح محمد خان

Marfat.com